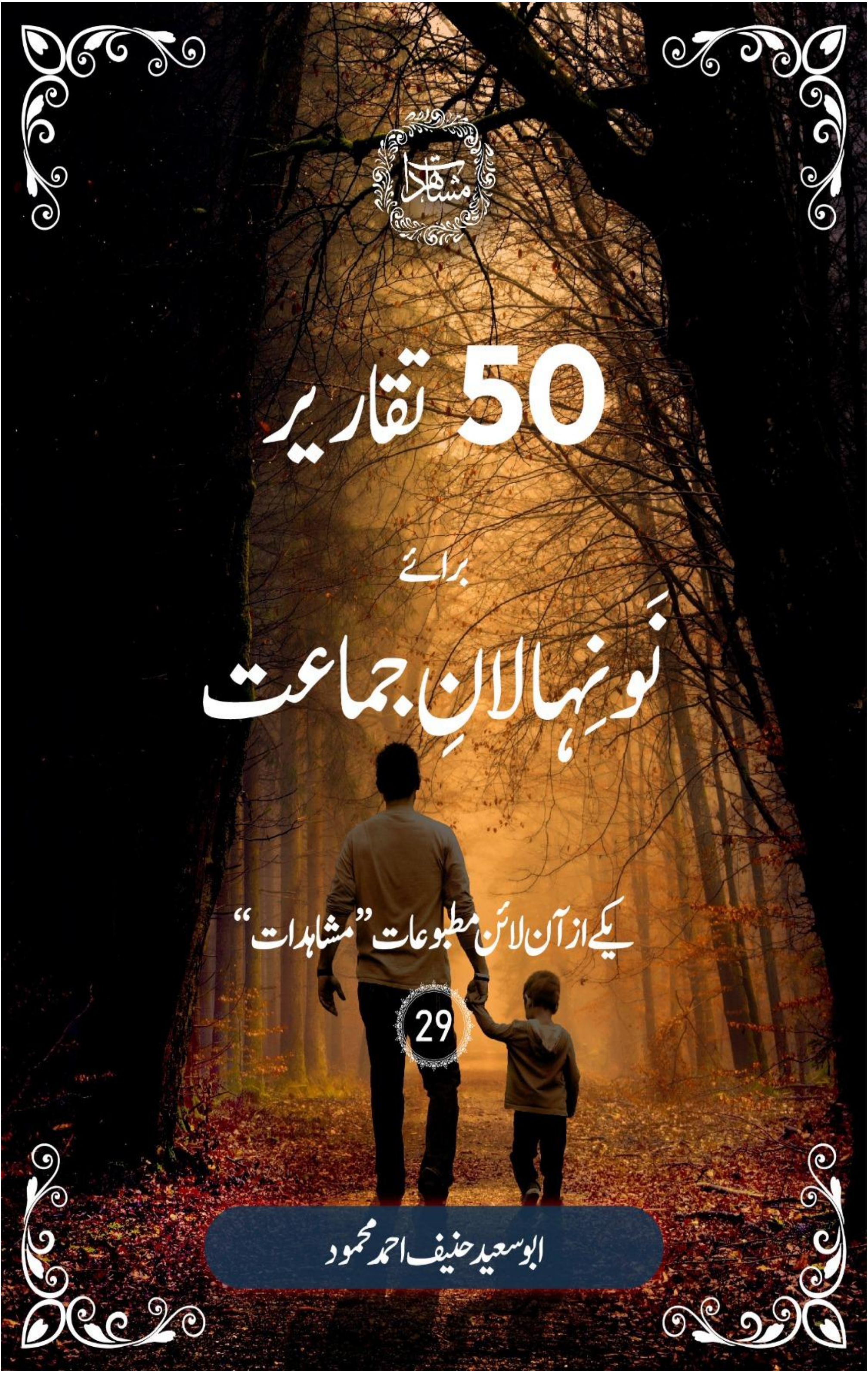

50 تقاریر

برائے

نَونِہالانِ جماعت

یکے از آن لائن مطبوعات ”مشاہدات“

29

ابوسعید حنیف احمد محمود

وَ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ
اَزۡوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ وَّ
اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

(الفرقان:75)

ش

50 تقاریر

برائے

نونہالانِ جماعت

(جلد اوّل)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

29

ابوسعید حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے

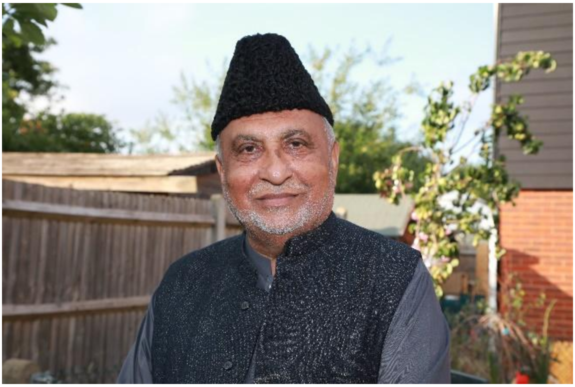

ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

برگِ سبز است تحفۂ درویش

ہر چھوٹی اور نئی چیز جہاں پیاری ہوتی ہے اور پیاری لگتی ہے وہاں وہ ننھی مُنّی اشیاء دوسروں کی نسبت پیار بھی زیادہ لیتی ہیں اور اِن کی دیکھ بھال، نشوونما، پروان چڑھنے اور پالنے پوسنے کی طرف توجہ بھی بہت دی جاتی ہے۔ جیسے نرسری سے لایا ہوا ننھا سا پودا اور بڑے پودے پر پھلوں اور پھولوں کی خوبصورت کونپلیں وغیرہ خوبصورت دکھائی دیتی ہیں۔ نرسری کی بات چلی ہے تو خاندان کی نرسری سے لڑکی بیاہ کر ایک اور خاندان کی نرسری کی زینت بنانا اور اِس کا نئی جگہ پر نشوونما پانا بھی ایک محنت طلب کام ہے۔ ہم روزانہ ہی دیکھتے ہیں کہ پودوں، پھولوں کی نرسریوں اور گھروں میں ننھے مُنّے پودوں اور جن کی کونپلیں نکل رہی ہوں اُن پودوں کی پرورش کی طرف باغبان زیادہ توجہ دیتا ہے۔ وہ مناسب پانی دے رہا ہوتا ہے۔ مناسب کھاد ڈالتا ہے اور اگر وہ گملوں میں ہیں تو دھوپ سے بچا کر چھاؤں میں رکھتا ہے اور اگر زمین پر ہیں تو اُن پر ترپال وغیرہ ڈال کر دھوپ کی تپش اور سورج کی حدّت سے اُنہیں بچاتا ہے اور اِن ننھے مُنّے اور نئے نویلے پودوں کی طرف دوسرے پودوں کی نسبت زیادہ توجہ دے رہا ہوتا ہے۔

یہی کیفیت اولاد میں خواہ وہ جسمانی ہو یا روحانی مادی، پودوں کی نسبت زیادہ خوبصورت دکھنے کو ملتی ہے اور ہم خاندان کے مادی لوگ یا روحانی و دینی خاندان کے افراد اپنی اِن نئی نویلی کونپلوں اور کلیوں سے جہاں انجوائے بھی کر رہے ہیں۔ اُن کو دیکھ کر خوش بھی ہوتے ہیں۔ اُن کی حرکات وسکنات ہم کو طراوت پہنچا رہی ہوتی ہیں وہاں ہم اُن کی دیکھ بھال، اُن کی مادّی اور روحانی پرورش اور اُن کی غذا کی طرف بھی بھرپور توجہ دے رہے ہوتے ہیں۔ گھروں کے پودے کمزور پڑ جائیں، بیمار ہوں تو فوراً مالی یا باغبان کو بُلوا کر مشورہ کیا جاتا ہے اِسی طرح گھروں میں پلنے والے نَونہالان بیمار ہوں تو ڈاکٹرز یا چائلڈ سپیشلسٹ سے مشورہ کیا جاتا ہے۔ روحانی دنیا میں اِن نَونہالان کو جماعتی تنظیموں جیسے مجلس اطفال الاحمدیہ، ناصرات الاحمدیہ یا شعبہ وقفِ نَو کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اِنہیں قرآن کریم کی تلاوت کرنے، اُس کا ترجمہ سیکھنے اور دیگر تربیتی و علمی کتب اور جماعتی رسائل کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ جماعت احمدیہ نے اور نَونہالان سے تعلق رکھنے والے جماعتی شعبوں نے بچوں کی تعلیم و تربیت اور نیکی و تقویٰ کے میدان میں پروان چڑھنے اور

پڑھانے کے لیے بچوں کی کتب اور رسائل کا انتظام کر رکھا ہے۔ جن کا مطالعہ لازماً روحانی و دینی معنوں میں بچوں کی پرورش کے لیے ممدّ ثابت ہوتا ہے۔ روزنامہ الفضل آن لائن لندن نے بچوں کی تقاریر کے عنوان سے 31 تقاریر جمع کر کے شائع کر رکھی ہیں جو مختلف عناوین کا گلدستہ تو ہے ہی۔ دینی غذا بھی ہے۔ ''مشاہدات'' نے 50 تقاریر کا مجموعہ تیار کیا ہے جس کے لیے یہ پیش لفظ لکھا جا رہا ہے۔ اس کی جلد دوم پر بھی کام ہو رہا ہے۔

اس کتاب میں موجود تقاریر کی تیاری و کمپوزنگ اور پھر کتابی صورت میں آپ کے سامنے پیش کرنے میں جن احباب و خواتین کا تعاون حاصل رہا اُن میں مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی، مسز عطیۃُ العلیم۔ ہالینڈ، مسز زکیہ فردوس کوملؔ۔ برطانیہ، مسز بُقعۃُ النورعمران۔ جرمنی، عزیزم منہاس محمود۔ جرمنی، عزیزم زاہد محمود، عزیزم عامر محمود ملک۔ برطانیہ، عزیزم سعید الدین احمد۔ برطانیہ، عزیزم فضل عمر شاہد۔ لٹویا، مکرم نصیر احمد چوہدری شامل ہیں۔ ان کے علاوہ جن احباب کے مضامین سے تقاریر کی تیاری کے دوران استفادہ کیا گیا اور جنہوں نے ان تقاریر کو دوسروں تک پہنچایا وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔
جزاکم اللہ خیراً

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو
دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو
عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو
جو صداقت بھی ہو تم شوق سے مانو اس کو
علم کے نام سے پر تابعِ اوہام نہ ہو
بھولیو مت کہ نزاکت ہے نصیبِ نسواں
مرد وہ ہے جو جفاکش ہو گلِ اندام نہ ہو

امید ہے یہ مجموعہ جماعت کے بچوں اور بچیوں کے لیے مفید مائدہ ثابت ہو گا۔ان شاء اللہ

”مشاہدات“ کی 29ویں کاوش پیشِ خدمت میں ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

خاکسار

ابو سعید حنیف احمد محمود

مربّی سلسلہ حال برطانیہ

(شاہد۔ عربی فاضل)

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ والفضل آن لائن لندن ونائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ)

10/نومبر 2025ء

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

ای میل: hanifahmadmahmood@hotmail.com

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی و ذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کر کے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مدنظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مدنظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

1۔ جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں

2۔ تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی

4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود

5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ (جلد اول)

6۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2024ء (حصہ اول)

7۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)

8۔ 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ

9۔ 65 تقاریر برائے انصار اللہ

10۔ 20 تقاریر بابت محرم الحرام

11۔ 25 تقاریر بابت اہل بیت رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ

12۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ دوم)

13۔ 70 تقاریر برائے خدام الاحمدیہ

14۔ 50 تقاریر بابت قرآن کریم (حصہ اول)

15۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ اول)

16۔ 60 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ اول)

17۔ 40 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ دوم)

18۔ 20 تقاریر بابت فلسفہ دُعا اور اس کی حقیقت

19۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2025ء (حصہ دوم)

20۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2025ء (جلد اول)

21۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ 2025ء (جلد دوم)

22۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2025ء (حصہ دوم)

23۔ 10 تقاریر بعنوان صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

24۔ 20 تقاریر بعنوان صحبتِ صالحین

25۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ سوم)

26۔ 30 تقاریر بابت قولِ سدید و قولِ زور

27۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد دوم)

28۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد سوم)

29۔ 50 تقاریر برائے نَونہالانِ جماعت

زیر ترتیب کتب

1۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست (مشاہدات کی مالا کے 1000 موتی)

2۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد چہارم)

3۔ 50 تقاریر بابت توحید و وجود باری تعالیٰ

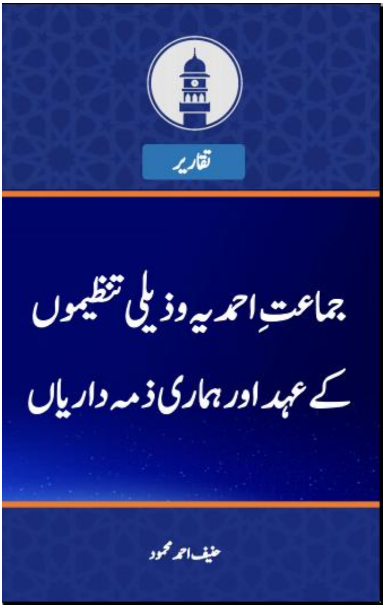
تقاریر
جماعتِ احمدیہ و ذیلی تنظیموں
کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
حنیف احمد محمود

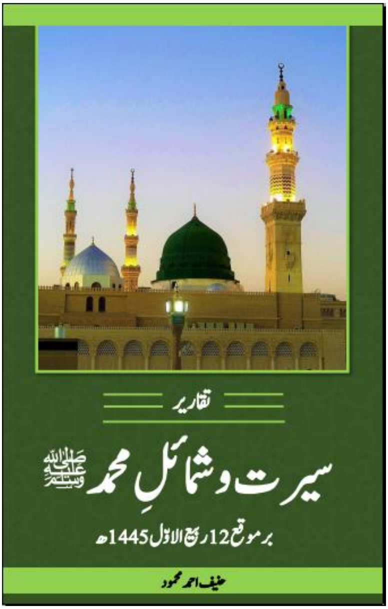
تقاریر
سیرت و شمائلِ محمد ﷺ
بر موقع 12 ربیع الاول 1445ھ
حنیف احمد محمود

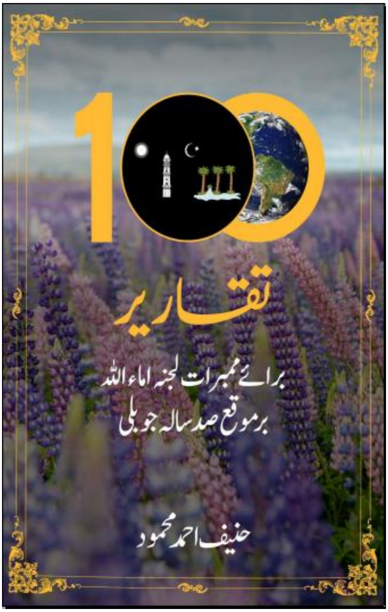
100
تقاریر
برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
بر موقع صد سالہ جوبلی
حنیف احمد محمود

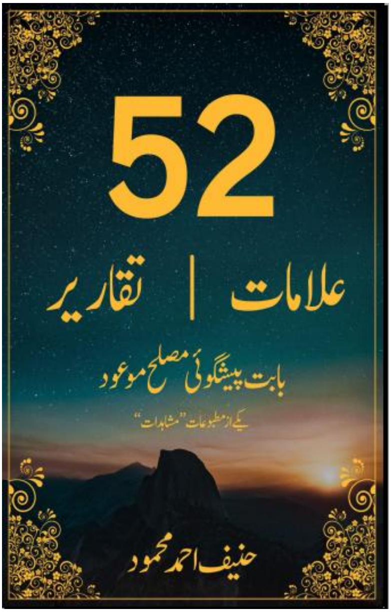
52
علامات | تقاریر
بابت پیشگوئی مصلح موعود
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
حنیف احمد محمود

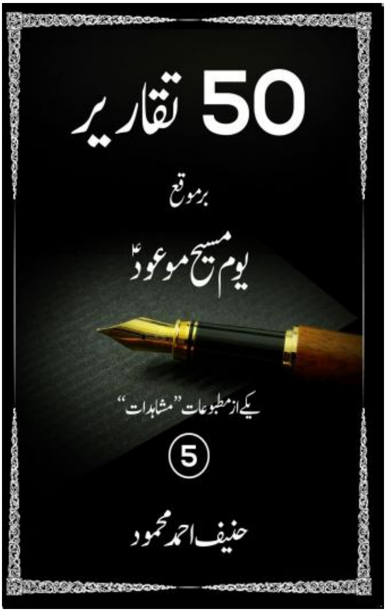
50 تقاریر
برموقع
یوم مسیح موعودؑ
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
5
حنیف احمد محمود

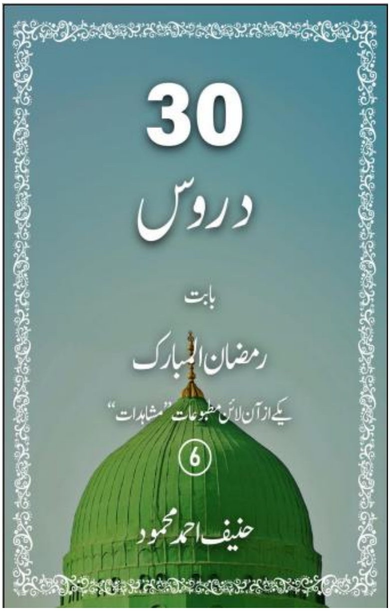
30
دروس
بابت
رمضان المبارک
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
6
حنیف احمد محمود

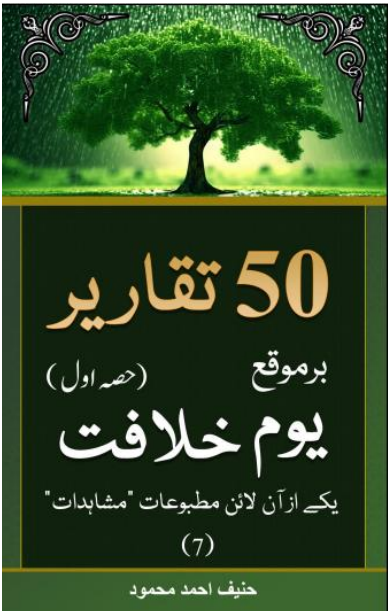
50 تقاریر
برموقع
(حصہ اول)
یوم خلافت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
(7)
حنیف احمد محمود

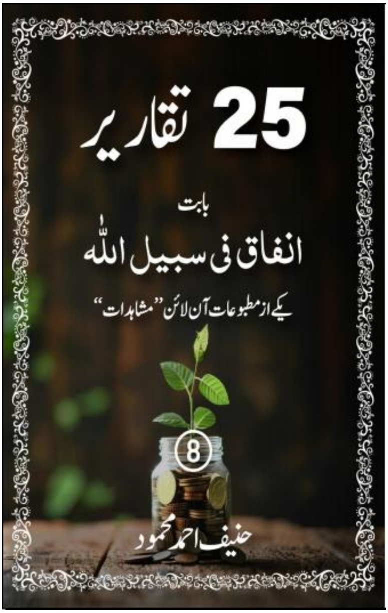
25 تقاریر
بابت
انفاق فی سبیل اللہ
یکے از مطبوعات آن لائن "مشاہدات"
8
حنیف احمد محمود

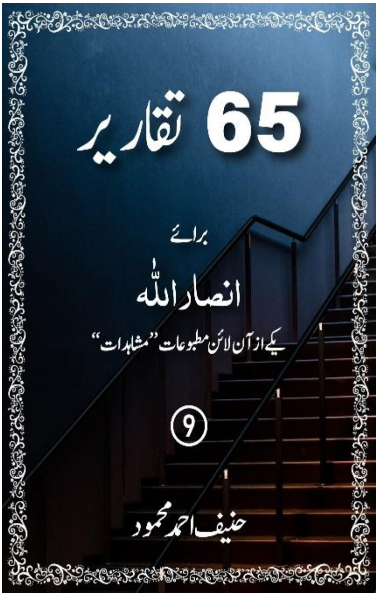
65 تقاریر
برائے
انصار اللہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
9
حنیف احمد محمود

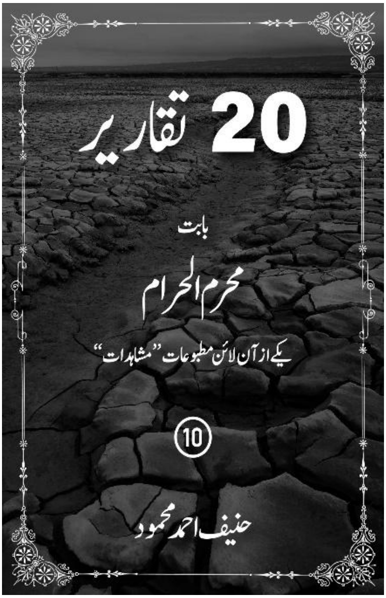
20 تقاریر
بابت
محرم الحرام
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
10
حنیف احمد محمود

25 تقاریر
بابت
اہلِ بیتِ رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
11
حنیف احمد محمود

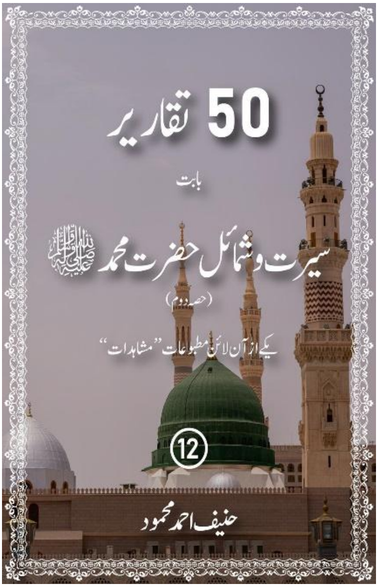
50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(حصہ دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
12
حنیف احمد محمود

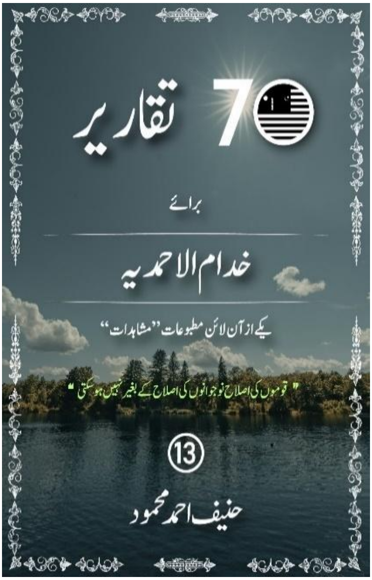
70 تقاریر
برائے
خدام الاحمدیہ
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
''قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی''
13
حنیف احمد محمود

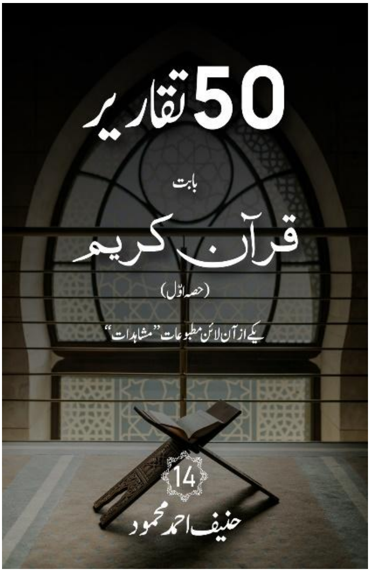
50 تقاریر
بابت
قرآن کریم
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
14
حنیف احمد محمود

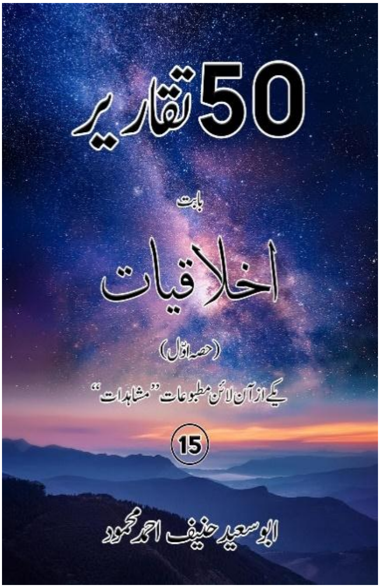
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
15
ابو سعید حنیف احمد محمود

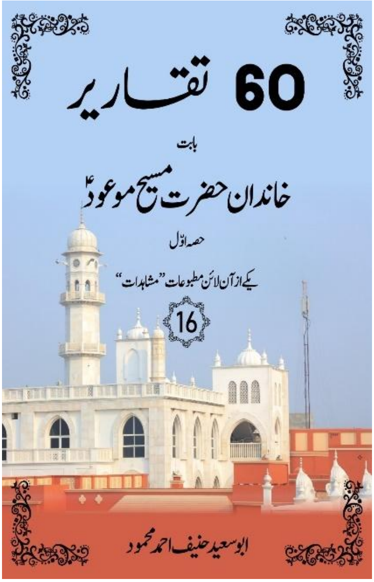
60 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
16
ابو سعید حنیف احمد محمود

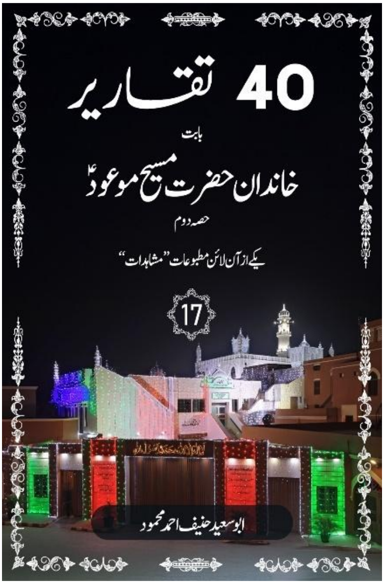
40 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ دوم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
17
ابوسعید حنیف احمد محمود

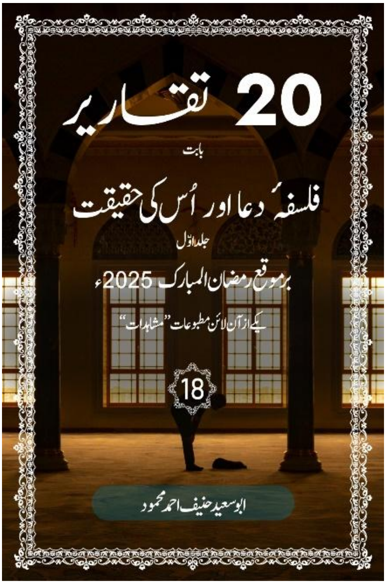
20 تقاریر
بابت
فلسفۂ دعا اور اُس کی حقیقت
جلد اوّل
بر موقع رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
18
ابوسعید حنیف احمد محمود

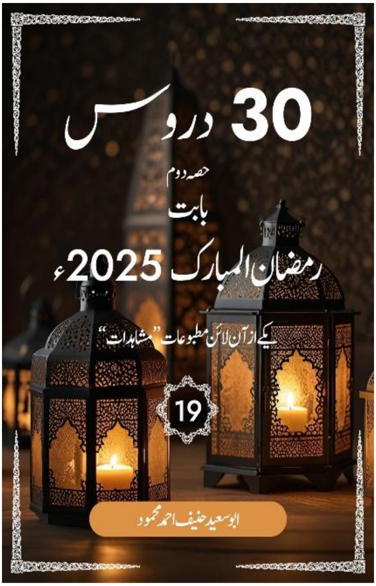
30 دروس
حصہ دوم
بابت
رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
19
ابوسعید حنیف احمد محمود

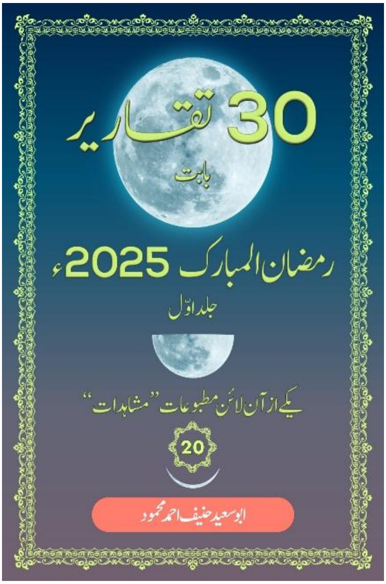
30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2025ء
جلد اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
20
ابوسعید حنیف احمد محمود

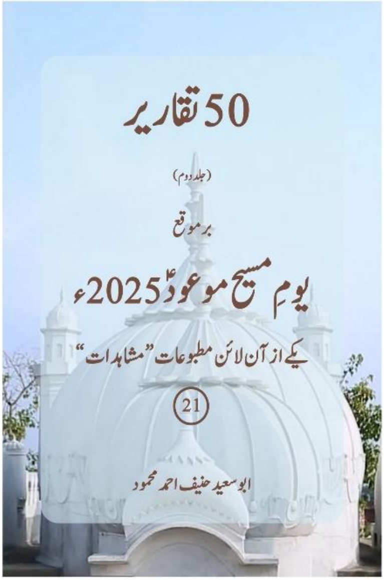
50 تقاریر
(جلد دوم)
بر موقع
یومِ مسیح موعودؑ 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
21
ابوسعید حنیف احمد محمود

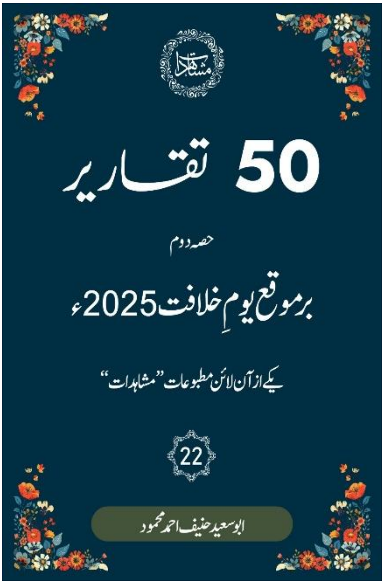
50 تقاریر
حصہ دوم
بر موقع یومِ خلافت 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
22
ابوسعید حنیف احمد محمود

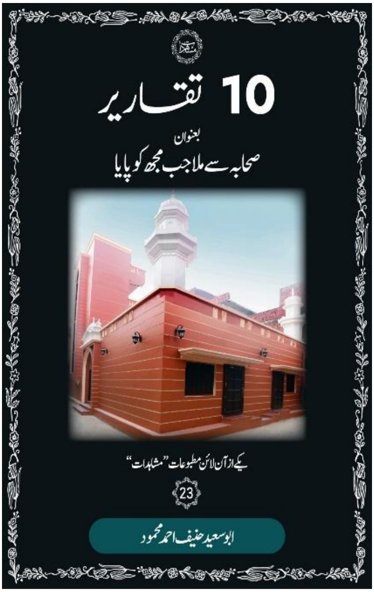
10 تقاریر
بعنوان
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
23
ابوسعید حنیف احمد محمود

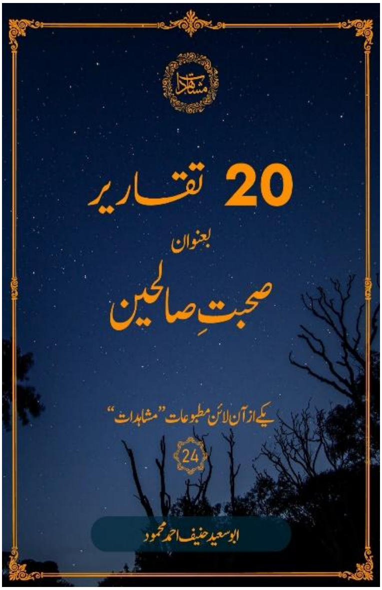
20 تقاریر
بعنوان
صحبتِ صالحین
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
24
ابوسعید حنیف احمد محمود

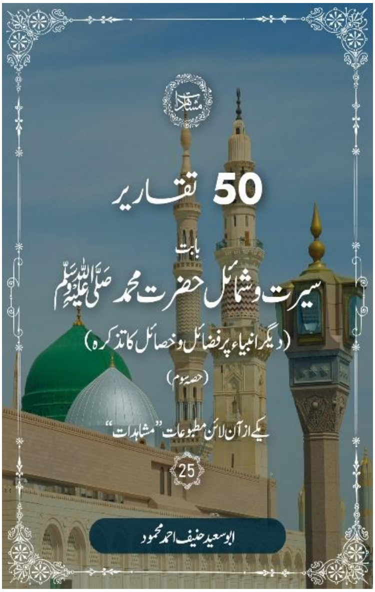
50 تقاریر
بابت
سیرت وشمائل حضرت محمد ﷺ
(دیگر انبیاء پر فضائل وخصائل کا تذکرہ)
(حصہ سوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
25
ابوسعید حنیف احمد محمود

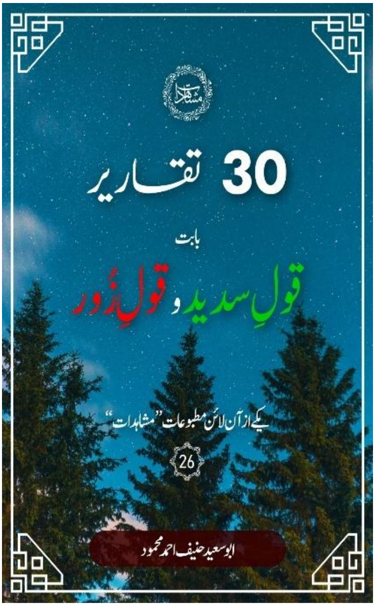
30 تقاریر
بابت
قولِ سدید و قولِ زُور
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
26
ابوسعید حنیف احمد محمود

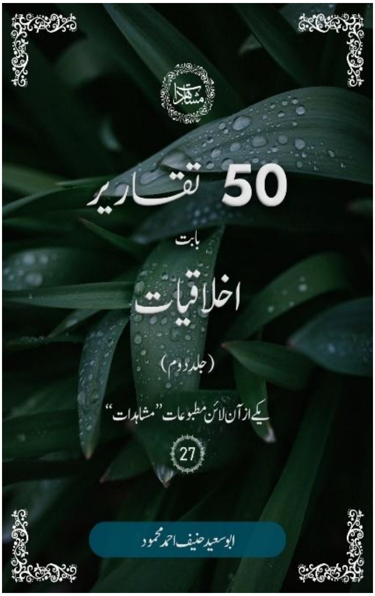
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
27
ابوسعید حنیف احمد محمود

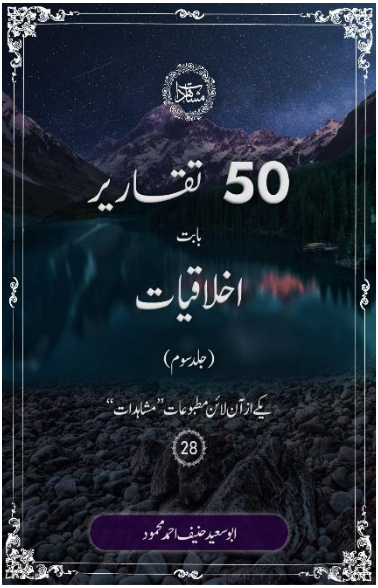
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد سوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
28
ابوسعید حنیف احمد محمود

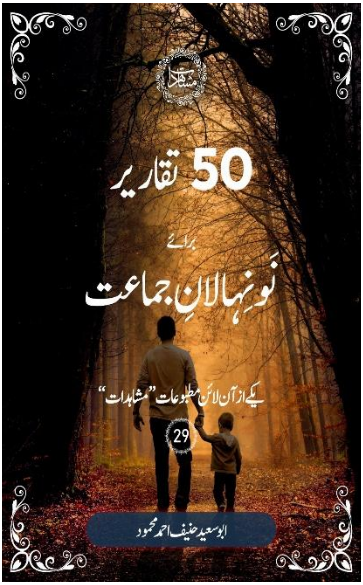

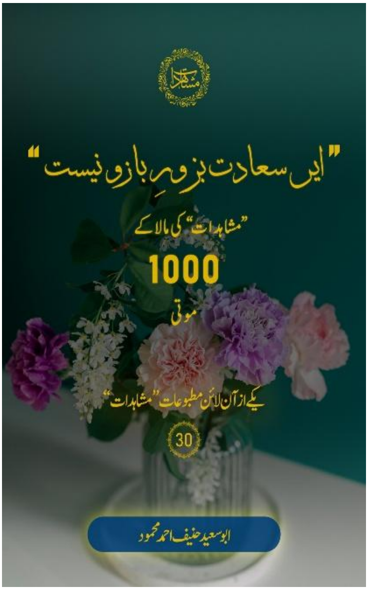

50 تقاریر

بابت

اخلاقیات

(جلد چہارم)

(زیر ترتیب)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

31

ابوسعید حنیف احمد محمود

---

50 تقاریر

بابت

توحید و وجود باری تعالیٰ

(زیر ترتیب)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

32

ابوسعید حنیف احمد محمود

محفوظ قلعے میں داخل ہونے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد **200 مرتبہ**، 15 سے 25 سال کے افراد **100 مرتبہ** یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین **3، 4 دفعہ** دہرائیں

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) instructed in his Friday Sermon on August 23rd, 2024, that adults should recite these prayers **200 times**, individuals aged 15 to 25 should recite them **100 times**, and parents should repeat these prayers with young children **three or four times**:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

Holy is Allah, worthy of all praise and greatness. O Allah, bestow Your blessings upon Muhammad and the people of Muhammad.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

My Lord, everything is subservient to You! Protect me, help me, and have mercy on me.

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

انڈیکس

نمبر شمار	مشاہدات	عنوان	صفحہ
1	985	”خدا تعالیٰ کہنے میں بڑی برکات ہیں“	1
2	156	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کو نصائح	7
3	251	رحمۃ للعالمینؐ اور عالَمِ اَطفال	16
4	81	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک	27
5	303	قرآنِ کریم میری زندگی کا نُور ہے	34
6	549	اللہ میاں کا خط ہے جو میرے نام آیا	39
7	323	حضرت مسیح موعودؑ کا بچوں سے پیار و شفقت اور اُن کی تعلیم و تربیت	44
8	294	خلیفہ خدا بناتا ہے	52
9	237	خلفائے احمدیت کی بچوں سے شفقتیں اور حسنِ سلوک	56
10	981	اطاعت کے ذریعہ پراگندہ موتیوں کا اجتماع	68
11	951	نَونہالانِ جماعت	72
12	539	احمدی بچوں کا مقام اور ان کے فرائض	78
13	322	ایک احمدی مسلم بچے کی ذمہ داریاں	83
14	169	ہم چھوٹی لجنہ، ناصرات الاحمدیہ کے فرائض	87
15	16	میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی	95
16	20	ہیں دیں کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم	103
17	292	مَیں اچھے اخلاق کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ کیسے کر سکتی ہوں	107
18	30	میں اپنا ناصرات کا عہد کیسے پورا کر سکتی ہوں؟	111

116	اطفال کا وعدہ اور بچوں کی ذمہ داریاں	96	19
124	نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے	301	20
129	مساجد کے آداب	953	21
133	ذاتی اصلاح کی اہمیت اور طریقے	297	22
137	وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ	973	23
151	جھوٹ سے اجتناب	100	24
158	اسلام کا ایک بنیادی وصف۔ سچائی	958	25
162	نازک ترین معاملہ زبان سے ہے (مسیح موعودؑ)	952	26
166	اچھی بات کہو یا خاموش رہو	295	27
170	فضول چیزوں سے اجتناب	954	28
176	آؤ بچو! لغویات سے کیسے بچیں؟	955	29
183	عہد شکنی نہ کرو	972	30
188	غصّہ پر قابو پانا	957	31
194	اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ	11	32
199	تعلیمی اداروں میں پردہ کا معیار (از ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)	177	33
214	مدَرز ڈے (Mother's day)	357	34
221	اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ	28	35
229	سچّے احمدی کی ماں۔ زندہ باد	976	36
238	اچھے احمدی کی اچھی ماں۔ زندہ باد	73	37
246	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم	159	38

39	988	”صحبت۔ خدمت اور صبر“	258
40	34	والدین سے حسن سلوک	264
41	307	اے میرے ربّ! میرے علم میں اضافہ فرما	272
42	971	عِلم کی شمع سے ہو مجھ کو محبّت یا ربّ!	277
43	296	اچھے دوست بنانے کی اہمیت	281
44	956	کھانے کے آداب	287
45	977	اسپورٹس مَین سپِرٹ	291
46	978	ہمیشہ مسکراتے رہو	295
47	980	ہمسایوں سے حسن سلوک	300
48	53	واقفین نو کو اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی	305
49	304	ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق کیسے مضبوط کر سکتے ہیں؟	313
50	646	ہم واقفینِ / واقفاتِ نو اچھے مقرر کیسے بن سکتے ہیں؟	318

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

﴿1﴾　　﴿مشاہدات۔985﴾

"خدا تعالیٰ کہنے میں بڑی برکات ہیں"

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(الاعراف:181)

کہ اللہ ہی کے سب خوبصورت نام ہیں۔ پس اُسے اُن (ناموں) سے پکارا کرو اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اِس کے ناموں کے بارہ میں کج روی سے کام لیتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرتے رہے اس کی انہیں ضرور جزا دی جائے گی۔

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
اُس بہار حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس آیت کے اس حصّہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ:

"اللہ کی بہت سی اچھی صفات ہیں پس تم اِن کے ذریعہ سے اُس سے دُعائیں کیا کرو اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اِس کی صفات کے بارہ میں غلط (اور خیالی) باتیں کرتے ہیں۔ اِن کو اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔"

معزز سامعین! آج اِس مبارک محفل میں مجھے دنیا میں سب سے بڑی اور عظیم ذات "اللہ تعالیٰ" کے بارے میں بات کرنی ہے۔ ہر شہر کی بعض خوبیاں ہوتی ہیں جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔ ربوہ شہر کی ایک پہچان جو مجھے لمبا عرصہ نظر آتی رہی وہ ربوہ کی مختلف دیواروں، عمارتوں پر قرآنی آیات مع ترجمہ، احادیث اور ارشادات حضرت مسیح موعودؑ اور دیگر دینی عبارتیں لکھی نظر آتی تھیں جو ربوہ کے حُسن کو دوبالا کر رہی ہوتی تھیں۔ خاکسار کو یہ عبارتیں بار بار پڑھ کر اور دُہرا کر ازبر ہو گئی تھیں۔ مجھے ابھی بھی یاد

ہے کہ فلاں عبارت فلاں جگہ ، فلاں دیوار پر لکھی ہوئی تھی۔ انہی میں سے ایک عبارت سرگودھا، فیصل آباد روڈ پر لاری اڈہ کے قریب ایک کمرہ کی پیشانی پر یوں لکھی ہوئی نظر آتی تھی کہ "خدا تعالیٰ کہنے میں بڑی برکات ہیں"۔ اُس وقت تو مجھے یاد نہیں تھا کہ یہ کمرہ کس استعمال میں تھا تاہم اتنا دھندلا سا ذہن میں نقش ہے کہ کوئی سرکاری دفتر تھا اور آج کل وہ الیکٹرک سِٹی والوں کا دفتر ہے۔ ہم وہاں بجلی کے حوالے سے شکایات لے کر جاتے ہیں۔ یہ پیاری سی عبارت سالہا سال تک اِس کمرہ کی زینت بنی رہی۔ مگر نام نہاد سرکاری مسلمانوں نے ربوہ کو ایسی مبارک اسلامی عبارات سے پاک کرنے کی غلیظ مہم کا جب آغاز کیا تو یہ عبارت بھی اُس ناپاک مہم کی زَد میں آئی اور اِسے مٹا دیا گیا۔ ہم جب بہشتی مقبرہ کے مشرقی دروازہ سے باہر نکلتے تو یہ پیاری، خوبصورت اور لاجواب عبارت ہمیں خوش آمدید کہا کرتی تھی۔ یہ سات لفظی مختصر سی عبارت ہمیں توجہ دلا رہی ہوتی تھی کہ خدا اور اللہ کے ساتھ 'تعالیٰ' کی صفت لگا کر بولا کرو یا لکھا کرو اِس میں بہت برکتیں ہیں۔

سامعین! یہ عبارت مجھے اب اِس طرح یاد آئی کہ میرے ایک برخودار پُرانے الفضل اور رسائل کی چھان بِنی کا شوق رکھتے ہیں۔ انہوں نے مجھے چوکھٹا میں لکھی ہوئی الفضل کی یہ عبارت بھجوائی جس کا عنوان تھا "ادب کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کہنا چاہئے" جس کے نیچے لکھا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے محض "خدا" یا "اللہ" کہنا غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ احباب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتے وقت "اللہ تعالیٰ" یا "خدا تعالیٰ" کہا کریں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض الٰہی صفات اور عظمت کو قائم کرنا ہے۔ اس لئے زبان پر بھی اللہ تعالیٰ کا نام آتے وقت اِس کی بلندی شان کا اظہار ہونا چاہئے۔"

سراج الدین صاحب مزید لکھتے ہیں کہ

"مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ رتن باغ میں میرے عرض کرنے پر سیدنا حضرت امیر المومنین (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مراد ہیں) نے فرمایا کہ "ادب کے لحاظ سے تو خدا تعالیٰ ہی کہنا چاہئے۔"

(الفضل لاہور 23 ستمبر 1950ء)

جب مَیں نے اِس پر غور کرنا شروع کیا تو اِس کی سند مجھے قرآن کریم سورۃ المومنون آیت 17 میں یوں مل گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ

یعنی پس بہت بلند مرتبہ ہے اللہ سچا بادشاہ۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ معزز عرش کا ربّ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں دسیوں مقامات پر اللہ تعالیٰ کے لئے "تعالیٰ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ لیکن پانچ مقامات پر "اللہ" کے ساتھ صفت کے طور پر "تعالیٰ" لگا کر اُس کی بلند شان کا اظہار کیا گیا ہے۔ جیسے سورۃ الاعراف آیت 191، سورۃ طٰہٰ آیت 45 وغیرہ وغیرہ

سامعین! اگر احادیث کو دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کے 104 صفاتی ناموں میں بہت سے صفاتی نام ایسے ہیں جو ذوالمجد، ذوالعالِی، بلند شان والا اور عالی مرتبہ والے استعمال ہوتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اَنَا الْمُتَعَالِیْ یُمَجِّدُ نَفْسَهٗ"

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 10)

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں بلند شان والا ہوں جو اپنی ذات کی مجد اور بزرگی بیان کرتا ہے۔ اَلْمُتَعَالِیْ کا ترجمہ مختلف محدّثین اور مفسّرین نے مختلف کیا ہے۔ بلند و بالا۔ بلند صفتوں والا۔ ذوالمجد والعالیٰ۔

پیارے سامعین! "اللہ" کے ساتھ "تعالیٰ" لگانے کی ہدایت پر اگر ہر بندہ پابندی غور کرے تو لطیف نکات کا ایک مضمون اُبھر کر سامنے آیا جس کی تائید ہمیں احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفاتِ حسنہ قرآن کریم یا احادیث یا بزرگان سے بیان ہوئی ہیں یہ اسماء الحسنیٰ کہلاتے ہیں۔ انسان کی ہزاروں ضروریات، حاجات اور جائز خواہشات ہوتی ہیں جن کی خاطر وہ اپنے پروردگار کے حضور جھکتا اور دعائیں مانگتا ہے اور مؤمن یا مؤمنہ کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ وہ اپنی ضروریات اور حاجات کے مطابق یا اُس سے ملتی جلتی صفات کا نام لے کر اپنے اللہ تعالیٰ سے التجا کرے۔ جیسے رحم کی دُعا کے لئے صفت "الرحیم" کا واسطہ دیا جائے۔ کسی کی حفاظت چاہنے کے لئے "الحفیظ" اور کسی کی صحت کے لئے "الشافی" صفت کو پکارا جائے۔ گو انسان کی ضرورتیں تو ہزاروں ہی ہیں مگر یہ صفات سینکڑوں میں ہیں۔ انسان اگر باریک بینی

سے غور کرے تو کوئی ایک ضرورتوں اور حاجات کی تکمیل کے لئے ایک ہی صفت حاوی ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ، لِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی والی آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ

”جس قسم کا عیب اور نقصان انسان میں ہو اور اُسی کے مقابل خدا کے نام سے دُعا کرے۔“

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 244)

سامعین! تو ثابت ہوا کہ اِن صفات کا قبولیتِ دُعا کے ساتھ بھی بڑا گہرا تعلق ہے۔

ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو فرمانے لگے مجھے اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی صفت کا علم ہے جس کا نام لے کر دُعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے وفورِ شوق سے عرض کیا کہ حضورؐ! پھر مجھے بھی وہ صفت بتایئے نا! حضور نے فرمایا۔ میرے خیال میں اس کا بتانا مناسب نہیں۔ حضرت عائشہؓ روٹھ کر ایک طرف جا بیٹھیں کہ اب خود ہی بتائیں گے۔ مگر جب آنحضورؐ نے کچھ دیر تک نہ بتایا تو عجب شوق کے عالَم میں خود اٹھیں، رسول اللہؐ کے پاس آکر کھڑی ہو گئیں۔ آپؐ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور منت کرتے ہوئے عرض کی کہ یارسول اللہؐ! مجھے وہ صفت ضرور بتادیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہؓ! بات دراصل یہ ہے کہ اس صفت کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے دنیا کی کوئی چیز مانگنا درست نہیں اس لئے مَیں بتانا نہیں چاہتا۔ تب حضرت عائشہؓ ناراض ہو کر وہاں سے اٹھیں۔ وضو کیا، مصلّی بچھایا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا سُنا کر بآوازِ بلند یہ دُعا مانگنے لگیں:

”میرے مولیٰ! تجھے اپنے سارے پاک ناموں اور اچھی صفتوں کا واسطہ، وہ صفتیں جو مجھے معلوم ہیں اور وہ بھی جو مَیں نہیں جانتی کہ تو اپنی اِس بندی سے عفو کا سلوک کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس بیٹھے مسکراتے جارہے تھے اور فرمارہے تھے اے عائشہؓ! بے شک وہ صفت اِنہیں صفات میں سے ایک ہے جو تم نے شمار کر ڈالی ہیں۔“

(ابن ماجہ کتاب الدعاء)

پس قبولیت دعا کے ساتھ صفات الٰہیہ کا گہرا تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا (الاعراف: 181)

کہ اللہ کے پاک نام اور خوبصورت صفات ہیں اُن کو یاد کر کے خدا کو پکارو اور اُس سے دعا مانگا کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ننانوے صفات ہیں۔ جو شخص اِن صفات کو خوب اچھی طرح یاد اور مستحضر رکھتا ہے وہ جنتی ہے۔

(ترمذی و ابن ماجہ کتاب الدعاء)

(مناجاتِ رسولؐ از مکرم حافظ مظفر احمد صفحہ 118-119)

سامعین! یہ ایسے ہی ہے جیسے بچہ جب ماں کو مختلف ناموں سے پکارتا ہے اور منّت سماجت کرتا اور پیاری پیاری اداؤں سے ماں کو پکارتا ہے تو ماں کا دل پسیج جاتا ہے اور وہ بچے کی بات مان لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رحم بھی ماں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اُس کا دل بھی مختلف زاویوں سے مختلف اسماء کے ساتھ بُلانے پر نرم ہوتا ہے اور وہ بھی دینے پر آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام یاد کرنے اور اُن کو ہمیشہ مد نظر رکھنے پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے اور اُس کے انعامات کا بھی وارث بنتا ہے۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اُس کا ذکر سورۃ اعراف آیت 181 کے آخری حصہ میں یوں بیان فرمایا۔

ترجمہ: "اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اِس کی صفات کے بارہ میں غلط (اور خیالی) باتیں کرتے ہیں۔ اِن کو اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔"

پس اللہ کے ساتھ "تعالیٰ" کا لفظ ادب کے لحاظ سے ہے۔ اللہ کے ادب کا تقاضا ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ "تعالیٰ" کا اضافہ کریں۔ بعض لوگ ادب کے پیش نظر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہتے یا لکھتے ہیں اور جو لوگ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، توحید کا تقاضا ہے کہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"خدا کے تمام کامل نام اِسی سے مخصوص ہیں اور اِن میں شرکت غیر کی جائز نہیں سو خدا کو انہیں ناموں سے پکارو جو بلا شرکت غیرے یعنی نہ مخلوقاتِ ارضی و سماوی کے نام خدا کے لئے وضع کرو اور نہ خدا کے

نام مخلوق چیزوں پر اطلاق کرو اور ان لوگوں سے جدا رہو جو کہ خدا کے ناموں میں شرکتِ غیر جائز رکھتے ہیں۔ عنقریب وہ اپنے کاموں کا بدلہ پائیں گے۔"

(براہینِ احمدیہ چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 522۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں جاگزیں کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق نہایت ضروری ہے۔

ایک طفل نے حضور انور ایدہ اللہ سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق اپنانے کا بہترین طریقہ کیا ہے۔ حضور انور نے فرمایا:

"بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم ہمیشہ یہ خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ جو کچھ بھی تم کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ جب یہ بات تمہارے ذہن نشین ہو جائے گی تو تم برائی سے بچ جاؤ گے اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے کرنے کا حکم دیا ہے وہ کرنے کی کوشش کرو گے اور ان تمام چیزوں کو چھوڑ دو گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم نہ کرو۔ اس لیے ہمیشہ یہ خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا ہر عمل دیکھ رہا ہے۔ جہاں کہیں بھی تم ہو۔ تم لوگوں سے اپنا آپ چھپا سکتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے۔"

فرمایا:

"دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نماز پنجوقتہ کو فرض قرار دیا ہے۔ تمہیں ان پانچ نمازوں کو روزانہ لازماً ادا کرنا چاہیے اور سجدوں میں یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایمان وایقان میں مضبوطی عطا کرے اور یہ بھی کہ تمہارا اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق قائم ہو جائے اور وہ تمہاری دعائیں قبول کرے۔"

(ملاقات ممبران مجلس اطفال الاحمدیہ گیمبیا۔ منعقدہ مورخہ 30/ مئی 2021ء)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴿2﴾ ﴿مشاہدات-156﴾

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کو نصائح

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا
فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

بھائیو اور بہنو! آج کوشش ہے کہ ربیع الاول کے مبارک مہینہ کی مناسبت سے خاکسار پھول جیسے احمدی بچوں اور بچیوں سے آقا و مولی آنحضور **صلی اللہ علیہ وسلم** کا پیار بھرا سلوک، بچوں کو پیار بھری نصائح اور احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ان سے متعلق نصائح بیان کروں۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بازار اور گلیوں میں پھرتے بچوں کو سلام میں پہل کرتے، ان سے پاکیزہ مزاح بھی فرماتے اور ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی بتاتے۔

(فضائل نبویؐ)

ایک دفعہ مدینہ کے کچھ بچے ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گئے تا وہ اچانک اپنے آقا کو سلام کہہ کر پہل کریں۔ جونہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپؐ بھانپ گئے اور بلند آواز سے ''السلام علیکم'' کہہ کر پہل کی۔ ایک دفعہ حضرت انسؓ کو نصیحت فرمائی کہ اے بچے! گھر میں جاؤ تو پہلے سلام کہا کرو۔ یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے باعث برکت ہے۔

(مشکوٰۃ)

آپؐ بچوں کے آرام و سکون کا بھی خیال فرماتے۔ جب نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر کرتے اور فرماتے یہ بچے پر رحم ہے اور اس کی ماں پر بھی۔

اگر آپؐ کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو وہ بچوں میں تقسیم کر دیتے۔ آپؐ بچوں کو دستر خواں پر شریک کرتے۔ کھانے کے دوران سمجھاتے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ کر کھانا شروع کریں۔ دائیں ہاتھ

سے کھائیں اور اپنے سامنے سے آہستہ آہستہ کھائیں۔ بچوں کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہے ہوتے تو کھانے کے اختتام پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بلند آواز سے کہتے تا بچے بھی شکرِ الٰہی کی عادت ڈالیں۔

پیارے بچو! آپؐ اپنے نوکروں سے کبھی سختی سے پیش نہ آتے۔ نہ ان کو جھڑکتے اور نہ مارتے۔

ایک بدّو سردار نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسوں کو چومتے دیکھا تو اس نے کہا کہ میرے 10 بچے ہیں مَیں نے تو کبھی بھی کسی ایک کا منہ نہیں چوما۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ تمہارے دل سے محبت چھین لے تو مَیں کیا کر سکتا ہوں۔

نیز فرمایا:

اَكْثِرُوْا قُبْلَةَ اَوْلَادِكُمْ فَاِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ قُبْلَةٍ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ (بخاری)

اے لوگو! بچوں کو چوما کرو۔ ان کو چومنے کے بدلے تم کو جنت میں ایک درجہ ملے گا۔

پھر فرمایا:

جو بچوں کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک نہیں کرتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

پیارے بچو! ایک موقع پر آپؐ نے بچوں کو جنت کی خوشبو بھی قرار دیا۔

(ترمذی)

آپؐ اپنے نواسوں کو مسجد میں لے جاتے اور ان کو مسجد کے آداب بھی بتاتے۔

آپؐ نے اپنے نواسوں کے متعلق ایک دفعہ فرمایا کہ اے اللہ! مَیں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے محبت کرے ان سے محبت کا سلوک فرما۔ بلکہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت حسنؓ کو حضورؐ اپنی ران پر بٹھا لیتے اور فرماتے۔ اے اللہ! مَیں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں تو ان سے محبت کر۔

(بخاری)

ایک دفعہ ایک عورت نے اپنے بیمار بچے کے ساتھ حضورؐ کے دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ حضور! یہ بچہ بے شمار بیماریوں میں مبتلا ہے دُعا کریں کہ مر جائے تا اسے تکلیفوں سے نجات ملے۔ ماں سے بڑھ کر شفیق

وجود نے فرمایا۔ کیا مَیں یہ دعا نہ کروں کہ تیرا بچہ تندرست ہو جائے اور بڑا ہو کر جہاد میں شریک ہو اور شہادت کا درجہ پائے؟ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ ایک صحابیؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضورؐ! میری جھولی میں پرندوں کے دو بچے اور ان کی ماں ہے۔ مَیں نے آج پرندوں کے دو بچوں کو پکڑ کر جھولی میں ڈال لیا تو ان کی ماں سر پر منڈلانے لگی۔ جب مَیں نے جھولی کھولی تو وہ ماں ان بچوں کی محبت میں سیدھی میری جھولی میں آگری۔ مَیں نے اس کو بھی بند کر لیا۔ آپؐ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو۔ خدا ان بچوں کی ماں سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرنے والا ہے۔

(الادب المفرد)

پیارے بچو! حضرت انسؓ آپؐ کے خادم تھے۔ جن سے آپؐ بہت شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے۔ آپؓ کہا کرتے تھے کہ 10 سال تک مَیں حضورؐ کی خدمت میں رہا۔ حضورؐ نے مجھے کبھی نہ ڈانٹا، نہ میری کسی کوتاہی، غلطی اور کمزوری پر سرزنش کی۔

ایک دفعہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بچپن میں چوٹ لگ گئی۔ آپؐ خود ان کا خون صاف کرتے جاتے اور فرماتے کہ اگر اسامہ بیٹی ہوتی تو مَیں ضرور اِسے زیور پہناتا (بچیوں سے پیار کا سبق ہے)

(مسند احمد)

ایک یہودی لڑکا جو حضورؐ کا خادم تھا ایک دفعہ بیمار ہوا تو حضورؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور حال احوال پوچھا (بخاری) اس میں سبق ہے کہ بلا تمیز مذہب، رنگ و نسل عیادت کرنا بھی سنت رسولؐ ہے۔

ایک جنگ میں مشرکین کے چند بچے مارے گئے۔ حضورؐ کو علم ہوا تو آپؐ کو اِس کا بہت رنج اور دکھ ہوا اور آپؐ صحابہ سے ناراض بھی ہوئے اور فرمایا خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا کی ہی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل)

بھائیو اور بہنو! یتیم بچے قوم کا نہایت قیمتی خزانہ ہوتا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ان کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آنے اور حُسنِ سلوک روا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خود بھی یتیم تھے فرمایا کہ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ

(ترمذی)

کہ مَیں اور یتیم کی پرورش کرنے والا مسلمان جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے جس طرح یہ میری دو انگلیاں (آپؐ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر دکھلایا)
پھر فرمایا کہ جو شخص اپنے کھانے پینے میں یتیم کو شامل کرے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

(مسلم، کتاب الذھد)

پھر فرمایا یتیم کا مال کھانا ہلاکت کا موجب بنتا ہے۔

(النسائی)

حضرت انسؓ (خادم رسولؐ) کو نماز پڑھتے دیکھ کر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:
"نماز میں اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھا کرو اور اِدھر اُدھر نہ دیکھا کرو۔"

(مشکوۃ)

افلح نامی ایک مسلمان بچہ نماز میں سجدے میں پھونکیں مار رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے افلح! نماز میں پھونکیں نہ مارا کرو۔ منہ کو مٹی لگتی ہے تو لگنے دو۔

(مشکوۃ)

حضرت عبد اللہؓ (حضورؐ کے چچازاد بھائی) ایک دفعہ بچپن میں نماز تہجد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا۔

(مشکوۃ)

اور یوں خاموشی کے ساتھ بچوں کو امام کے دائیں ہاتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کی ہدایت فرما دی۔

پیارے بچو! عمرؓ نامی ایک بچہ کھانے کے وقت سالن کے پیالے میں اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہا تھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ بچے! اللہ کا نام لے کر شروع کیا کرو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھایا کرو۔ (مشکوۃ)

یہی ہدایت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی سلمہؓ کو بھی ان الفاظ میں فرمائی اُدْنِ یَابُنِ بِسْمِ اللّٰہِ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ

(ترمذی)

کہ اے بیٹے! قریب آجاؤ اور اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو اور دائیں ہاتھ سے اپنے آگے سے کھاؤ۔

ایک دفعہ ایک بچہ کھجور کے درخت سے کھجوریں گرانے کے لئے پتھر مار رہا تھا۔ آپؐ نے اسے پکڑ کر فرمایا کہ اے بچے! جو کھجوریں از خود گر گئی ہوں ان کو بے شک اُٹھا لیا کرو مگر پتھر نہ مارا کرو۔

ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے بچپن میں صدقہ کی کھجور اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لی۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلی سے حضرت حسنؓ کے منہ سے کھجور کو نکال کر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

(مشکوۃ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جب حضورؐ کے گھر آتیں تو آپؐ احتراماً اُٹھ کر استقبال کرتے۔ خوش آمدید کہتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے۔

(الادب المفرد)

حضورؐ جب بھی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کو اُن کے گھر جا کر ملتے۔

(مشکوۃ)

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں۔ اور حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی جو آپؓ نے اس ماں کو دے دی۔ ماں نے اس کے دو ٹکڑے کر کے آدھی آدھی دونوں بچیوں کو دے دی اور خود نہ کھائی۔ جب حضرت عائشہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا:

عائشہ! جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔

(مشکوۃ)

گویا بچیوں (جو کل کی مائیں ہیں) کی احسن تربیت جنت کے حصول کا ضامن بنا دیتی ہے۔

بچوں کی تربیت کے حوالہ سے آنحضورؐ کی والدین اور بزرگوں کو نصائح

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اولاد کے حوالہ سے بعض نصائح فرمائی ہیں۔ جن پر تعمیل ہمارے بہت ہی پیارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر خود بھی فرمائی اور صحابہؓ سے بھی کروائی۔ جیسے اولاد کو دینی تعلیم اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنے کے لئے والدین کو یہ دُعا سکھلائی:

قَالَ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ (ال عمران:39)

اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریت عطا کر۔ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔

اولاد ہو جانے کے بعد اولاد کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھنے کے لئے یہ دُعا سکھلائی:

قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰهُ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚؕ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡكَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الاحقاف:16)

اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی پیدائش پر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے کی تلقین فرمائی۔ جس سے "اُم الصبیان" (اس میں بچوں کو سوکھے کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور بچہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے. عموماً تشنج کا دورہ پڑتا ہے۔) کی بیماری نہیں ہوتی۔

(الجامع الصغیر)

ان الفاظ سے قرآنی تعلیم کا خلاصہ بچے کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے گویا بچے کے دل میں تعلیم کا پختہ نقش قائم ہو جاتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے متعلق فرمایا:

اَلۡاَذَانُ یَتَرَدَّدُ الشَّیۡطٰنُ

(بخاری)

کہ اذان شیطان کو دھتکار کر دیتی ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے خود بعض بچوں کو گھٹی (بعض لوگ اسے گڑھتی بھی کہتے ہیں) دے کر دعا کی تا کہ بچے پر نیک اور اچھا اثر پڑے۔ اسی سنت کے تتبع میں خاندان اور معاشرہ میں نیک صالح شخص سے گھٹی دلوائی جاتی ہے۔

پھر سات دن کے ہونے پر لڑکے کی صورت میں دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کا ارشاد ہے۔ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کا ختنہ بھی کرایا جائے۔

(زادالمعاد)

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ اس سے پہلے بچے کو نماز کے الفاظ اور دُعائیں یاد کروادینی چاہیں اور جب بڑا ہو جائے اور باہر چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے تو پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فحشاء و منکر سے بچانے کے لئے ہدایت دی کہ مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءَ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَاءَ عِشْرِیْنَ وَفَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ

(ابوداؤد)

کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم دو اگر تین سال کی کوشش کے بعد بھی نماز نہ پڑھے تو اس کو سرزنش کی جائے اور دس سال کی عمر میں اس کو علیحدہ سلائیں اور جب بڑا ہو جائے تو اس کو گھر میں اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اُسے لا الہ الا اللہ سکھادو...... اور جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کا حکم دیں۔

(زادالمعاد)

پیارے بچو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے وقت یہ عہد بھی لیتے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو روحانی طور پر قتل نہیں کریں گی اور ان کی احسن طریق سے تربیت کریں گی اور ان کے اخلاق وعادات کو اسلامی شعار کے مطابق ڈھالیں گی۔

حتی کہ حضورؐ نے عورتوں یعنی ماؤں کو ایسی حالت میں روزے رکھنے سے منع فرمایا جب وہ بچوں کو دودھ پلا رہی ہوں یا حاملہ ہوں تا ان کی صحت قائم رہے اور کوئی بُرا اثر بچے کی صحت پر نہ پڑے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق و خلع کو ناپسند فرمایا اور اِسے اَبْغَضُ الْحَلَالِ قرار دیا۔ کیونکہ طلاق یا خلع سے بچے جہاں بٹ جاتے ہیں وہاں ان کی تربیت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے نئے پھولوں اور کلیوں کی تربیت کے لئے والدین کو ہدایت فرمائی کہ بیٹے کا حق اس کے باپ کے ذمے یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھیں، اس کا عمدہ ٹھکانہ بنائے اور پسندیدہ آداب سکھلائے۔

فرمایا: اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ کیونکہ تمہارا یہ فعل روزانہ ایک صاع صدقہ کے برابر ہے۔

نیز ترمذی کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ یعنی باپ اپنے بیٹے کو نیک آداب سکھانے سے بہتر کوئی چیز نہیں دیتا۔

والدین کو ہی بچوں کی تربیت کے ذمہ دار قرار دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهِ اَوْ یُنَصِّرَانِهِ اَوْ یُمَجِّسَانِهِ

(بخاری کتاب الجنائز)

کہ ہر بچہ فطرت اسلام (فطرت صحیحہ) پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین ہی اُسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں یعنی بچہ والدین کے نمونہ کو اخذ کرتا ہے۔ بچہ اپنے والدین سے ہی سب سے پہلے سیکھتا ہے اس لئے والدین کو اپنا نمونہ درست رکھنا چاہیے۔

بھائیو اور بہنو! والدین کو ہدایت دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کی ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ یہ تین خوبیاں بطور عادت و خصلت ان میں راسخ ہو جائیں۔

- اپنے نبی سے محبت
- اہل بیت سے محبت
- تلاوت قرآن اور اس سے محبت

پھر فرمایا:

اَعِیْنُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلَى الْبِرِّ

(الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

کہ نیکی کے کاموں میں اپنے بچوں کی مدد کیا کرو۔

پھر فرمایا:

دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ کَدُعَاءِ النَّبِیِّ لِاُمَّتِہٖ

(الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

کہ باپ کی دُعا اپنے بچے کے حق میں ایسے ہی مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے جیسے نبی کی دُعا اپنی امت کے لئے۔

اپنی اولاد کا واجبی احترام کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَھُمْ

(ابن ماجہ)

کہ والدین اپنی اولاد کے ساتھ نرمی و ملاطفت اور درگزر کا سلوک کریں۔ ان کا واجبی احترام کریں اور ان کو آداب سکھلائیں۔

یہی ہدایت ابن ماجہ میں ان الفاظ میں بھی ملتی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! اپنے بچوں کی عزت کیا کرو کیونکہ ان کی عزت کرنا دوزخ کا پردہ ہے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(نوٹ: اِس تقریر کی تیاری میں لجنہ اماء اللہ کراچی کی شائع شدہ کتاب ”حضرت رسول کریمؐ اور بچے“ سے استفادہ کیا گیا ہے۔)

﴿3﴾ ﴿مشاہدات۔251﴾

رحمۃ للعالمینؐ اور عالَمِ اَطفال

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108)

اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔

بدر گاہِ ذی شانِ خیر الانام
شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام
یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام
کہ اے شاہ کونین عالی مقام
عَلَیکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیکَ السّلام

حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جگہ ایک محفل میں یہ طے پایا کہ حاضرین میں سے ہر ایک اپنے فہم اور علم کے مطابق "محسنِ اَطفال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کی ایک خوبی یا آپؐ کی ایک ایسی بات جو مقرر کو پسندیدہ معلوم ہو وہ جلسہ میں بیان کرے۔ بشرطیکہ وہ بات بچوں سے متعلق ہو۔ آج خاکسار اپنی تقریر میں اِس مبارک محفل میں شامل 20 مقررین کی آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر 20 واقعات رکھنا چاہتا ہوں جو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مرتب فرمائے۔

سامعینِ مکرم! سب سے پہلے صدرِ محفل نے کہا کہ آپؐ کی پیدائش 570 عیسوی میں عرب کے ملک میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔ آپؐ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔ آپؐ کا نام آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے محمدؐ رکھا۔ آپؐ کی پیدائش سے چند روز پہلے آپؐ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ میرے اندر

سے ایک نہایت چمکدار نور نکلا ہے جس سے دور دراز تک کے ملک روشن ہو گئے ہیں۔ آپؐ کی پیدائش سے کچھ دنوں پہلے ہی آپؐ کے والد عبد اللہ فوت ہو گئے اور اس طرح آپؐ یتیمی کا داغ لے کر ہی دنیا میں داخل ہوئے۔ پیدائش کے بعد آپؐ کو حلیمہ دائی کے سپرد کر دیا گیا۔ جو مکہ سے باہر کئی کوس میں رہا کرتی تھیں۔ 5 سال تک آپؐ نے وہیں پرورش پائی۔ اس عمر میں آپؐ نے ایک دن دیکھا کہ دو فرشتے آئے انہوں نے پکڑ کر آپؐ کو لٹا دیا اور سینہ چاک کر کے دل کو صاف کیا۔ یہ نظارہ کشفی تھا۔ جسے دیکھ کر اور سن کر وہ لوگ ڈر گئے اور دائی نے آپؐ کو مکہ میں لا کر آپ کی والدہ کے سپرد کر دیا۔ اس دائی اور اس کے خاندان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر خیال رکھا اور ہمیشہ جب ملتے بہت اچھا سلوک فرماتے۔ حنین کی لڑائی کے بعد اس کے قبیلہ کے چھ ہزار قیدیوں کو اسی رشتہ کی خاطر آزاد کر دیا۔ آپؐ چھ سال کے تھے کہ آپؐ کے چچا ابو طالب نے آپؐ کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ غرض آپؐ کی بچپن کی عمر صدموں اور یتیمی کے مصائب میں ہی گزری۔ ذرا بڑے ہوئے تو اجرت پر مکہ کے لوگوں کی بکریاں چرانے لگے۔ گیارہ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ایک تجارت کے قافلہ کے ساتھ شام کی طرف بھی گئے۔ وہاں ایک عیسائی درویش نے آپؐ کے بعض حالات دیکھ کر یہ خیال کیا کہ یہی شخص بڑا ہو کر وہ نبی بننے والا ہے جس کا ہمیں انتظار ہے۔ اس پر اس نے آپ کے چچا کو تاکید کی کہ وہ آپؐ کی حفاظت کریں اور یہودیوں کی شرارتوں سے ان کو بچائیں۔ آپؐ کے چچا ابو طالب کا بیان ہے کہ مَیں نے کبھی آپ کو بچپن میں بھی جھوٹ بولتے یا بے ہودہ ہنسی اور بے وقوفی کا کام کرتے یا آوارہ لڑکوں کے ساتھ پھرتے نہیں دیکھا۔ اسی طرح سوال کرنا آپ کو اتنا ناگوار تھا کہ کھانا بھی مانگ کر نہ کھاتے تھے۔ گھر والے دے دیتے تو کھا لیا کرتے تھے۔

بچپن کے حالات تو مختصراً یہ ہیں۔ بڑے ہو کر 40 سال کی عمر میں دنیا کی ہدایت کے لیے خدا کی طرف سے مقرر کئے گئے۔ 13 سال مکہ میں رہے۔ پھر دشمنوں نے وہاں سے نہایت تنگ کر کے نکالا تو مدینہ میں پناہ لی۔ 10 سال وہاں رہ کر 63 سال کی عمر میں وفات پائی۔ صدرِ محفل کے بعد پہلا مقرر یوں گویا ہوا۔

صاحبان! میرے نزدیک ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان احسان یہ ہے کہ آپؐ نے دختر کشی کی رسم کو دنیا سے دور کیا۔ یہ رسم نہ صرف عرب میں تھی بلکہ ہندوستان میں بھی موجود تھی۔

مفلسی یا غیرت یا رسم و رواج کی وجہ سے معصوم بچیوں کو نہایت ظلم سے زندہ در گور کر دیا جاتا تھا اور پھر اس پر فخر کیا جاتا تھا۔ میرے نزدیک آپؐ کا یہی ایک احسان ہم پر ایسا وزنی ہے کہ ہم اس کے بوجھ سے سر نہیں اٹھا سکتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرا مقرر یوں رطب اللسان ہوا۔ صاحبان! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت کو منع فرما کر نسلِ انسانی پر بڑا احسان کیا ہے۔ آپؐ سے پہلے دوسرے مذاہب اس پر بڑا زور دیتے تھے۔ اس سے نہ صرف یہ نقصان تھا کہ قوم کے ایک حصہ کی نسل نہ چلتی تھی بلکہ بہت بڑا نقصان یہ بھی تھا کہ بہترین حصہ کی نسل ضائع ہو جاتی تھی۔ کیونکہ راہب وہی لوگ بنتے تھے جو نیک، عقلمند اور بزرگ ہوتے تھے۔ یعنی وہ لوگ جو ریاضتیں اور عبادتیں کر کے اپنے اخلاق اور عادات کو نہایت درجہ درست کر لیا کرتے تھے اور بڑے اخلاق اور عادات اور خیالات سے پاک ہو اس بات کے لائق ہو جاتے تھے کہ بہترین نسل انسانی کے باپ بنیں اور اپنی خوبیاں آگے چلائیں سو یہی وجہ ہوئی کہ رفتہ رفتہ ان مذاہب میں سے نیک لوگ مفقود ہوتے چلے گئے۔ بر خلاف اس کے اسلام میں رہبانیت منع ہونے کی وجہ سے مسلمانوں میں برابر نیک اور بزرگ اور پاک لوگ پیدا ہوتے ہیں اور پھر ویسی ہی نیک نسل آگے بھی چلاتے ہیں۔ دیکھو! میرے پر دادا ایک ولی اللہ تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح حکم اس بارہ میں نہ ہوتا تو دیگر عام اہل مذاہب کی طرح وہ نکاح نہ کرتے نہ اولاد کے لئے کوشش کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ آج میرا وجود دنیا میں نہ ہوتا۔ اس لئے مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہی پڑھتا رہتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تیسرے شخص نے اٹھ کر کہا کہ صاحبان! میں آنحضرتؐ سے اس لئے محبت رکھتا ہوں کہ صرف انہوں نے ہی ایسی دعائیں اور طریقے سکھائے ہیں جن سے آئندہ آنے والی اولاد نیک اور پاکیزہ ہو سکتی ہے۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ آپؐ نے حکم دیا ہے کہ خاوند اور بی بی اگر اولاد کے ہونے سے پہلے یہ دعا کیا کریں۔ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا مِنَ الشَّیْطَانِ وَ جَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی اے اللہ! ہم کو شیطان سے بچا اور جو اولاد ہماری اب ہونے والی ہے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بچے میں جو ایسی دعاؤں کے بعد پیدا ہو شیطنت اور گندی باتیں نہیں ہوتیں اور وہ نیک بچہ ہوتا ہے۔ پس ایسا شخص جو

اپنی امت کے بچوں کا اتنا خیر خواہ ہو کہ وہ نیک ہو جائیں اور پھر ان کے لئے دعا کا حکم ماں باپ کو دیتا ہو۔ میں ایسے شخص کو بچوں کا بڑا بھاری محسن مانتا ہوں اور کہتا ہوں کہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سامعین! چوتھے شخص نے کہا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں کا محسن اس وجہ سے بھی مانتا ہوں کہ آپؐ نے ختنہ کا رواج اپنی امت میں جاری کیا۔ میرے ابّا ڈاکٹر ہیں۔ وہ اکثر سنایا کرتے ہیں کہ ختنہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں میں بعض بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بعض بچوں میں بعض اخلاقی عیب بھی ختنہ نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کا یہ احسان مانتا ہوں اور کہتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! پانچویں دوست نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں پر احسان کا ذکر یوں کیا۔ میں اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں۔ کھانے پینے اور آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ مگر ان کی عزت نہیں کرتے۔ بچوں کو ہمیشہ ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ جو شخص بچوں کی عزت کرے گا وہ ان میں ادب اور لیاقت اور خودداری پیدا کرے گا۔ ان کو تعلیم بہتر سے بہتر دے گا۔ ان کو عقل سکھائے گا۔ ان کو حیوان نہیں سمجھے گا۔ بلکہ انسان کا سلوک ان کے ساتھ کرے گا۔ پس میں اس عزت کی وجہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو دی ہے آپؐ سے محبت کرتا ہوں اور دل و زبان سے کہتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجہ سے بھی عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ آپؐ نے چھوٹے بچوں کو بھی والدین کے ورثہ کا مالک قرار دیا ہے۔ آپؐ سے پہلے عرب میں یہ دستور تھا کہ بڑے لڑکے ساری جائداد لے کر الگ ہو جاتے اور چھوٹے بھوکے مرتے پھرتے۔ اب بھی یورپ میں بڑا لڑکا ساری جائداد کا وارث بن جاتا ہے اور چھوٹے اس کے دست نگر ہوتے ہیں یا فاقہ کشی کرتے ہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا احسان ہے کہ آپؐ نے ساری اولاد کو والدین کا وارث بنایا اور ان میں تفریق نہ کی۔ چونکہ میں بھی اپنے بہن بھائیوں میں چھوٹا ہوں اور والدِ مرحوم کے ورثہ کے برابر کا حقدار ہوں۔ اس لئے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی احسان سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! ساتویں دوست نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان احسان یہ بیان کرتا ہوں کہ آپؐ نے نہایت تاکید کی ہے کہ اپنی لڑکیوں کی تربیت اچھی کرو اور ان کو علم پڑھاؤ تاکہ آئندہ نسلیں اچھی پیدا ہوں اور نیک تعلیم یافتہ مائیں اپنی اولاد کو عمدہ شہری اور با اخلاق انسان بنا سکیں۔ میرے نانا بڑے دیندار اور حدیث پر عمل کرنے والے آدمی تھے۔ اس حکم کو پڑھ کر انہوں نے میری والدہ یعنی اپنی بیٹی کی خاص طور پر تعلیم و تربیت کی اور اب میری والدہ نہ صرف میرے لئے باعثِ رحمت ہیں بلکہ محلہ کے بہت سے بچوں کو علم کی دولت سے مالا مال کر رہی ہیں۔ چونکہ یہ مجھ پر بھی احسان ہے۔ اس لئے میں دل سے آپؐ پر درود بھیجتا ہوں اور عرض کرتا ہوں۔ اللھم صلی علی محمد وبارك وسلم

آٹھویں دوست نے کہا۔ **صاحبان!** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر یہ احسان ہے کہ پیدائش کے بعد بھی آپؐ نے بچوں کی بہتری کے لئے امت کو دعائیں کرنے کا حکم فرمایا ہے اور بعض دعائیں خود سکھائی ہیں۔ میرے ابا جان جب دعا کرتے ہیں تو ہم سب بھائی بہنوں کے لئے بھی اس وقت وہ دعا کرتے ہیں اور ہم لوگ ان دعاؤں کا اثر اپنی طبیعت اور دل پر محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ دعا کیا کرتے ہیں کہ وَّاجۡنُبۡنِیۡ وَبَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ کہ اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی اور شرک سے بچا۔ رَبَّنَا وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ کہ اے رب! میری اولاد میں ہمیشہ تیرے فرمانبردار لوگ پیدا ہوتے رہیں۔ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ کہ اے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز کی باقاعدہ پابندی کی توفیق دے۔ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا کہ اے رب! ہماری بیبیاں اور بچے ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہم کو پرہیز گاروں کا لیڈر بنا دے۔ غرض یہ دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مسلمانوں کو سکھائی گئیں اور جنہیں اپنے بچوں کے لئے اکثر مسلمان توجہ اور دردِ دل سے مانگتے ہیں۔ یہ آپؐ کا ہم پر بڑا احسان ہے اور آپؐ اس بات کے مستحق ہیں کہ ہم لوگ بھی کہا کریں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! نویں دوست بولے۔ میں ایک یتیم لڑکا ہوں اور مجھ پر آپ لوگوں سے بھی زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے۔ میرا متولی جو میری پرورش کرتا ہے وہ ایک نیک آدمی ہے اور مجھے اپنے بچوں

کی طرح رکھتا ہے۔ جب کوئی شخص گھر میں سے مجھے ستاتا ہے تو میر امربی فوراً ان کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو قرآن میں حکم ہے۔ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَنْھَرْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یتیم کی دلجوئی کرو۔ أَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ کَھَاتَیْنِ کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والے جنت میں ساتھ ساتھ ہوں گے۔ پس آپ کی تعلیم اور فرمان کی وجہ سے مجھے اس کے پاس سے سب آرام مل رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیم پروری مشہور ہے۔ وہ دُرِّ یتیم خود بھی یتیمی کی مصیبتوں میں گزر چکا تھا۔ تمام دنیا کے یتیموں کا محسن۔ صلی اللہ علیہ وسلم

سامعین! میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک احسان سناتا ہوں جو ہم لڑکے لڑکیوں پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِیَتِہٖ ۔یعنی اے لوگو! تم میں سے ہر شخص نگران اور گلہ بان ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کا خدا کے روبرو جواب دہ ہے۔ اس ارشاد سے آپؐ نے ہر ماں، ہر باپ، ہر بھائی، ہر چچا، ہر دادا، خاندان کے ہر بڑے بزرگ اور ہر استاد کے ذمہ یہ لگا دیا ہے کہ تم بچوں کے اخلاق اور عادات اور نگرانی اور تعلیم کے خدا کے روبرو ذمہ دار ہو۔ تم سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں ان میں فلاں بدی پیدا ہوئی اور کیوں فلاں نیکی ان میں موجود نہیں اور کیوں باوجود اہلیت کے فلاں قسم کی ترقی انہوں نے نہیں کی اور کیوں باوجود مقدرت کے تعلیم ان کے مناسب حال ان کو نہیں دی گئی۔ غرض یہ ذمہ داری جو آپؐ نے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ والدین اور بزرگوں پر لگائی ہے ۔ اس میں تمام بچوں کا فائدہ اور بہبودی ہے۔ پس اس جامع اور دائمی حکم کی وجہ سے ہم سب آپؐ کے احسان کے بوجھ کے نیچے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحبان! گیارہواں شخص بولے۔ میں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور احسان بیان کرتا ہوں جو نہ صرف عام ہے بلکہ مجھ پر بھی خاص ہے۔ وہ یہ کہ آپؐ نے متبنّٰی بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کے لڑکے کو اپنا بیٹا نہیں بنا سکتا۔ مجھے تو اس سے یہ فائدہ پہنچا ہے کہ میرے چچا بڑے مالدار آدمی ہیں۔ ان کی کوئی اولاد نہیں۔ ان کی بیوی نے بہت چاہا کہ کسی طرح اپنی برادری کے ایک لڑکے کو بیٹا بنا لیں اور سب جائداد اس کے نام لکھ دیں اور شرعی وارثوں کو محروم کر دیں۔ مگر میرے چچا مسلمان آدمی ہیں۔ انہوں نے بہت سے مولویوں سے فتویٰ لیا۔ مگر کسی نے اجازت نہ دی اور یہی کہا کہ

اسلام میں متبنیٰ ناجائز ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے کسی کو متبنیٰ نہیں کیا اور ہم جو ان کے جائز وارث ہیں اپنے حقوق سے محروم نہیں ہوئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! محفل میں موجود ایک اور شخص نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ذکر سنا ہے اور اس کی وجہ سے مجھے آپؐ سے بہت محبت پیدا ہوئی۔ وہ آپؐ کا ایک حکم ہے۔ جو کمال عدل اور انصاف پر مبنی ہے۔ ایک صحابی نے اپنے ایک لڑکے کو کچھ مال دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا کہ یا حضرت! آپ گواہ رہیئے۔ میں نے اپنا یہ مال اس بیٹے کو دے دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اتنا ہی مال اپنے دوسرے سب بچوں کو بھی دیا ہے یا نہیں ؟ ان صحابی نے کہا کہ حضرت نہیں صرف اسی کو دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر میں ظلم کے کام پر گواہ نہیں بنتا۔ اب دیکھو! اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ بچوں پر ان کے والدین سے زیادہ مہربان تھے۔ آپؐ اس بات کو ظلم قرار دیتے ہیں کہ کسی خاص بیٹے کو کچھ دیا جائے اور دوسروں کو اتنا نہ دیا جائے۔ دنیا میں بہت سے ماں باپ ایسے ظلم میں مبتلا ہیں اور ان کے خیال میں بھی کبھی نہیں آتا کہ ہم دوسروں کی حق تلفی کر رہے ہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنہوں نے دنیا کو ایسے ظلموں سے آگاہ کیا۔

میری والدہ فوت ہو چکی ہیں۔ ہمارے والد کی دوسری شادی سے میرے دو بھائی ہیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ جائداد دوسری بیوی کے بچوں کے نام ہبہ کر دیں۔ مگر خدا بھلا کرے ایک مولوی صاحب کا جنہوں نے ان کو یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سنایا۔ سن کر انہوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا اور اب کہتے ہیں کہ میں سارے لڑکوں کو برابر کا حصہ لکھ دوں گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! آپ جانتے ہیں کہ میں ایک دکان پر ملازم ہوں۔ غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ قریباً روز مار کھاتا ہوں اور جھڑکی یا جرمانہ تو معمولی بات ہے۔ ایک دن مسجد میں وعظ ہو رہا تھا۔ میں نے وہاں سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکا خادم تھا۔ اس کا نام انس تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں 10 برس کا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری والدہ نے مجھے چھوڑا اور قریباً آٹھ برس یعنی آپؐ کی وفات تک میں آپؐ کے پاس رہا۔ مگر اس سارے عرصہ میں کبھی آپؐ نے مجھ سے یہ نہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔ میں آپؐ کا یہ حال سن کر حیران ہی ہو گیا کہ ایک میں ہوں کہ دن بھر میں آٹھ دفعہ اپنے

آقا سے پٹتا ہوں اور ایک وہ آقاؐ ہے کہ جس کے نوکر نے 8 سال میں ایک دفعہ ہوں بھی نہیں سُنی۔ میرے دل میں آپؐ کی نسبت بے اختیار محبت اور عزت کا جذبہ پیدا ہوا۔ میری آنکھوں میں اس وقت آنسو تھے اور میری زبان پر تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! جب چودھویں دوست کو اپنے جذبات کے اظہار کے لئے بلایا گیا تو وہ یوں گویا ہوئے۔ میں اپنی ماں کا اکیلا بچہ ہوں۔ میرے بعد تین بہن بھائی اور پیدا ہوئے۔ مگر سب فوت ہوگئے۔ آخری بچہ جو میرا بھائی تھا وہ حال ہی میں فوت ہوا۔ میری ماں کو ان پے دَرپے موتوں سے سخت صدمہ پہنچا۔ وہ ہر وقت روتی رہتی تھیں اور غم کے مارے ان کا کھانا پینا تک چھوٹ گیا تھا۔ میں اپنی عقل کے موافق بہت تسلی دیتا اور ان کو کتابیں اور کہانیاں پڑھ کر سناتا اور ان کا جی بہلانے کی کوشش کرتا۔ اسی طرح ہمارے اور رشتہ دار بھی کوشش کرتے۔ مگر ان کا غم کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔ آخر ہمارے ایک بزرگ رشتہ دار ایک دن ہمارے ہاں تشریف لائے اور انہوں نے میری والدہ کے روبرو بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کے تین بچے چھوٹی عمر میں مر جائیں اور وہ صبر کرے تو اس کی جنت کی ضمانت میں لیتا ہوں۔ اس پر ایک بی بی نے پوچھا کہ یا حضرتؐ! جس کے دو مر جائیں آپؐ نے فرمایا۔ وہ بھی جنت میں جائے گی۔ پھر وہ بولی کہ حضرتؐ جس کا ایک ہی بچہ مرا ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ بھی۔ جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شفقت بھرا تسلی دینے والا کلام میری ماں نے سنا ہے۔ اس وقت سے ان کے دل کو صبر آگیا اور وہ حالت جاتی رہی اور ہم سب ان کے صبر کی وجہ سے شکر گزار ہیں۔ واقعی جیسا کہ پچھلے نوشتوں میں تھا سچی تسلی دینے والا یہی نبی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! پندرہواں شخص۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ جس سے آپؐ کی شفقت بچوں کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔ ایک دفعہ آپؐ کے پاس آپؐ کے خاندان کے بچے آئے۔ آپؐ نے ان کو اپنے ساتھ لپٹایا اور ان کو پیار کیا۔ ایک بدّو وہاں بیٹھا تھا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! ہم لوگ تو اپنے بچوں کو اس طرح پیار نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ بھائی! اگر خدا نے ہی تمہارے دلوں سے رحم کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! آپ جانتے ہیں کہ اکثر بچے جھوٹ بولتے ہیں اور بچپن کی عادت پھر بڑے ہو کر بھی نہیں چھٹتی اور یہ جھوٹ اکثر ماں باپ خود سکھاتے ہیں۔ پھر جب بچہ خوب جھوٹ بولنے لگتا ہے تو حیران ہو کر کہتے ہیں کہ خبر نہیں اسے جھوٹ کی عادت کس نے لگادی۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کے ہاں گئے۔ وہاں ان کی بی بی اپنے بچہ کو بلا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ یہاں آؤ۔ لو! میں تمہیں کچھ دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم اسے کیا دو گی؟ عرض کیا کہ چھوارہ۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم بچوں سے وعدہ کرو گی اور پھر ان کو کچھ چیز نہ دو گی تو ایک جھوٹ کا گناہ تمہارے اعمال نامہ میں لکھا جائے گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر والدین بچوں سے جھوٹ نہ بولیں تو دنیا میں جلد ایک راستباز قوم پیدا ہو جائے۔

صاحبان! 17 واں شخص بولا۔ ہماری ایک کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا ایک واقعہ لکھا ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بر خلاف اپنے زمانہ کے رواج اور اپنی قوم کی عادات کے آپؐ کس قدر حیادار اور شرم والے تھے۔ ایک دفعہ مکہ میں کعبہ کی مرمت پر شہر کے لوگ پتھر وغیرہ ڈھو رہے تھے۔ آپؐ بھی چند نو عمر لڑکوں کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ اس وقت ان سب نے اپنے تہ بند اتار دئے تھے اور ننگے یہ کام کر رہے تھے اور کپڑا اپنے مونڈھوں پر ڈال لیا تھا کہ پتھروں سے چھل نہ جائے۔ اس سارے گروہ میں صرف ایک ہی حیادار لڑکا تھا جو تہ بند باندھے تھا اور برہنہ نہ تھا اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک زمانہ میں عورتیں بھی نماز کے لئے آیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ میں نماز کو لمبی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر پیچھے سے کسی بچہ کے رونے کی آواز آجاتی ہے وہ سن کر میں نماز مختصر کر کے جلدی ختم کر دیتا ہوں تا کہ بچہ کو اور اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! اب باری تھی انیسویں بندے کی اُس نے کہا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ انسان پیدائشی گناہ گار ہے اور ہندو کہتے ہیں وہ اپنے پچھلے گناہوں کی سزا میں اس دنیا میں آیا ہے۔ بہر حال بچہ گناہ گار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصیبت کو ہم پر سے دور کیا اور فرمایا۔ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، یعنی ہر بچہ معصوم اور دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے

والدین یا مربی اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں ۔ یہ آپؐ کا ہم پر کتنا احسان ہے کہ انسانی بچہ کو بے گناہ اور فطری معصوم قرار دیا اور ہمیں بڑی ڈھارس دی کہ کفر اور گناہ دوسروں کے اثر اور صحبت سے پیدا ہوتا ہے۔ انسان کا اپنا خاصہ نہیں ہے اور اس طرح ہم کو اپنے پر اعتقاد پیدا کرا دیا اور ہدایت حاصل کرنے کا راستہ کھول دیا اور ایک مصیبت کا بوجھ جو دوسرے مذاہب نے ہمارے سر پر رکھا ہوا تھا اسے بالکل اتار کر پھینک دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! اب آخری مقرر کی باری تھی وہ بولا کہ مَیں اس حوالہ سے آخرۃ کا مضمون ہی بیان کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ جو بچے چھوٹے مر جاتے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟ آیا وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں ۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں ان کو موقعہ دے گا اور ان کے لئے وہیں نبی مبعوث کیا جائے گا پھر جو اس کو قبول کرلیں گے وہ جنت میں جائیں گے کیونکہ عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جب تک اتمامِ حجت نہ ہو اور جو چھوٹی عمر میں مر گیا اس پر اتمام حجت کہاں ہوئی ۔ پس یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ وہ اس جہان میں بھی نبی مبعوث کرے گا اور رحمت کا ہاتھ پھیلائے گا تا کہ لوگ نجات حاصل کر سکیں۔ یہ علم بھی ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہی سے حاصل ہوا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! صدرِ محفل نے جلسہ کا اختتام یہ کہتے ہوئے کیا کہ میں اپنے تین چار ساتھیوں کو جانتا ہوں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے سخت جسمانی نقصان پہنچ چکے ہیں۔ رام چندر کو ماسٹر نے ایک سخت مُکا منہ پر مارا۔ دو دانت نکل پڑے اور ہمیشہ کے لئے بد شکل ہو گیا اور الفاظ بھی صحیح نہیں بول سکتا۔ پال کو اس کے باپ نے تھپڑ مارا۔ کان کا پردہ پھٹ گیا۔ خون بہنے لگا۔ پھر پیپ آتی رہی۔ پھر بہرا ہو گیا۔ نتھو کو اس کے چچا نے منہ پر بید مارا۔ بد قسمتی سے آنکھ پر لگی۔ ڈیلہ پھٹ گیا۔ اب بچارا کانا ہو گیا ہے۔ رام سنگھ کو اس کے محلہ کے آدمی نے کئی تھپڑ اور مکے منہ پر مارے۔ دو سال اس واقعہ کو ہو گئے۔ دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ذہن کند ہو گیا ہے۔ عقل کم ہو گئی ہے ۔ پڑھا لکھا یاد نہیں رہتا۔ نہایت ذہین اور ہوشیار لڑکا تھا۔ جو بیوقوف اور کند ذہن ہو گیا اور دماغ مستقل طور پر خراب ہو گیا۔ یہ سب نتیجہ ہیں منہ پر مارنے کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کبھی چہرہ پر نہ مارو۔ پس اگر لوگ

اس ہدایت اور رحم کی تعلیم پر عمل کریں اور بچوں کے منہ پر نہ مارا کریں تو بہت سے حادثوں سے نجات ہو سکتی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تِری ایک ایک اَدا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ
تیری ہر آن پہ سو جان سے جاؤں واری
حُسنِ یوسُفؑ دمِ عیسیٰؑ ید بیضا داری
وانچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلَی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ

(اخبار الفضل قادیان 15 جون 1928ء)

﴿4﴾ ﴿مشاہدات۔81﴾

آنحضورؐ کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک

مدح حسن مصطفیٰ ہے ایک بحر بیکراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

میرے بھائیو اور بہنو! میری گزارشات کا عنوان ہے **"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک"**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ۖ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ

(ال عمران:160)

ترجمہ: پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تُند خُو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔ پس ان سے دَرگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تُو (کوئی) فیصلہ کرلے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

سامعین و سامعات! ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی سیرت کے حوالہ سے مختلف پہلو ہیں۔ اُن میں سے ایک پہلو بچوں اور بچیوں کے ساتھ پیار بھرا سلوک ہے۔ جس کو لوگوں کے سامنے اُجاگر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ بالعموم ہمارے معاشرے کے بزرگ اور عمر رسیدہ لوگ بچوں سے میل ملاقات رکھنا اور اُن کے ساتھ مِل جُل کر محفلوں میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بالا سمجھتے ہیں۔ اپنے بچوں کے ساتھ تو شاید مِل بیٹھیں لیکن معاشرے کے دوسرے بچوں کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی ہتک

محسوس کرتے ہیں اور ایسے بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار سے پیش آنے میں لیت و لعل کرتے ہیں خاص طور پر ہمارے ایشین معاشرے میں بچوں کو معاشرے کا حصہ بنا کر اُن کے سروں پر دست شفقت رکھنا اور اِن بچوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنا ایشین معاشرے کی قدریں اجازت نہیں دیتیں۔

مگر ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ یعنی خاندان کے بچوں اور بیرونِ خانہ معاشرے کے بچوں کے ساتھ نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے، اِن بچوں کو اپنے ساتھ بٹھاتے، اِن سے دینی و اسلامی باتیں کرتے، اِن کو کہانیاں سناتے اور اِن کے ساتھ کھیلتے بھی نظر آتے تھے۔ اب مَیں اپنی گفتگو کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آگے بڑھتا/بڑھتی ہوں۔ مَیں آغاز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونِ خانہ کے بچوں سے حسنِ سلوک سے کرتا/کرتی ہوں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں سے آپؐ کا پیار و محبت کا سلوک آتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زیر تربیت نواسوں کے لیے دعا کیا کرتے تھے کہ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا اے اللہ! اِن دونوں پر رحم فرمائیں بھی اِن سے نرمی کا سلوک کرتا ہوں اور ایک جگہ درج ہے کہ اے اللہ! مَیں اِن سے محبت کرتا ہوں تو بھی اِن سے محبت کر۔ آپؐ کے پاس جب بھی نیا پھل آتا تو آپؐ محفل میں موجود سب سے چھوٹے بچے کو ضرور دیتے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ”بچوں کو چوما کرو اس کے بدلہ میں تم کو جنت میں بدلہ ملے گا۔ جو بچوں کے ساتھ شفقت اور رحمت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔“

میرے بھائیو اور بہنو! ایک دفعہ آپؐ اپنے بچوں کو چوم رہے تھے تو ایک بدّو نے دیکھ کر کہا کہ اے رسول! میرے 10 بچے ہیں مَیں نے تو اِن کو کبھی نہیں چوما۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر ایک موقع پر فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بچوں سے حسنِ سلوک کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں 9 سال تک آپؐ کی خدمت میں رہا۔ آپؐ نے مجھے اِن دس سالوں میں ایک دفعہ بھی نہیں جھڑکا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب حسن خلقه صلی اللّٰه علیه وسلم)

حضرت انسؓ کو ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کہا اور وہ راستہ میں بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لے آئے اور انہیں کھیل میں مصروف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کام کے متعلق استفسار فرمایا۔

سامعین و سامعات! ایک دفعہ آپؐ کے نواسے نے کسی بچے کو اونٹ پر سوار دیکھ کر اپنے نانا سے کہا کہ اونٹ پر بیٹھنا ہے۔ آپؐ نے نواسے کو کندھے پر سوار کرکے اونٹ کی طرح چلنا شروع کر دیا۔ کسی نے دیکھ کر کہا کتنی پیاری سواری ہے تو آپؐ نے فرمایا ”سوار بھی کتنا پیارا ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے آپؐ کی نواسی امامہ بنت ابوالعاص آکر آپؐ کے کاندھوں پر چڑھ بیٹھی اور اِسی طرح ایک بار حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نماز کے دوران آپؐ کے کندھوں پر چڑھ گئے تو آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا اور بچوں کو نیچے نہ اُتارا اور نہ جھٹکا دیا۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنے ایک زانو پر بٹھا لیتے اور دوسرے پر حسنؓ کو۔ یعنی جب بیٹھے ہوتے تو ران پہ ایک طرف حضرت حسن کو بٹھا لیتے اور دوسرے پر مجھے پھر ہم دونوں کو اپنے سینے سے چمٹا لیتے اور فرماتے: ”اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا“ اے اللہ ان دونوں پر رحم فرمانا۔ میں ان دونوں سے شفقت رکھتا ہوں۔

(بخاری کتاب الادب باب وضع الصبی علی الفخذ)

خاندان سے باہر بچوں سے حسنِ سلوک

معزز بھائیو اور بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس پہلو کو آپؐ کے خاندان سے باہر دیگر بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار کو دیکھیں تو سب سے پہلے انسان کا دھیان اسلام آنے سے قبل کے اُس اندوہناک دَور کی طرف جاتا ہے جب بچیوں کو پیدائش کے معاً بعد زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ جسے محسنِ انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر منع فرمایا اور لڑکیوں کو معاشرے میں زندہ رہنے کا حق دیا۔

رکھ پیشِ نظر وہ وقت بہن، جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں، جب دنیا میں تو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا، خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی
وہ رحمتِ عالم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے

چونکہ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے اس لیے آپؐ کا لڑکیوں کے لیے بھی رحمت ہونا ضروری تھا۔ یوں آپؐ نے اُن کے حقوق کی بھی حفاظت فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اپنی اولاد کی عزت کرو" اور پھر ایک موقع پر فرمایا "باپ کا اپنی اولاد کو بہترین تحفہ اس کی تعلیم وتربیت ہے"

سامعین وسامعات! ایک دفعہ عید کے روز ایک مسلمان بچہ ایک ایسی جگہ افسردہ کھڑا تھا جہاں دیگر بچے عید کی خوشی کی وجہ سے کھیل کود رہے تھے اور اُن تحفوں کے بارے میں اظہارِ خیال کر رہے تھے کہ فلاں تحفہ فلاں نے دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؐ نے اِس بچے کو دیکھا کہ وہ اِن بچوں کو حسرت سے دیکھ رہا ہے کہ اِن کے ماں باپ ہیں اس لیے اِن بچوں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں تب آپؐ اِس بچے کو اپنے گھر لے گئے۔ نئے کپڑے دیے، نیا جوتا دیا اور فرمایا آج سے محمدؐ تمہارا باپ، عائشہؓ تمہاری ماں ہے اور فاطمہؓ تمہاری بہن ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں میں دوڑ کا مقابلہ کروایا کرتے تھے اور فرماتے تھے جو سب سے پہلے دوڑ کر مجھ تک پہنچے گا مَیں اُسے انعام دوں گا پھر جب بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے تو کوئی آپؐ کی پیٹھ پر چڑھ جاتا اور کوئی سینے پر۔ آپؐ اُن کو چومتے اور اُن کو اپنے ساتھ چمٹا لیا کرتے تھے۔

آپؐ کا پیار صرف مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ ہی نہ تھا۔ امت سے باہر بھی بچوں سے پیار سے پیش آتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ بچوں سے عزت واحترام کے ساتھ پیش آتے اور اُن کی ہر ممکن مدد اور دلجوئی کرنے کی کوشش کرتے۔ ایسا ہی ایک دفعہ ایک جنگ میں کچھ بچے مارے گئے۔ آپؐ نے افسوس اور دکھ کا اظہار فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ حضور! مشرکین کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا آخر معصوم تھے۔

میرے بھائیو اور بہنو! ایک دفعہ آپؐ کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں چھوٹی عمر کی ایک لونڈی بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ اُسے دیکھ کر افسردہ ہوئے۔ آپؐ نے اِس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ مالکہ نے دو درہم آٹا خریدنے کے لیے دیئے تھے جو لونڈی سے گم ہو گئے تھے۔ آپؐ نے اِس لونڈی کو دو درہم تھما دیئے۔ ابھی آپؐ واپس جانے لگے تو وہ پھر رونے لگی۔ آپؐ نے پھر رونے کی وجہ پوچھی تو لونڈی نے کہا کہ اب تاخیر ہونے کی وجہ سے مالکہ مجھے مارے گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس لونڈی کے ساتھ چل دیئے اور گھر چھوڑتے ہوئے مالکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے اس لونڈی پر ترس آگیا کہ تم اسے کہیں تاخیر ہونے کی وجہ سے مارنے نہ لگ جاؤ۔ اس پر مالکہ نے اِس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ جس پر آپؐ نے ایک گردن آزاد ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اُس اللہ کی تعریف کی۔

سامعین! مَیں اپنے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے پیار اور حسنِ سلوک کا کون کون سا واقعہ بیان کروں۔ آپؐ نماز پڑھاتے تو اگر کسی بچے کے رونے کی آواز آپؐ سُن لیتے تو نماز مختصر کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ اُس کا رونا اُس کی ماں پر گراں گزرتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کے اندر بچوں کے لیے ماں سے بھی بڑھ کر محبت والا دل تھا۔ آپؐ ایک دفعہ محفل میں صحابہ کے ساتھ دائرہ کی صورت میں بیٹھے تھے کہ دودھ آگیا آپؐ نے دائیں طرف صحابہ کو دینا چاہا تو دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا تھا جبکہ بائیں جانب حضرت ابو بکرؓ جیسے اجلّ صحابہ تھے۔ آنحضورؐ کی سنّت تھی دائیں جانب سے شروع کرنے کی۔ آپؐ نے چاہا کہ حضرت ابو بکرؓ کو پہلے دیا جائے مگر آپ نے دائیں طرف بیٹھے بچے سے اجازت لے کر حضرت ابو بکرؓ سے شروع فرمایا۔ میرے بھائیو اور بہنو! ایک روایت میں ہے بچے سے جب اجازت چاہی گئی تو اُس نے نہایت ادب واحترام سے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمدؐ سے عرض کی کہ حضور! یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ مَیں حضور کی دائیں جانب بیٹھا ہوں اِس لئے مَیں حضور کے تبرک سے فَیضیاب ہونے کا پہلے مستحق ہوں۔ حضورؐ نے وہ تبرک پہلے بچے کو دیا۔ اللہ اللہ! بچوں کی معاشرے میں اتنی عزت؟ اِس واقعہ کو ہم اپنے معاشرے میں بچوں کے ساتھ سلوک سے موازنہ کریں ہمیں دُور دُور تک اِس جیسا واقعہ دیکھنے کو نہ ملے گا۔ بلکہ اِس کے برعکس ہم بچے پر سختی کر کے ایک طرف کر دیں گے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد

بھائیو! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے مذاق اور مزاح کے ایک دو واقعات بیان کر دیتا / کر دیتی ہوں۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ سب سے زیادہ مزاح اور بے تکلفی کی باتیں کیا کرتے تھے۔

(دلائل النبوہ للبیہقی جلد اوّل صفحہ 331)

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے "اے دو کانوں والے" کہہ کر بلایا۔

(شمائل ترمذی)

اسی طرح حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا اس کا نام ابو عمیر تھا۔ اس کے پاس ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ وہ مر گئی۔ آپؐ آئے اور میرے بھائی کو افسردہ دیکھ کر ابو عمیر سے فرمانے لگے: یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر؟" یعنی اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟

(صحیح بخاری باب الانبساط الی الناس)

آپؐ اس بچے سے اس کی دلجوئی کے لیے پوچھا کرتے تھے۔

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

علیك الصلوٰة علیك السلام

سامعین! پس کل کے باپ بننے والے اِن ننھے ننھے بچوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منہ چومتے، سینے سے لگاتے، ان کی دلجوئی کرتے، ان کے لیے دعائیں کرتے ان کو اسلام کی باتیں سکھاتے اور اسی حسن سلوک کی وجہ سے بچے بھی آپؐ سے بے پناہ محبت کرتے تھے جب بھی آپؐ کو دیکھتے تو خوشی خوشی آپؐ کی طرف دوڑ کر چلے آتے اور آپؐ ان کو باری باری گود میں اٹھا کر پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ ہمیشہ بچوں کو پہلے سلام کرتے اور ان سے پاکیزہ مذاق بھی کرتے اور ان کو اچھی نیک باتیں بھی بتاتے۔

میرے بھائیو! یہ ہیں مختصر سے چند واقعات ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں سے پیار، محبت اور شفقت سے بھرے حسنِ سلوک کے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک

کا مظاہرہ کرنے والا بنائے جس طرح کا سلوک ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں سے کیا۔ جماعت کے بچے بھی ہمارے بچے ہیں ان کے ساتھ بھی پیار محبت اور شفقت کا سلوک روا رکھیں تا کہ وہ بھی آپ سے پیار کریں آپ کی عزت کریں اور آپ کی بتائی ہوئی نیک باتوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ هٰذِہٖ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

۞۞۞۞

﴿5﴾　﴿مشاہدات۔303﴾

قرآنِ کریم میری زندگی کا نُور ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمۡ بُرۡهَانٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا　(النساء:175)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک بڑی حجت آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن کر دینے والا نُور اُتارا ہے۔

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

پیارے اطفال بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ قرآنِ کریم میری زندگی کا نُور ہے۔

قرآن، اللہ کا کلام ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل ہوا اور اللہ کی آخری کتاب کہلایا۔ قرآن کے معنی ہیں۔ بار بار یا کثرت سے پڑھے جانے والا کلام اور ہمارے دینی معاشرے میں اس الٰہی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کے لیے اللہ باری تعالی کی کوئی نہ کوئی صفَت ساتھ لگاتے ہیں جیسے قرآنِ کریم، قرآنِ مجید، قرآنِ شریف، قرآنِ حکیم۔ زیر بحث عنوان میں ایک لفظ نُور ہے جس کے معنی بھی جاننے ضروری ہیں۔ نور، اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک صفَت ہے۔ اللہ تعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نُور فرمایا۔ اسی طرح اللہ تعالی نے اپنی پیاری کتاب قرآنِ مجید کو نُور فرمایا۔ نور کے معنی ہیں۔ روشنی، تجلّی، چمک، رونق اور اجالا۔

اطفال بھائیو! آج مجھے قرآنِ کریم کو نورِ الٰہی کے حوالے سے ذکر کر کے اِسے اپنے اندر اُتار کر نورٌ علی نور بننے یا ہونے کی کوشش کرنی ہے۔ جہاں تک قرآنِ کریم کے نور ہونے کا تعلق ہے۔ تقریر کے آغاز پر جس آیت کی تلاوت خاکسار نے آپ بھائیوں کے سامنے کی ہے اس میں قرآن کو نور کہا گیا ہے اور نور بھی

ایسا جو خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشن کر دینے والا ہے گویا کہ وہ ایک چراغ ہے جس سے دوسرا چراغ روشن ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم پر ایمان لانے یعنی اس کو سچا ماننے اور اس سے فائدہ اٹھاتے رہنے کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْر

پس اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے۔ اور اللہ اُس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

یہی وہ تین نور ہیں جن کا ذکر خاکسار اپنی تقریر کے آغاز پر کر آیا ہے۔ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی قرآن کو اپنے منظوم اور منثور کلام میں نور کا درجہ دیا ہے۔ تقریر کے آغاز پر جو شعر مَیں نے پڑھا اس میں کیا ہی عمدہ رنگ میں آپ علیہ السلام نے قرآن کو نور قرار دیتے ہوئے نورِ فرقان فرمایا ہے۔ فرقان، کتابِ الٰہی کا نام ہے۔ جس کے معنی حق و باطل میں فرق کر دینے کے ہیں۔ گویا قرآن ایسا نور ہے جو حق اور سچائی کو روشن سے روشن تر کرتا چلا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس شعر کے دوسرے مصرع میں نورِ فرقاں کو صرف ایک نور قرار نہیں دیتے بلکہ مختلف اور بے بہا نوروں کا بہتا ہوا انوار کا دریا قرار دیتے ہیں۔ اس کی مثال ہم قُمقُموں کے جھرمٹ سے دے سکتے ہیں جس سے ہال جگمگ جگمگ کرنے لگتا ہے۔ یہی سے میری تقریر کے عنوان کا آغاز ہوتا ہے جب مَیں یہ دیکھتا ہوں کہ ان قُمقُموں میں سے ایک قُمقُمہ میری ذات میں داخل ہو کر مجھے اندر اور باہر سے روشن کر رہا ہے۔ اس لیے برملا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآنِ کریم میری زندگی کا نور ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر ہماری جماعت قرآنِ کریم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو سارے مصائب آپ ہی آپ ختم ہو جائیں۔

(الفضل 9 دسمبر 1947ء)

پیارے بھائیو! اس مضمون کو ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبات بعنوان شرائط بیعت میں چھٹی شرط بیعت میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ رسم و رواج سے بچنا اور ہوا و ہوس سے بچنا اسلامی تعلیم کا حصہ ہے اور اس تعلیم کو سمجھنے کے لیے ہمارے لیے رہنما قرآنِ شریف

موجود ہے اور اصل میں تو اگر ایک مومن قرآنِ شریف کو مکمل طور پر اپنی زندگی کا دستور العمل بنائے تو تمام برائیاں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ کسی بھی قسم کے ہوا و ہوس کا خیال تک بھی دل میں نہیں ہوتا کیونکہ یہ وہ پاک کتاب ہے جو ایک دستور العمل کے طور پر شریعت کو مکمل کرتے ہوئے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاک دل پر نازل فرمائی۔

پیارے بھائیو! مَیں نے خصوصی طور پر پیارے خلیفہ کا یہ ارشاد آپ بھائیو کے سامنے رکھا ہے کہ جس طرح بلب کی روشنی ماحول کے اندھیروں کو دور کر دیتی ہے اِسی طرح قرآنِ کریم کی تعلیمات کی روشنی ہمارے دل اور جسم کے اندر اندھیروں کو پاٹ دیتی ہے اور کسی قسم کی برائی جیسے جھوٹ، نفرت، کبر وغرور، حسد، بغض و کینہ، غیبت، عیب جوئی، رسومات و بدعات الغرض ہر قسم کی برائی اور بدی کو ختم کر دیتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”قرآن شریف اپنی روحانی خاصیت اور اپنی ذاتی روشنی سے اپنے سچے پیروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کے دل کو منور کرتا ہے اور پھر بڑے بڑے نشان دکھلا کر خدا سے ایسے تعلقات مستحکم بخش دیتا ہے کہ وہ ایسی تلوار سے بھی ٹوٹ نہیں سکتے جو ٹکڑا ٹکڑا کرنا چاہتی ہے۔ وہ دل کی آنکھ کھولتا ہے اور گناہ کے گندے چشمہ کو بند کرتا ہے اور خدا کے لذیذ مکالمہ مخاطبہ سے شرف بخشتا ہے اور علومِ غیب عطا فرماتا ہے اور دعا قبول کرنے پر اپنے کلام سے اطلاع دیتا ہے۔“

(چشمہ معرفت از روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 308-309)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کے آخری حصہ پر ذرا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام کو سمجھ بوجھ سے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا کلام ایک قاری پر نازل ہوتا ہے۔ اس میں اُسی نور کی طرف اشارہ ہے جو ایک انسان کے اندر رہے۔ جس سے دوسرا نور روشن ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت ہم اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ یہ ایک لڑی ہے جس میں نور کے قُمقُمے پروئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم کے انوار سے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے دل روشن ہوئے یہ روشنی فیجِ اعوج کے دور میں بھی ایک دل سے دوسرے دل کو روشن کرتے ہوئے اس آخری دور میں داخل

ہوئی جہاں سے ایک رجلِ فارس نے اسی روشنی کو ہمارے دلوں میں جاگزیں کیا اور ہمارے آباواجداد میں داخل ہو کر یہ نور ایک سے
دوسرے کو روشن کرتے ہوئے ہم تک پہنچا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اس نور کو اپنی نسلوں اور پھر نسل در نسل روشن کرتے چلے جائیں تا آنکہ آخری روز بھی قرآن کا یہ نور ہمارے دلوں میں روشن ہو اور یہ نورِ فرقان اللہ تعالیٰ سے ہماری مغفرت اور معافی کی سفارش کر سکے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور اس کو حفظ کر لیا پھر اس پر عمل کرتے ہوئے اس قرآن کریم میں بیان شدہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا تو اللہ تعالی اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کو روز قیامت اس کے گھر کے ایسے دس افراد کے لیے شفاعت کا حق دیا جائے گا جن کے بارے میں جہنم میں ڈالے جانے کا فیصلہ ہو چکا ہو گا۔

(ترمذی کتاب فضائل القرآن)

آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تلاوت کرنے والوں کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔
دو آدمیوں پر رشک کرنا چاہیے ایک وہ جسے خدا قرآن کریم سکھائے اور وہ دن کے اوقات میں بھی اور رات کو بھی اس کی تلاوت کرے یہاں تک کہ اس کا ہمسایہ بھی اس سے متاثر ہو کر کہے کہ اے کاش! مجھے بھی اسی طرح قرآن آتا اور میں بھی ایسے ہی عمل کرتا۔

(بخاری کتاب الفضائل)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تلاوت فرماتے تو گھر کے افراد جمع ہو جاتے کتنے خوش قسمت گھرانے ہیں جو قرآن کی تلاوت سے گونجتے ہیں اور قبرستان نہیں بنتے اور ایک لَو سے دوسری لَو روشن کرتے چلے جاتے ہیں۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نور کے نام سے ایک سورت بھی نازل فرمائی اور سورہ فاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کو نور قرار دیا جو ہم سے پہلے کسی بھی نبی کو نہیں دیئے گئے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 24 ستمبر 2004ء کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

” ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں بس بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھنے کی عادت ڈالیں اور خود بھی پڑھیں ہر گھر سے تلاوت کی آواز آنی چاہیے۔“

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

(کمپوزڈ بائی: عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)

۞۞۞۞

﴿6﴾ ﴿مشاہدات۔549﴾

اللہ میاں کا خط ہے جو میرے نام آیا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ كَانَ مَشۡهُوۡدًا

(بنی اسرائیل:79)

سورج کے ڈھلنے سے شروع ہو کر رات کے چھا جانے تک نماز کو قائم کر اور فجر کی تلاوت کو اہمیت دے۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اس کی گواہی دی جاتی ہے۔

قرآں کتابِ رحماں سِکھلائے راہِ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضاں
ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں اِن سے ملے ولایت

پیارے بچو! ہر زمانہ کی چند ایک ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو اُس زمانہ کی پہچان بن جاتی ہیں۔ ہم جب چھوٹے تھے تو وہ زمانہ خط و کتابت کے لحاظ سے اپنی پہچان رکھتا تھا۔ نہ میڈیا اپنی پہچان بنا پایا تھا اور نہ سوشل میڈیا تھا اور Gadgets بھی بالکل نہ ہونے کے برابر تھے۔ ہاں خطوط کا سلسلہ عام تھا۔ اتنا عام کہ غرباء کے لئے Post cards تھے جو معمولی رقم پر اپنے پیغام کو Convey کرنے کا آسان ترین اور سستا ذریعہ تھے۔

اُدھر تعلیم بھی عام نہ تھی۔ ہماری مائیں اور بزرگ خواتین یا تو ان پڑھ ہوا کرتیں یا چند جماعتیں پڑھی ہوتی تھیں۔ یہی کیفیت ہمارے بزرگوں کی تھی اور جب کبھی خط آتا تو وہ اس کو پڑھانے کی خاطر کسی معمولی پڑھے لکھے کا سہارا ڈھونڈتے تھے اور جب تک اس خط کو کسی سے پڑھا نہ لیتے تو چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ اسی مضمون کو حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحب رَضِیَ اللہ عنہ نے اپنے ایک منظوم کلام میں اپنی بیٹی حضرت

سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ المعروف چھوٹی آپا کے نام بہت احسن طریق سے بیان فرما کر مکرمہ چھوٹی آپا اور دیگر بچوں کو قرآن کریم کے مطالعہ اور تلاوت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

قرآن سب سے اچھا
قرآن سب سے پیارا
قرآن دِل کی قُوّت
قرآن ہے سہارا
اللہ میاں کا خط ہے
جو میرے نام آیا
استانی جی پڑھاؤ
جلدی مجھے سیپارہ

پیارے بچو! یہ اشعار قابل غور اور سبق آموز ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا خط ہے جو ہر مسلمان کے نام ہے۔ جسے پڑھنا اور پڑھانا اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر ضروری ہے جس طرح کچھ عرصہ پہلے کی مائیں یا بزرگ اپنے نام آئے خطوط کو کسی سے پڑھایا کرتے تھے۔ یہی وہ مضمون ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں بیان فرمایا ہے۔

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

(بخاری کتاب فضائل القرآن)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے۔

یعنی تم میں سے بہتر وہ شخص یا خاتون ہے جو قرآن کریم پڑھتا، پڑھاتا، سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔ حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے شعر میں "استانی جی" سے Teachers یا محلہ کی بزرگ خواتین ہی مراد نہیں بلکہ مائیں اور خاندان کے بزرگ افراد بھی مراد ہیں۔ جن کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن کریم سے آراستہ کرنے کے لئے پہلے دن سے ہی سعی کریں بلکہ حضرت مولانا نور الدین صاحب

خلیفۃ المسیح الاولؓ تو فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قرآن سے محبت ماں کے پیٹ سے ہی ہو گئی تھی جب وہ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کیا کرتی تھیں جب وہ امید سے تھیں۔ ہمیں یاد ہے کہ ہم جب بچے تھے ہمیں صبح ''چنگیر'' پر اُس وقت تک ناشتہ کے لئے آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی جب تک ہم تلاوتِ قرآن نہ کر لیتے خواہ سکولز سے دیر ہی ہو رہی ہوتی۔ بلکہ بعض دفعہ مائیں ان الفاظ سے بچوں کو مخاطب ہو کر پوچھا کرتی تھیں ''کیا خدا تعالیٰ کا خط جو تمہارے نام آیا ہے پڑھ آئے ہو۔''

بچو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو قرآن کریم سے بہت پیار تھا، محبت تھی اور عشق تھا۔ آپؐ خود بھی میٹھے لحن میں تلاوت فرماتے اور دوسروں سے خوش الحانی سے قرآن کریم سنا کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم سناؤ۔ مَیں نے عرض کی کہ حضورؐ! آپؐ پر قرآن نازل ہوا اور مَیں آپؐ کو قرآن سناؤں۔ آپؐ نے فرمایا۔ دوسرے سے قرآن سننا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

(صحیح بخاری، باب حسن الصوت بالقراءۃ)

پھر ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

جس نے خوش الحانی سے اور سنوار کر قرآن نہ پڑھا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصّلوٰۃ)

ہماری جماعت میں قرآن کے درس و تدریس کی ذمہ داری صرف ماں باپ یا خاندان کے بزرگوں تک ہی محدود نہیں بلکہ جماعتی عہداران کو بھی مکلّف بنایا گیا ہے کہ وہ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ کے تحت اپنے اپنے دائرے میں موجود بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت اور قرآنِ کریم کی تدریس کے ذمہ دار ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعتی بچوں کو انصار کے بچے قرار دیا ہے۔ لہٰذا انصار اِس الٰہی خط کو اپنے روحانی بچوں کو پڑھانے کے ذمہ دار ہیں۔

پیارے بچو!! آج کل بچے عموماً راتوں کو دیر سے سونے اور صبح دیر سے اٹھنے کی عادت اپنا چکے ہیں اور مائیں بھی بچوں کو دیر سے یا عین اُس وقت بیدار کرواتی ہیں جب اسکولز کا وقت ہو چکا ہوتا ہے جس سے نماز یا قرآن کی تلاوت رہ جاتی ہے یا بعض گھرانوں میں دوپہر کو تلاوت کروائی جاتی ہے۔ جبکہ سورۃ بنی اسرائیل

کی آیت جس کی تلاوت مَیں اوپر کر آیا ہوں کے مطابق صبح کی تلاوت آخری روز انسان کے سامنے پیش کی جائے گی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

پیارے بھائیو! لکھا ہے کہ حضرت سر چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ کو کسی جماعت میں خطبہ دینے کی دعوت دی گئی اور درخواست کی گئی کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔ آپؓ خطبہ جمعہ میں چند عربی فقرے ارشاد فرما کر بیٹھ گئے۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت چوہدری صاحبؓ کے ارد گرد دوست جمع ہو گئے اور خطبہ کا خلاصہ یا مفہوم پوچھنے لگے۔ آپؓ نے فرمایا۔

آپ لوگ میرے خطبہ کا مفہوم جاننے کے لئے بہت فکر مند ہیں۔ جو خطبہ (خط) اللہ تعالیٰ نے 1400 سال قبل قرآن کریم کی صورت میں نازل فرمایا ہے اس کی کوئی فکر نہیں۔ الغرض قرآن کریم کو خطبہ الٰہی سمجھیں یا اللہ کی طرف سے خط۔ اس کا پڑھنا، پڑھانا اور اپنی اولادوں اور نسلوں کو سکھلانا اور اس کی تلاوت اور مفہوم کے سمجھنے کا عادی بنانا بہت ضروری ہے۔ ہماری جماعت میں قرآن کریم کے 78 سے زائد زبانوں میں تراجم موجود ہیں اور پھر اس کی تفاسیر بھی چند زبانوں میں موجود ہیں۔ اس طرف توجہ دینی اور اپنی اولادوں اور ماتحتوں کو متوجہ کرنا بہت ضروری ہے۔

آج کل بعض مغربی اقوام قرآن کریم کے ساتھ ہتک آمیز رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو کثرت سے قرآن کریم کی طرف متوجہ ہونے کی طرف توجہ دلا چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ جتنی یہ مستشرقین قرآن کی مخالفت کرتے ہیں اُتنی ہی زیادہ زور اور طاقت سے قرآنِ کریم کی تلاوت کریں اور اِس معانی و معارف کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ نکتہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ اللہ میاں کا خط جو ہے وہ میرے نام آیا ہے اور مَیں نے اِسے خود پڑھنا ہے اور دوسروں کو پڑھانے کا فرض بھی ادا کرنا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بہر حال ایک احمدی کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اُس نے قرآنِ کریم پڑھنا ہے، سمجھنا ہے، غور کرنا ہے اور جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحتوں سے یا پھر اُنہیں اصولوں پر چلتے ہوئے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے خُلفاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان کو ان کے مطابق

سمجھنا چاہئے اور پھر اس پر عمل کرنا چاہئے...... کیونکہ اب آسمان پر وہی عزّت پائے گا جو قرآن کو عزت دے گا اور قرآن کو عزت دینا یہی ہے کہ اس کے سب حکموں پر عمل کیا جائے...... پس ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآنِ کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔"

(خطباتِ مسرور جلد2 صفحہ 686-687)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایۂ نازِ ایمان و اعتقاد ہوتے، تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔ مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہوگی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہوگی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت نہ ٹھہر سکے گی۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 386 ایڈیشن 1988ء)

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو قرآن کریم سے ایسی محبت عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کی لقا اور اس کی رضا کا موجب بنے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿7﴾ ﴿مشاہدات۔323﴾

حضرت مسیح موعودؑ کا بچوں سے پیار و شفقت اور اُن کی تعلیم و تربیت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ (الاحقاف:16)

میرے لئے میری ذریت کی بھی اصلاح کر دے۔

کر انکو نیک قسمت دے انکو دین و دولت
کر انکی خود حفاظت ہو ان پر تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

خاکسار کی تقریر کا عنوان ہے۔ **حضرت مسیح موعودؑ کا بچوں سے پیار و شفقت اور اُن کی تعلیم و تربیت**

پیارے بچو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اَکۡرِمُوۡا اَوۡلَادَکُمۡ وَاَحۡسِنُوۡا اَدَبَھُمۡ کہ اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کو حسن ادب سکھاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ عاشقِ قرآن اور عاشقِ رسولؐ تھے اِس لئے آپؑ کی سیرت کا ہر پہلو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین اعمال سے رنگا ہوا۔ اُن میں سے ایک پہلو اپنے اور جماعت کے بچوں سے آپؑ کا حُسن سلوک اور اُن کی حُسنِ تربیت تھا۔ آپؑ ہمیشہ سچائی اور دیانتداری اُن میں پیدا کرتے تھے اور ان کی تربیت میں بجائے سختی کے دعا اور عملی نمونہ کو ضروری سمجھتے تھے چنانچہ ایک چھوٹا سا گھریلو واقعہ اس بات پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے اور سید فضل احمد شاہ صاحب حضور کے پاؤں دبا رہے تھے اور حضرت صاحب کسی قدر سو گئے۔ فضل احمد شاہ صاحب نے اشارہ کر کے مجھے کہا کہ یہاں

پر جیب میں کچھ سخت چیز پڑی ہے۔ مَیں نے ہاتھ ڈال کر نکال لی تو حضور علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی۔ آدھی ٹوٹی ہوئی گھڑے کی چپنی اور دو ٹھیکرے تھے۔ مَیں پھینکنے لگا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"یہ میاں محمود نے کھیلتے ہوئے میری جیب میں ڈال دیئے۔ آپ پھینکیں نہیں۔ میری جیب میں ڈال دیں۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں امین سمجھ کر اپنے کھیلنے کی چیز رکھی ہے۔ وہ مانگیں تو ہم کہاں سے دیں گے۔"

پھر وہ جیب میں ہی ڈال لئے۔ یہ چھوٹا سا اور معمولی مگر تعلیم و تربیت کرنے والوں کے لئے ایک بہت بڑا سبق آموز واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے عملی نمونہ سے اپنے بچوں کے اندر بچپن سے ہی صدق و راستی اور دیانت داری پیدا کرنے کے کس قدر خواہاں تھے۔

پیارے بچو! اسی طرح آپؑ کی زندگی کا ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ بچوں کے بار بار تنگ کرنے پر بھی باوجود شدید مصروفیت کے آپؑ پریشان نہیں ہوتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میاں بشیر احمد صاحب جب چھوٹے تھے تو ان کو ایک زمانہ میں شکر کھانے کی بہت عادت ہوگئی تھی۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہنچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے "ابا چِٹی" حضرت صاحب تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اٹھتے۔ کوٹھری میں جاتے شکر نکال کر ان کو دیتے اور پھر تصنیف میں مصروف ہو جاتے ۔ تھوڑی دیر بعد میاں صاحب پھر دست سوال دراز کرتے ہوئے پہنچ جاتے اور کہتے "ابا چِٹی" مراد یہ تھی کہ سفید رنگ کی شکر چاہئے۔ حضرت صاحب پھر اُٹھ کر ان کا سوال پورا کر دیتے۔ غرض اس طرح ان دنوں میں روزانہ کئی کئی دفعہ یہ ہیرا پھیری ہوتی رہتی تھی۔ مگر حضرت صاحب باوجود تصنیف میں سخت مصروف ہونے کے کچھ نہ فرماتے بلکہ ہر دفعہ ان کے لئے اٹھتے تھے۔

(سیرت المہدی صفحہ:823-824)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو بدنی سزا دینے کے بھی سخت مخالف تھے آپ علیہ السلام کا فرمان تھا کہ نیک نمونہ اور محبت سے بچوں کی تربیت کرنی چاہئے۔

اس سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو بدنی سزا دینے کے بہت مخالف

تھے اور جس استاد کے متعلق یہ شکایت آپؑ کو پہنچتی کہ وہ بچوں کو مارتا ہے تو اُس پر بہت ناراض ہوتے تھے اور فرماتے تھے "دانا اور عقل مند اُستاد جو کام حکمت سے لے لیتا ہے وہ کام نالائق اور جاہل اُستاد مارنے سے لینا چاہتا ہے۔" ایک دفعہ مدرسے کے ایک اُستاد نے ایک بچے کو کچھ سزا دی تو آپ نے سختی سے فرمایا کہ "پھر ایسا ہوا تو ہم اس اُستاد کو مدرسے سے الگ کر دیں گے۔"

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ:398)

پیارے بچو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ "میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے دشمن کا رنگ اختیار کرلیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں سے کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اُسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔ مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔"

پھر فرمایا کہ:

"جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے۔ کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک **حزب** ٹھہرا لیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا کیا گیا ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ:309)

آپؑ نے فرمایا کہ میرا طریق کیا ہے کہ میں کس طرح دعائیں مانگا کرتا ہوں۔ فرمایا کہ

"میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔ اوّل۔ اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اُس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ دوم۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ العین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ سوم۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دعائیں مانگتا ہوں یہ سب دین کے خدام بنیں۔ چہارم۔ اپنے مخلص دوستوں

کے لئے نام بنام۔ پنجم۔ اور پھر اُن سب کے لیے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ:309، الحکم 17 جنوری 1900ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا یہ بھی ایک پہلو تھا کہ آپ علیہ السلام کسی عام نقصان کے ہو جانے پر بچوں کو سزا نہیں دیتے تھے بلکہ درگزر فرماتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) چار ایک برس کا بچہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دیا سلائی لیکر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے تو کچھ دیر تک آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی ان مسودات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھنے میں مشغول ہیں سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے؟ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت علیہ السلام کو سیاق و سباق عبارت کو ملانے کیلئے کسی گزشتہ کاغذ کو دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش اس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے ہیں۔ عورتیں بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدنداں کہ اب کیا ہو گا اور درحقیقت عادتاً بُری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا مگر حضرت صاحب علیہ السلام مسکرا کر فرماتے ہیں:”خوب ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مرضی مصلحت ہو گی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔“

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت شیخ یعقوب علیؓ)

پیارے بچو! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جہاں دنیاوی تعلیم اور روزمرہ کی پڑھائی میں بدنی سزا کو ناجائز سمجھتے تھے وہیں دین کی حرمت و غیرت کے موقع پر آپؑ نے بدنی سزا دی بھی ہے تاکہ بچپن سے ہی بچوں میں دین کی عزت و حرمت اور دینی غیرت قائم رہے۔

حضرت اُمُّ المومنین رضی اللہ عنہا ایسا ہی ایک واقعہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ کو بیان کرتی ہیں کہ:

”ایک دفعہ تمہارے بھائی مبارک احمد مرحوم سے بچپن کی بے پروائی میں قرآنِ شریف کی کوئی بے حرمتی ہو گئی۔ اُس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اتنا غصّہ آیا کہ آپ علیہ السلام کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ علیہ السلام نے بڑے غصہ میں مبارک احمد کے شانہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اُس کے نازک بدن پر آپ علیہ السلام کی اُنگلیوں کا نشان اُٹھ آیا اور آپؑ نے اُس غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اس کو اس وقت میرے سامنے سے لے جاؤ۔ کیونکہ اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن شریف کی بے حرمتی برداشت نہیں کی اور سزا ضروری سمجھی۔“

(سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ 325)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ آپؑ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں بعض مواقع پر سبق آموز کہانیاں سنا سنا کر اپنے اہل و عیال کی تربیت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر کثرت مہمانان کو دیکھ کر جب گھر میں کچھ پریشانی کے آثار آپؑ نے دیکھے تو آپؑ نے اہل و عیال کو یہ سبق آموز کہانی سنائی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”جب مَیں 1901ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لایا۔ ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لئے حضرت اُمُّ المومنین حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پُر ہے اب ان کو کہاں ٹھہرایا جائے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکرامِ ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سنایا۔ چونکہ مَیں بالکل ملحقہ کمرے میں تھا اور کواڑوں کی ساخت پرانے طرز کی تھی جن کے اندر سے آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی ہے۔ اس واسطے مَیں نے سارے قصہ کو سنا۔ فرمایا۔ دیکھو! ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہو گئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب کوئی بستی اُسے دکھائی نہ دی اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اُس درخت کے اوپر ایک پرندہ کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو! یہ مسافر ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر بیٹھا ہے۔ یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اُس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اُس کے ساتھ اتفاق کیا اور ہر دو نے مشورہ

کرکے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں ہم اپنا آشیانہ ہی توڑ کر نیچے پھینک دیں تاکہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کر کے نیچے پھینک دیا اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں کو تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا۔ تب درخت پر پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اُس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہئے کہ اِسے کچھ کھانے کو بھی دیں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں اور مسافر بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ ان پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔"

(ذکر حبیب صفحہ 85-87 مصنف حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ)

پیارے بچو! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا بچوں سے حُسنِ سلوک کا ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ بچوں سے آپ علیہ السلام کی محبت محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوتی تھی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"آپؑ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہو گی اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمارداری اور علاج میں اس قدر محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور خدا تعالیٰ کے لئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہے۔ آپ علیہ السلام کی پلوٹھی بیٹی عصمت صاحبہ لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی۔ آپ علیہ السلام اس کے علاج میں یوں دوا دہی کرتے کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے اور ایک دنیا دار دنیا کی عُرف اور اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر وہ مر گئی تو آپؑ یوں الگ ہو گئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔"

اس طرح صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی علالت کے ایام میں آپ علیہ السلام نے شبانہ روز اپنے عمل سے دکھایا کہ اولاد کی پرورش اور صحت کے لئے ہمارے کیا فرائض ہیں۔

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

بچوں کی تربیت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں بچپن میں ہی قرآن مجید سکھانے اور چھوٹی عمر میں قرآن مجید ختم ہونے پر اُن کی تقریب آمین منعقد کرنے کی سنت بھی جاری فرمائی۔ چنانچہ جماعت میں 1897ء سے یہ رواج ہے جب سے کہ آپؑ کے فرزند ارجمند حضرت مرزابشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید ختم فرمایا تو حضور علیہ السلام نے ان کی تقریبِ آمین منعقد فرمائی۔ جس کے لئے باہر سے بھی احباب کو دعوت دی گئی اور اس موقع پر حضورؑ نے ایک پُر تکلف دعوت کا اہتمام فرمایا اور اس موقع کے لئے ایک نظم بھی لکھی جو "محمود کی آمین" کے نام سے مشہور ہے اور جس کے دو ابتدائی شعر اس طرح ہیں۔

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنا میں گایا
صد شکر ہے خدایا، صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

پیارے بچو! اب خاکسار اپنی تقریر کے آخر میں ہماری زندگی میں تربیت کے حوالہ سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک عظیم الشان فرمان حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ 2 جولائی 2004ء سے پڑھ کر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"مردوں کی ایک سربراہ کی حیثیت سے یہ بھی ذمہ داری ہے کہ متقی بننے اور متقی خاندان کا سربراہ بننے کے لئے خود بھی نمازوں کی پابندی کریں۔ رات کو اٹھیں یا کم از کم فجر کی نماز کے لئے تو ضرور اٹھیں، اپنی بیوی بچوں کو بھی اٹھائیں۔ جو گھر اس طرح عبادت گزار افراد سے بھرے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی برکات کو سمیٹنے والے ہوں گے۔ لیکن یاد رکھیں کہ کوشش بھی اس وقت بار آور ہو گی، اس وقت کامیابیاں ملیں گی کہ جب دعا کے ساتھ یہ کوشش کر رہے ہوں گے۔ صرف اٹھا کے اور ٹکریں مار کے نہیں بلکہ دعائیں بھی مسلسل کرتے رہیں اپنے لئے، اپنے بیوی بچوں کے لئے۔ اس لئے اپنی نمازوں میں

بھی اپنی بیوی بچوں کے لئے بہت دعائیں کریں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ {اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ} کہ میری بیوی بچوں کی اصلاح فرما اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ غرض ان کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شدائد آجایا کرتے ہیں تو ان کی اصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہئے اور ان کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 456-457)

.... اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے بیوی بچوں کی طرف سے ہمارے لئے تسکین کے سامان پیدا فرمائے اور آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ اللہ کی عبادت کرنے والے ہوں اور نیکیوں پر قائم رہنے والے ہوں .... اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔" آمین

کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

(یہ تقریر مکرم منیر احمد خادم صاحب کی ایک تقریر بر موقع جلسہ سالانہ قادیان مطبوعہ بدر سے تیار کی گئی ہے)

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴿8﴾ ﴿مشاہدات۔294﴾

خلیفہ خدا بناتا ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ:31)

ترجمہ: اور (یاد رکھ) جب تیرے ربّ نے فرشتوں سے کہا کہ یقیناً مَیں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا تُو اُس میں وہ بنائے گا جو اُس میں فساد کرے اور خون بہائے گا جبکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ہم تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اُس نے کہا یقیناً میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

خدا کرے کہ صحبتِ امام بھی ہمیں ملے
یہ نعمتِ خلافتِ مدام بھی ہمیں ملے
خدا کرے اطاعتِ امام ہم بھی کرسکیں
خدا کرے کہ معرفت کا جام بھی ہمیں ملے

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ ”خلیفہ خدا بناتا ہے“

جس آیت کی مَیں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اُس کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”مَیں تمہیں پھر یاد دلاتا ہوں کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ ہی خلیفہ بنایا کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ آدمؑ کو خلیفہ بنایا تو کہا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً“

(حیات نور صفحہ 528)

پیاری بہنو! خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنا نمائندہ اور خلیفہ قرار دیا ہے اور دوسرے نمبر پر خلیفہ وہ ہوتا ہے جو نبی کی وفات کے بعد اُس مرحوم نبی کے مشن کو آگے بڑھائے۔ جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ۔ ہر دو صورتوں میں خلیفہ خدا ہی بناتا ہے۔ پہلی صورت میں تو بہت واضح ہے۔ نبی، اللہ کی طرف سے نامزد ہو کر اُس کا پیغام لے کر آتا ہے۔ دوسری صورت میں بعض اوقات گو نبی کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کر جاتا ہے یا انتخاب کے ذریعہ خلیفہ منتخب ہوتا ہے مگر یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انتخاب میں حصہ لینے والوں کے دلوں میں خلیفہ کا نام القاء کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ میں مجلسِ انتخاب میں حصہ لینے والے بزرگوں نے بارہا اس امر کا ذکر فرمایا کہ انتخاب کے وقت ہمارے دلوں پر خداوند کریم کا قبضہ تھا اور ایک خفیہ طاقت نے منتخب ہونے والے خلیفہ کے حق میں ایک پُر زور طاقت اور قوت کے ساتھ ہمارے بازو اور ہاتھ پکڑ کر ووٹ دینے کے لئے بلند کر دیے۔ یہی علامت ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امتِ محمدیہ کے پہلے دَور میں خلفاء کے چناؤ کے حوالہ سے فرمایا کہ

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا؟ اس میں یہی بھید تھا کہ آپؐ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمادے گا کیونکہ یہ خدا کا ہی کام ہے اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس کام کے واسطے خلیفہ بنایا اور سب سے پہلے اوّل حق اُنہی کے دل میں ڈالا۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 524-525)

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے خلافت کو قمیض سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ قمیض خداوند کریم نے مجھے پہنائی ہے۔ کسی میں کوئی ہمت نہیں کہ وہ اِسے اتار سکے۔ یہی الفاظ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے متعلق اُس وقت استعمال فرمائے جب جماعت کے کچھ سرکردہ لوگ الگ ہو کر آپؓ کی مخالفت کرنے لگے۔ اُن کا خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپؓ کا

جانشین خلیفہ نہیں بلکہ انجمن ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ کوئی اس خِلعت اور رداء کو مجھ سے چھین نہیں سکتا اور ساتھ ہی یہ مثال دی کہ اسلام کو جتنی ترقیات اور فتوحات نصیب ہوئیں وہ خلافت ہی کی وجہ سے ملی ہیں۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کی تمام ترقیات خلافت کی مرہونِ منت ہیں۔ اگر یہ خلافت خدا کی طرف سے نہیں اگر مَیں اللہ کی طرف سے خلیفہ نہیں یا مجھے خدا نے خلیفہ نہیں بنایا تو یہ تائیداتِ الٰہیہ بھی جماعت کے ساتھ اور میرے ساتھ نہ ہوتیں۔ ہم مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں اور مدِ مقابل لوگوں پر اُن کی زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرعد آیت 42 میں یوں کھینچا ہے اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا ؕ وَاللّٰہُ یَحۡکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکۡمِہٖ ؕ وَہُوَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ کہ کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ یقیناً ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں اور ہم نے بارہا یہ چیز مشاہدہ کی کہ خلافت خواہ دورِ اوّل کی ہو یا خلافت علیٰ منہاج النبوہ ہو مخالفین پر اُن کی زمین کناروں سے کم کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سُکڑ کر محدود جگہ پر آجاتے ہیں۔ یہی چیز ہم نے غیر مبائعین حلقہ میں دیکھی اور آج وہ تتر بتر ہونے کا شکار ہیں۔

پیاری بہنو! خلیفہ خدا بناتا ہے کو ہم ایک اور زاویہ سے بھی ماپ سکتے ہیں۔ دنیا بھر میں اب تک مختلف اسلامی جمیعتوں اور جماعتوں نے اپنے اندر خلافت قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس کے لیے تحریکیں چلائیں، جدوجہد کی، کتب لکھیں، پمفلٹس شائع کیے گئے، جلسے ہوئے، بینرز لگوائے گئے اور بروشرز تقسیم ہوئے مگر تمام تحریکیں ناکام ہوئیں۔ پھر ایک دَور یہ بھی آیا کہ مُلکوں کے سربراہوں نے خود خلیفہ بننے کی خواہش کا اظہار کیا یا اُن کے حواریوں نے انہیں خلیفہ بنانے کی کوشش کی مگر اُن کو باوجود پوری طاقت اور قوت ہونے کے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ خداوند کریم کی مدد و نصرت اُن کے شاملِ حال نہ تھی اور نہ ہی خدا کے دربار میں وہ خلیفہ کا درجہ رکھتے تھے اور نہ خدا انہیں خلیفہ کا مقام دینا چاہتا تھا اور ایسے دونوں اشخاص میں سے تو ایک اپنے عزیز رشتہ دار کے ہاتھوں قتل ہوا اور ایک الٰہی تقدیر کی وجہ سے ہوا میں اُڑا دیا گیا۔ ان لوگوں کے حواری اور مددگار بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے جبکہ دورِ اولیٰ کی خلافت کے پیروکار اور خلافت علیٰ منہاج النبوہ کے پیروکاروں کے ساتھ وفات کے بعد رضی اللہ عنہ، رحمہ اللہ، غفرہ اللہ کے ٹائٹل لگے۔ انہوں نے اور اُن کی اولادوں نے نہ صرف اپنے آباؤ اجداد کے ناموں کو زندہ رکھا بلکہ خلفاء کے

ناموں اور کارناموں کو بھی زندہ رکھا۔ اُن کی خاطر قربانیاں دیں اور آج بھی اُن کی اولادیں خلفاء کا نام نہایت ادب اور احترام سے لیتی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

”چونکہ خلافت کا انتخاب عقلِ انسانی کا کام نہیں۔ عقل نہیں تجویز کر سکتی کہ کس کے قویٰ قوّی ہیں۔ کس میں قوتِ انتظامیہ کامل طور پر رکھی گئی ہے۔ اس سے پہلے جنابِ الٰہی نے خود فیصلہ کر دیا ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ۔ خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 225)

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”یاد رکھیں! وہ سچے وعدوں والا خدا ہے۔ وہ آج بھی اپنے پیارے مسیح کی اس پیاری جماعت پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ وہ ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا۔ وہ آج بھی اپنے مسیح سے کئے ہوئے وعدوں کو اُسی طرح پورا کر رہا ہے جس طرح وہ پہلی خلافتوں میں کرتا رہا ہے۔ وہ آج بھی اُسی طرح اپنی رحمتوں اور فضلوں سے نواز رہا ہے جس طرح پہلے وہ نوازتا رہا ہے اور ان شاء اللہ نوازتا رہے گا“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 مئی 2004ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلافت کی حفاظت اور اُس کے استحکام کے لیے پورے عزم اور استقلال کے ساتھ اولادوں سمیت کام کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے
یہ ملّت کی تنظیم کی جان ہے
نہ کیوں جان و دل سے ہوں اس پر فدا
اسی کے ہے دَم سے ہماری بقا

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✧✧✧✧

﴿9﴾ ﴿مشاہدات۔237﴾

خلفائے احمدیت کی بچوں سے شفقتیں اور حُسن سلوک

سو خطائیں ایک دن میں درگزر کرتا ہے وہ
پیار سب سے اور ہم سے خاص کرتا ہے وہ

پیارے بچو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"خلفائے احمدیت کی بچوں سے شفقتیں اور حُسن سلوک"**

ہم جب مذہبی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء، اولیاء، فرستادے اور اللہ کے نیک وصالح لوگ دنیا میں بطور اللہ کے نمائندے جب بھجوائے جاتے ہیں۔ تو وہ اپنے پیروکاروں کو نرمی پیار اور محبت سے اپنے اللہ کا پیغام دیتے ہیں۔ اُن کے پیروکاروں میں ہمیشہ بچے بھی ایمان لاتے ہیں۔ ہر دَور کے بچے اپنے اپنے انبیاء سے فیض پاتے رہے ہیں۔ ان بچوں نے بزرگ انبیاء کی شفقتوں سے وافر حصہ پایا۔ خاتم الانبیاء آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح کو دیکھیں تو آپؐ نے امت کے بچوں سے محبت کی لازوال داستانیں رقم فرمائیں۔ ایک دو واقعات سُنا کر اپنے اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔

حضرت انس بن مالکؓ کو بچپن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری کسی غلطی پر کبھی بھی حضورؐ نے نہیں جھڑکا۔ بلکہ آپؓ کو پیار سے یَاذَاالْاُذُنَیْن دو کانوں والا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 464)

حضرت انسؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ ہم سے بے تکلف ہو کر گھل مل جایا کرتے تھے۔ آپؐ میرے چھوٹے بھائی ابو عمیر کو پیار سے کہا کرتے کہ اے ابو عمیر! تمہارے نُغَیْر کو کیا ہوا؟ ابو عمیر نے ایک پرندہ پال رکھا تھا جو مَر گیا تھا۔ اُس کا نام لے کر پیار سے بُلایا کرتے تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 465)

پیارے بچو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں آپؑ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام بھی جماعت کے بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے۔ پیار و محبت سے پیش آتے۔ آپؑ کو بچوں سے اِس قدر پیار و محبت تھی کہ آپؑ نے اپنے گھر میں یونانی ادویات کا بکس رکھا ہوا تھا اور مائیں جب اپنے بیمار بچوں کے لئے دوا لینے آتیں تو آپؑ کے اندر بچوں سے محبت اور اُن سے شفقت فوراً دوائی مہیا کرنے پر مجبور کرتی اور آپؑ خواہ تحریر کے کام میں کتنا ہی مصروف ہوتے اپنا کام کاج چھوڑ کر بچے کے لئے دوائی بنا کر دیتے۔ ایک دفعہ آپؑ کے ایک بچے سے آپؑ کا تحریر کردہ قیمتی مسودہ جل گیا۔ سارے گھر والے پریشان تھے کہ اب کیا ہو گا۔ آپؑ نے انا للّٰہ پڑھا اور فرمایا۔ اللہ اِس سے بہتر لکھنے کی توفیق دے دے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپؑ کے تمام جانشینوں نے اپنے اپنے عہد کے بچوں سے مثالی پیار و محبت کے نمونے دکھائے۔ محبت دو طرفہ ہوتی ہے۔ "دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی"۔ والا معاملہ ہوتا ہے۔ اگر جماعت کے بچے خلیفۃ المسیح سے پیار کرتے ہیں اور خلافت کے استحکام کے لئے وفاداری کا ثبوت دیتے رہتے ہیں تو دوسری طرف خلفاء نے بھی بچوں سے محبت اور پیار کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بچوں سے پیار و محبت کی تاریخ رقم فرماتے چلے جا رہے ہیں۔ جب سے سوشل میڈیا کے ذریعہ دنیا گلوبل ویلیج بنی ہے تب سے خلفاء کی پیار بھری خوبصورت اداؤں کو بھی ہم نے بہت قریب سے دیکھنا شروع کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی ایسی بے شمار فوٹوز تاریخ احمدیت نے محفوظ کی ہیں جن میں حضورؒ بچوں کو پیار کر رہے ہیں۔ بعض فوٹوز میں بچوں کو گود میں اُٹھایا ہوا ہے بالخصوص افریقہ کے دوروں میں افریقن بچوں سے پیار کی داستانیں محفوظ ہیں۔ سیر الیون مغربی افریقہ سے حضورؒ اپنے دورہ کے دوران ایک ننھی منھی کو اپنی بیٹی بنا کر اپنے ساتھ پاکستان لے آئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا دَور بھی بچوں سے پیار و الفت کے دَور سے مشہور رہا۔ حضور رحمہ اللہ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپؒ کے دور میں ایم ٹی اے کا آغاز ہو چکا تھا۔ اِس میں بچوں کی اردو کلاس بہت مشہور رہی جس میں حضور کہانیاں سناتے اور سنتے۔ لطیفے بازی ہوتی اور بچوں کی اداؤں سے حضورؒ بہت محظوظ ہوتے۔ اِن کلاسز میں گلشن وقف نو، بوستان وقف نو، اطفال و ناصرات کی کلاسز اور آمین وغیرہ مشہور ہیں۔

پیارے بچو! آج موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دَور کے ہم سب گواہ ہیں کہ حضور بچوں کی ورچوئل ملاقاتوں اور واقفین وواقفات نو کی کلاسز میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بچوں کی باتوں سے خوش ہوتے، انہیں پیار کرتے اور نصائح کرتے نظر آتے ہیں۔ شام سے جب مہاجرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک بچی سے حضور کو پیار کرتے اور چاکلیٹ وصول کرتے دیکھا۔ ہاں ایک بات جو بتانا ضروری ہے وہ یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ملاقاتوں کے دوران بچوں کو چاکلٹیں اور بعضوں کو دُعا کے ساتھ قلم دیتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ایک تین سالہ بچے کی ملاقات اسلام آباد یوکے کے لالہ زار میں ہوگئی تو حضورؒ نے اُس بچے کو اُس کی گالوں پر پیار کیا اور کوئی چاکلیٹ وغیرہ نہ دی تو بچے نے اپنی ماں سے شکوہ کیا کہ ابا حضور نے مجھے چاکلیٹ نہیں دی۔ چند دنوں کے بعد اُس بچے نے اپنے مبلغ والد کے ہمراہ اپنے سینٹر واپس جانا تھا تو انہوں نے حضورؒ سے فیملی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضورؒ نے بچے کو دیکھتے ہی فرمایا۔ آپ تو پرسوں ترسوں مجھے ملے تھے۔ ماں نے کہا کہ شکوہ کر رہا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ چاکلیٹ نہ ملنے کی شکایت کر رہا ہوگا۔ ماں کے مثبت جواب دینے پر حضور نے اُس خوش نصیب بچے کو اپنے پاس بُلایا۔ گالوں پر پیار کیا اور چاکلیٹس دے کر باقاعدہ پوچھا۔ اب تو شکوہ نہیں رہا۔ نیز فرمایا کہ اُس روز میرے پاس چاکلیٹس نہ تھیں۔ خلفاء کی طرف سے بچوں کو چاکلیٹس ملنے کی بات چل نکلی ہے تو آنکھوں دیکھا حال بھی سُنا دوں۔ ایک سال غالباً 2018ء کی عید الفطر کی بات ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ عید کے روز شام کو اسلام آباد تشریف لائے۔ حضور کو دیکھتے ہی اسلام آباد کے لالہ زار میں پکنک پر آئے بچوں اور بچیوں نے ترتیب کے ساتھ صف بندی کر لی۔ حضور ایدہ اللہ نے بچوں سے وفورِ محبت کی وجہ سے اُن میں چاکلیٹس تقسیم کیں۔ بچوں نے حضور کو عید مبارک کہا۔ چاکلیٹس کی تقسیم کے بعد بچوں کو اپنی ماؤں کو یہ کہتے سنا گیا کہ امی! یہ چاکلیٹ میں نے کھالی ہے اِس کا ریپر محفوظ کر لیں۔ حضور کے دست مبارک نے اِس کو چھوا ہے یہ متبرک ہے۔ یہ ہے اس شعر کی زندہ تصویر

الفت کا جب مزا ہے کہ وہ بھی ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

پیارے بچو! حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی بچوں سے محبت کی داستانوں کی بات چل رہی ہے۔ افریقہ کے دوروں کے دوران مائیں اپنے بچوں کو اپنی گودوں میں اُٹھائے بچوں کے مُنہ خلیفۃ المسیح کی طرف کرتی رہیں کہ ایک نظرِ شفقت حضور کی میرے بیٹے کی طرف بھی پڑ جائے اور بچہ بھی اپنے روحانی باپ کو دیکھ لے۔ گویا بزبانِ حال وہ یہ کہہ رہی تھیں۔

اُنْظُرْ اِلَیّ بِرَحْمَۃٍ وَ تَحَنُّنٍ

یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطُّیَرَانِ

بلکہ اِس موقع پر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ حضور دورویہ کھڑی احمدی خواتین کے درمیان سے السلام علیکم اور نعروں کا جواب دیتے ہوئے گزر رہے تھے تو ایک ماں یا بچے کی آواز سن کر واپس مڑے اور دو تین قدم پیچھے کی طرف واپس آکر بچے کو پیار دیا۔

بھائیو! مَیں خلفاء کی بچوں سے محبت بھری شفقتوں کے مضمون کو ایک اور زاویہ سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم نے سنا اور بارہا آزمایا۔ ہمارے پانچوں خلفاء نے اپنے جانثاروں اور وفاداروں کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت اور اُن کے لئے دعائیں کرنے کا تذکرہ بارہا کیا۔ مجھے اِس وقت خلفاء کے اِن تاریخی ارشادات کو موضوع بحث بنانا مقصود نہیں تاہم یہ حوالہ دے کر اپنا مدّعا بیان کروں گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1914ء میں مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلے جلسہ سالانہ پر ہی برکاتِ خلافت کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس میں آپؓ نے فرمایا:

”کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق ہے بھی اور وہ یہ ہے کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لئے نہیں۔ تمہارا اُسے فکر ہے، درد ہے اور تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشم تصور میں مَیں نہ پہنچتا ہوں اور ان کے لئے سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی دعا نہ ہو۔ یہ مَیں باتیں اس لئے نہیں بتا رہا کہ کوئی احسان ہے۔ یہ میرا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اس سے بڑھ کر مَیں فرض ادا کرنے والا بنوں۔“

(خطبہ جمعہ 6 جون 2014ء)

افرادِ جماعت سے خلفاء کرام کے اِن محبت بھرے پیغامات، جذبات اور دعاؤں میں ہمارے ننھے منھے بچے، واقفین نو، واقفات نو اور اطفال و ناصرات بھی شامل ہیں۔ جن سے خلفاء محبت کرتے ہیں اور روزانہ ہی جماعت کے مستقبل کے اِن معماروں کے لیے دُعائیں کرتے رہتے ہیں۔

بچوں کے لئے دُعا

بھائیو! یہاں سامعین کے سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المعروف المصلح الموعودؓ کی بچوں کے لیے اپنے ہاتھ سے لکھی گئی ایک دُعا رکھنا چاہتا ہوں۔ آپؓ تحریر کرتے ہیں۔

”اے ہمارے پیدا کرنے والے خدا! ہم اقرار کرتے ہیں کہ تُو ایک ہے تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔ ہم تیرے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں اور تیرے مامور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ احمد قادیانی علیہ السلام پر یقین رکھتے ہیں۔ تُو ہمارے دل میں اپنی محبت پیدا کر اور اپنے حکموں پر چلنے کی ہمیں توفیق دے۔ ہمیں دِین کا علم سکھا اور قرآن جو تیری کتاب ہے پڑھا۔ ہمارے دل میں ماں باپ کا ادب ڈال۔ ہم اپنے بھائیوں، بہنوں اور دوسرے رشتہ داروں سے پیار کریں اور ہمیں گالیاں دینے، لڑنے، بے وجہ غصّہ کرنے، چوری کرنے، جھوٹ بولنے، بے شرمی کی باتیں کرنے سے بچا۔ ہم دلیر ہوں۔ ڈرپوک نہ ہوں۔ ہمیں علم سیکھنے کی توفیق دے۔ ہم نکمے اور سُست نہ ہوں۔ ہم اپنے سے غریبوں اور کمزوروں پر رحم کرنے والے ہوں۔ ہم حریص اور لالچی نہ ہوں۔ اے اللہ! ہمارے بزرگوں پر رحم کر۔ احمدی جماعت کے امام پر اپنا فضل کر اور اُن کے حکموں کے ماتحت ہمیں بھی دین کے کام کرنے کی توفیق دے اور اسلام کو دوسرے دینوں پر غالب کر۔ اے اللہ! ہماری عمروں اور صحتوں میں بھی برکت دے اور تُو ہمیشہ ہم سے محبت کیا کر۔ آمین۔“

(الفضل سالانہ نمبر 1349 ہش)

شاگردوں سے پیار و محبت سے پیش آنا

شاگرد بھی بچوں کے زُمرے میں آتے ہیں۔ خلفاء کا اپنے اپنے شاگردوں سے پیار و محبت اور شفقتوں بھرا سلوک بھی ہم اساتذہ اور مربیان کے لئے اسوہ کے ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ ”آپ رضی اللہ عنہ بے حد فیاض اور ہمدرد بنی نوع بشر تھے۔ شاگردوں سے بہت اُنس تھی۔ اپنے پاس سے طلباء کو کتابیں، کپڑے اور کھانا دیتے تھے۔ نذرانہ آتا تو اکثر دوستوں اور شاگردوں اور خدام میں بانٹ دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے ایک شاگرد نے عرض کی۔ گرم کپڑا نہیں ہے حضرت نے اپنے اوپر ایک دُھسّہ لیا ہوا تھا فوراً اُتار کر دے دیا۔“

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 543)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں دیانت داری سے کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں کے لئے جو اخلاص اور محبت میرے دل میں میرے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے ہے جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے، اور جو ہمدردی اور رحم میں اپنے دل میں پاتا ہوں وہ نہ باپ کو بیٹے سے ہے اور نہ بیٹے کو باپ سے ہو سکتا ہے۔ پھر میں اپنے دل کی محبت پر انبیاء کی محبت کو قیاس کرتا ہوں جیسے ہم جگنو کی چمک پر سورج کو قیاس کر سکتے ہیں تو میں ان کی محبت اور اخلاص کو حد سے بڑھا ہوا پاتا ہوں۔“

(الفضل 4 اپریل 1924ء۔ صفحہ 7)

مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف مرحوم لکھتے ہیں:

”جامعہ کے ہوسٹل میں دوسرے ہوسٹلوں کی طرح ایک وقت دال پکتی اور شام کے کھانے میں اکثر گوشت ملتا۔ میرا گاؤں قادیان سے سات میل کے فاصلے پر تھا۔ اکثر جمعرات کی شام کو گاؤں چلا جاتا اور جمعہ کی شام کو واپس آجاتا۔ شام کو ہوسٹل میں کھانے کی میز پر بیٹھا تو آج کوئی نئی چیز پکی ہوئی تھی پرندوں کا گوشت تھا جو حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ) نے شکار کر کے طلبا جامعہ کے لئے بھجوائے تھے۔“

(حیات ناصر صفحہ 130-131)

مکرم وقیع الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"ایک پروفیسر صاحب مجھے پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک امتحان کے بعد انہوں نے میرا پرچہ لیا اور میرے لکھے ہوئے جوابات کو تضحیک کے انداز میں کلاس کے سامنے پڑھ پڑھ کر سنانا شروع کر دیا۔ میں شہری ماحول سے گیا ہوا طالب علم تھا، مجھے ناگوار گزرا۔ قادیان کی درس گاہوں کے آداب سے پوری طرح واقف نہ تھا اس لئے احتجاجاً کلاس سے اٹھ کر باہر آ گیا اور پروفیسر صاحب کے روکنے کے باوجود نہ رُکا۔ پروفیسر صاحب نے پرنسپل (یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب) کے پاس میری شکایت کی۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو میرے جواب سے تسلی نہ ہوئی اور سزا سنائی کہ پانچ روپے جرمانہ یا پانچ چھڑیاں تمام کالج کے سامنے لگائی جائیں۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ تو چند ماہ کے اندر ہی میرے وحشی قلب کو تسخیر کر چکے تھے۔ حضور رحمہ اللہ کی موجودگی میں ایک عجیب سپردگی کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ ان میں سے پہلی سزا کون سی ہے؟ جرمانہ یا چھڑیاں۔ جو بھی پہلی سزا ہو وہی مجھے منظور ہے۔ ذرا سوچ کر فرمایا۔ جرمانہ اصل سزا ہے اگر نہ دینا چاہو تو چھڑیاں کھانا ہوں گی۔ جرمانہ فلاں دن تک جمع کروا دو۔

اس زمانے میں ایک طالب علم کے لئے پانچ روپے خاصی بڑی رقم ہوتی تھی۔ ہمارے ہوسٹل کا سارے مہینے کا خوراک کا خرچ فی کس پانچ روپے کے قریب آتا تھا جرمانہ داخل کرنے کی تاریخ سے ایک دن قبل مسجد مبارک میں نماز عصر کے بعد مجھے ایک طرف بلایا اور پوچھا "تم نے جرمانہ ادا کر دیا ہے؟" میں نے عرض کیا: نہیں۔ ابھی تک گھر سے منی آرڈر نہیں پہنچا ہے۔ آنکھیں نیچی کر کے شیروانی کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پانچ روپے کا نوٹ مجھے دیا کہ جاؤ! کل جرمانہ ضرور داخل کر دو ورنہ سارے کالج کے سامنے چھڑیاں کھانا پڑیں گی اور ذرا رعایت نہ ہو گی۔"

"مت پوچھ کہ دل پہ کیا گزری"

(حیات ناصر صفحہ 133-134)

بتاؤ بھی ہمیں تو اگر ہے
ایک سا مہرباں اس یار
کون کرتا ہے کسی سے جتنا وہ کرتا ہے پیار
ہیں درندے ہر طرف وہ عافیت کا ہے حصار

مَیں اِس بچی کا باپ ہوں

پیارے بچو! خلفائے سلسلہ کی بچوں سے محبتوں اور شفقتوں کی طرف لوٹتے ہوئے ایک واقعہ پیش ہے۔
مکرم صاحبزادہ مرزامبارک احمد صاحب مرحوم اپنے والدِ محترم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بچوں سے محبت اور شفقت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ "دار مسیح" کے جس حصہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی رہائش تھی اس سے ملحق جو مکان کا حصہ تھا اس میں ہماری والدہ اور بچے رہتے تھے۔ اس کے صحن میں بچے بعض گھریلو کھیلیں شام کو کھیلتے تھے۔ اسی طرح کی ایک کھیل ہم شام کو کھیل رہے تھے کہ ایک لڑکی جو میری ہم عمر تھی (اس وقت میری عمر آٹھ نو سال کی ہو گی) اس نے کوئی ایسی بات کی جس پر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ عین اس وقت ابا جان صحن میں داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے مجھے طمانچہ مارتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ سیدھے میری طرف آئے۔ مجھے اپنے پاس بلا کر کھڑا کیا اور اس بچی کو بھی پاس بلایا اور اسے کہا کہ اس نے تمہیں مارا ہے تم بھی اس کے منہ پر طمانچہ مارو۔ لیکن پھر بھی اسے جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد غصے میں اور جوش میں مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کا باپ نہیں ہے اس لیے تم جو چاہو اس سے سلوک کر سکتے ہو تو **اچھی طرح سن لو کہ میں اس کا باپ ہوں** اور اب اگر تم نے اس پر انگلی بھی اٹھائی تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بیان کرتے ہیں مجھے بعد میں علم ہوا کہ یہ بچی ایک سید خاندان کی یتیم بچی تھی جو ابا جان سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زیر سایہ لے لی تھی۔

(یادوں کے دریچے از صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صفحہ 15)

جل رہا ہے ایک عالم دھوپ میں بے سائباں
شکر مولیٰ کہ ہمیں یہ سایہ رحمت ملا
یہ مان ہے ہمیں کہ خلافت کے فیض سے
دن رات شفقتوں کی گھٹائیں نصیب ہیں

جماعت کا ہر بچہ میرا بچہ ہے

سامعین محفل! مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز قادیان میں مغرب کی نماز کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ واپس گھر جانے لگے تو حسب معمول دوستوں نے گھر کے دروازے تک قطار بنالی۔ گزرتے گزرتے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی نظر ایک کم عمر بچے پر پڑی تو آپ رُک گئے اور اس کا نام لے کر پاس بلایا اور کہا تم مجھے کمزور لگتے ہو۔ تمہارے ابا تمہارے مناسب کھانے کا معلوم ہوتا ہے انتظام نہیں کرتے۔ ان سے کہنا کہ کل صبح مجھے دفتر آکر ملیں۔ اگلے روز وہ دفتر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے ملے تو آپ نے ان کو فرمایا کہ "مجھے بہت رنج ہوا ہے آپ کے لڑکے کو دیکھ کر۔ صحت کمزور لگی ہے۔ اب آپ نے اس کی غذا کا خاص خیال رکھنا ہے اور ایک ماہ کے بعد اس کو ساتھ لا کر مجھے ملانا ہے تا میری تسلی ہو جائے کہ بچے کی پرورش صحیح طریق پر کی جارہی ہے۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ **صرف آپ کا بچہ نہیں جماعت کا ہر بچہ میرا بچہ ہے اور میں اپنی آئندہ نسل کو جسمانی لحاظ سے بھی کمزور نہیں دیکھ سکتا۔**"

(یادوں کے دریچے۔ مصنف صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صفحہ 18)

عجب سرور میں کٹتے ہیں اپنے شام و سحر
رہ حیات میں اک پاسباں سر پر ہے
میرے آقا کی محبت ہو مری روح کی راحت
اس کی شفقت بھری نظروں کی عطا ہو دولت

پیارے بچو! مکرم محمد اقبال صاحب آف کنری ایک دفعہ اپنے بیٹے عزیزم محمود احمد انجم متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ کو پڑھائی میں کمزور جان کر محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے بیٹے کو سمجھائیں کہ یہ واقف زندگی ہے اس نے خود زندگی وقف کی ہے۔ یہ پڑھائی میں کمزور ہے۔ آپ اس کے لیے دعا کریں۔ خاکسار اس بچے کو آپ کے سپرد کرتا ہے آپ اس کی تعلیم کی نگرانی فرمائیں، یہ مجھ پر احسان عظیم ہوگا۔ آپ نے عزیزم محمود انجم کو کہا کہ آئندہ آپ نے مجھ سے ملتے

رہنا ہے اور ہر ماہ اپنی تعلیم کی رپورٹ دینی ہے۔ دو تین ماہ بعد خاکسار جب دوبارہ ربوہ گیا اور اپنے بیٹے کو کہا کہ جب آپ میاں صاحب سے ملتے ہیں تو میاں صاحب کیا فرماتے ہیں؟ بیٹے نے مجھے کہا کہ میاں صاحب نے فرمایا ہے کہ روزانہ کم از کم دو نفل ضرور پڑھا کرو اور روحانی خزائن کا مطالعہ سونے سے پہلے کیا کرو۔ ہر ماہ کوشش کر کے جیب خرچ سے ایک کتاب خریدا کرو۔ جلسہ سالانہ برطانیہ 2003ء میں خاکسار کو شمولیت کا موقع ملا۔ خاکسار نماز پڑھنے بیت الفضل کی طرف جارہا تھا کہ راستہ میں مکرم سید میر محمود احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ملے۔ خاکسار نے سلام عرض کیا۔ مصافحہ اور معانقہ کیا۔ آپ نے فرمایا آپ کا بیٹا محمود احمد انجم بڑا خوش نصیب ہے جس کی نگرانی پیارے آقا خلافت سے پہلے کیا کرتے تھے اور مجھ سے رپورٹ لیتے رہتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعاؤں سے ہی جامعہ میں کامیاب جارہا ہے۔ میں اور میرا بیٹا کس قدر خوش نصیب ہیں کہ پیارے آقا کی خلافت سے پہلے اور بعد کی دعائیں ساتھ ہیں۔

(ماہنامہ تشحیذالاذہان سیدنا مسرور نمبر 2008ء صفحہ 37-38)

ہمیں ناز ہے اس غلامی پہ ہر دم
ملی دائمی ایک نعمت خلافت
ہم اپنے مقدر پہ فرحاں بھی ہیں نازاں بھی
حاصل ہیں ہمیں ہر پل اس پیار کی سوغاتیں

بھائیو! خلفائے سلسلہ کی بچوں سے شفقت ایک ایسا عنوان ہے جس کی سچائی کا ثبوت خود احمدی بچے ہیں جو خلفائے سلسلہ کی محبتوں اور شفقتوں کو آغاز خلافت سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ہر دور میں خلفائے احمدیت کا بچوں کے ساتھ شفقتوں کا ایسا کبھی نہ ختم ہونے والا سلوک ہے جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ نمونے کے طور پر ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2013ء کے اگلے دن حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد اپنی رہائش گاہ پر واپس تشریف لے جارہے تھے کہ اچانک ایک احمدی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سامنے آگیا اور درخواست کی کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ان کے بیٹے کی آمین کروائیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

العزیز نے از راہ شفقت اس احمدی کی درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ آج شام کو جو تقریب آمین ہونی ہے اس تقریب میں اپنے بیٹے کو بھی لے آنا۔ اس پر اس احمدی نے کہا کہ حضور! آج شام واپس جا رہا ہوں اور مجھے ائیر پورٹ کے لیے شام 6 بجے نکلنا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ جو سیکیورٹی اور سٹاف پر معمور افراد تھے اس قسم کی درخواست پر حیران ہوگئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس احمدی کی درخواست آرام سے سنی اور فرمایا اپنے بیٹے کو لے آؤ۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ گھر تشریف لے گئے اور کچھ منٹ بعد واپس آئے اور اپنی رہائش گاہ کے سامنے اس بچے کی آمین کی تقریب کی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مصروفیت کے باوجود اس احمدی کی ہمدردی کے لیے اور اس کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے پہلے سے طے شدہ آمین کی اجتماعی تقریب سے پہلے اسی وقت اس بچے کی اکیلے آمین کروادی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24 تا 27 مئی 2019ء۔ صفحہ 71-72)

اس کی محبت کے ہر لب پہ ترانے ہیں
جس حسن کی ہوتی ہیں افلاک پہ بھی باتیں
مہرباں مشفق مجسم پیار کا پیکر حسیں
بھول جائیں ان کی شفقت یہ تو ممکن نہیں

پیارے بچو! خلفائے سلسلہ کی محبت و شفقت کے فیض کا سلسلہ اتنا وسیع اور اتنا دلگداز ہے کہ اسے بیان کرنے کی طاقت نہیں۔ اکناف عالم میں بسنے والے کروڑوں عشاق احمدیت کی طرح احمدی بچے بھی اپنے محبوب کی محبت و شفقت کی دولت سے مالا مال ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ چاکلیٹ، پن اور بچیوں کے سکارف تقسیم کرنے کے مشفقانہ انداز تو ہم ایم ٹی اے پر دیکھتے رہتے ہیں۔ حضور جہاں تشریف لے جاتے ہیں وہاں بھی بچے آپ کے گرد آجاتے اور آپ کی شفقتوں سے برکتیں سمیٹتے رہتے ہیں۔

پیارے بچو! مکرم عبد الماجد طاہر صاحب حضورِ انور کے دورہ کینیڈا کے دوران یکم جولائی 2008ء کی رپورٹ میں تحریر کرتے ہیں: حضور انور خدام الاحمدیہ کے کبڈی کے میچ میں تشریف لے گئے۔ حضور انور یہ میچ دیکھ رہے تھے کہ اس دوران ایک چھوٹی بچی حضور انور کے پاس آگئی اور حضور انور کی گود میں اپنا سر رکھ

دیا۔ حضور انور اس بچی سے پیار کرتے رہے جب کبڈی کا میچ ختم ہوا تو حضور انور نے سب کھلاڑیوں کو شرف مصافحہ سے نوازا اور کھلاڑیوں نے حضور انور کے ساتھ تصویر بھی بنوائی ۔ اس دوران بھی یہ بچی حضور انور کے ساتھ رہی اور حضور نے اس بچی کا ہاتھ پکڑے رکھا۔ بعد ازاں حضورانور نے بچی کے والد کے بارے میں دریافت فرمایا۔ بچی کی والدہ گراؤنڈ سے باہر کھڑی تھیں وہ آ گئیں۔ حضور انور نے مسکراتے ہوئے کمال شفقت سے اس بچی کو اس کی والدہ کے سپرد کیا۔

(روزنامہ الفضل 25 جولائی 2008ء)

جسے تیری محبت مل گئی ہے
اسے دنیا میں جنت مل گئی ہے
حکومت کیا ہے اس نعمت کے آگے
مسیحا کی خلافت مل گئی ہے

(اِس تقریر کے آخری حصہ کے واقعات مکرم شہزاد انور صاحب کے مضمون سے لئے گئے ہیں۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ)
(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴾10﴿ ﴾مشاہدات۔ 981﴿

اطاعت کے ذریعہ پراگندہ موتیوں کا اجتماع

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْہِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَہْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ (النور:55)

کہہ دے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم پھر جاؤ تو اُس پر صرف اتنی ہی ذمہ داری ہے جو اُس پر ڈالی گئی ہے اور تم پر بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی تم پر ڈالی گئی ہے۔ اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور رسول پر کھول کھول کر پیغام پہنچانے کے سوا کچھ ذمہ داری نہیں۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

پیارے بچو! آج مَیں جو گفتگو آپ بچوں سے کرنا چاہتا ہوں اُسے ہم ”اطاعت کے ذریعہ پراگندہ موتیوں کا اجتماع“ کا عنوان دے سکتے ہیں۔

آپ بچوں نے دیکھا ہے اور ہم خود بھی اس دَور سے گزرے ہیں کہ جب اپنی امی کی گود سے اُتر کر بچہ رینگنا اور پھر چلنے لگتا ہے تو وہ اپنے والدین اور اپنے سے بڑوں کو دیکھتا ہے اور ان کو فالو کرتا ہے یہی سے اطاعت کا سفر شروع ہوتا ہے یا اس نَونہال کی حرکتوں کو اطاعت کا پہلا سبق کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ماں کی گود کے مدرسہ سے اطاعت کا پہلا سبق لے کر جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتا ہے تو احمدی نَونہالانِ جماعت مسجد

میں، مدرسہ میں یا پھر اسکولز میں اطاعت کے سبق کو لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ اسکولز و کالجز میں اساتذہ اور پروفیسرز کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جاتی ہے۔ ہماری جماعت میں ذیلی تنظیموں کا نظام بھی اطاعت کے مضمون کو مضبوط سے مضبوط کرتا ہے۔ ہم سب نے اطاعت کا سبق ماں کی گود کے بعد مجلس اطفال الاحمدیہ پھر مجلس خدام الاحمدیہ اور پھر مجلس انصاراللہ سے سیکھا۔ اسی طرح ہماری بچیاں ناصرات الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ میں اطاعت کے قرینے سیکھتی ہیں۔

پیارے بچو! آئیں دیکھیں! اطاعت ہے کیا؟ مَیں آج آپ بھائیوں اور اپنی بہنوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ دنیا کا سارا نظام آسمان و زمین کی گردش، رات دن کا بننا اور سورج چاند ستارے سب اپنے اپنے مدار میں ایک ہستی کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ انسانی جسم کو لے لیں۔ جسم کے تمام اعضاء دل کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اگر کوئی ذرا بھی اطاعت سے باہر نکلتا ہے تو وہ عضو ماؤف ہو جاتا ہے یا بیمار پڑ جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے وفادار فدائی ساتھی حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃُ المسیح الأول رضی اللہ عنہ کے متعلق اطاعت کے حوالے سے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے کہ

"وہ ہر امر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جس طرح نبض حرکت قلب کی پیروی کرتی ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 581)

پیارے بچو! ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس زمانے کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بنائی ہوئی جماعت احمدیہ میں پیدا کیا ہے یا ہمارے آباء و اجداد کو آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک سلام آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچانے کی توفیق ملی اور احمدی مسلمان کہلائے اور جماعتِ احمدیہ مسلمہ میں داخل ہوئے۔ جس میں خلافت کا مبارک نظام موجود ہے اور اطاعت اس کا بنیادی قرینہ ہے۔ ہر جہت سے، ہر طرف سے، ہر چھوٹی اور بڑی بیٹھک اور میٹنگ اور جلسوں میں اطاعت اور فرمانبرداری کا سبق ملتا ہے۔ آپ بچوں نے جلسہ سالانہ برطانیہ اور جلسہ سالانہ جرمنی میں دیکھا ہو گا کہ 50 ہزار پر مشتمل مرد و خواتین اور بچے بچیاں کمال طریق سے اطاعت کی لڑی میں پروئے ہوئے ایک نظام کی اطاعت کرتے دکھائی دیتے ہیں جو خلیفہ وقت کی سربراہی میں چل رہا ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

”اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس جب بھی خلافت ہو گی اطاعتِ رسول بھی ہو گی کیونکہ اطاعتِ رسول یہ نہیں کہ نماز پڑھو یا روزے رکھو یا حج کرو۔ یہ تو خدا کے احکام کی اطاعت ہے۔ اطاعتِ رسول یہ ہے کہ جب وہ کہے کہ اب نمازوں پر زور دینے کا وقت ہے تو سب نمازوں پر زور دینا شروع کر دیں۔“

(تفسیر کبیر سورۃ نور صفحہ 369)

آپ بچوں کو سمجھانے کے لئے ایک یا دو واقعات مَیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے حضرت انسؓ کا واقعہ کہ جب وہ ابھی 9 برس کے بچے تھے۔ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خفیہ مشن پر بھیجا اور تاکید کی کہ کسی کو بتانا نہیں۔ اس کام کی انجام دہی میں اتنی دیر ہو گئی کہ گھر دیر سے پہنچے۔ والدہ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام پر گیا تھا۔ ماں نے پوچھا کون سا کام؟ بچے نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتانے سے منع کیا تھا۔ ماں بھی کامل فرمانبردار تھی اور اطاعت میں رچی بسی تھی۔ ماں نے بھی مزید نہیں کریدا۔ لیکن 9 سالہ بچے کی کمال اطاعت و فرمانبرداری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی لاج رکھی اور ماں کو بھی وجہ نہیں بتائی۔

بچو! دوسرا واقعہ یوں ہے کہ حضرت خالدؓ بن ولید بہت بڑے جرنیل تھے اور حضرت عمرؓ کے دور میں شام کے علاقے کے کمانڈر انچیف تھے۔ حضرت عمرؓ نے بعض مصالح کی وجہ سے آپؓ کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو کمانڈر مقرر کر دیا۔ جب اس تبدیلی کی اطلاع حضرت خالدؓ کو ملی تو آپؓ نے اطاعتِ خلافت کا شاندار نمونہ پیش کرتے ہوئے کمان حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے سپرد کر کے خود اُن کی اطاعت میں مصروف عمل ہو گئے۔

یہی اطاعت کے نمونے ہمیں آج جماعت احمدیہ میں نظر آتے ہیں۔ آپ اطفال کا ایک وعدہ ہے اور ناصرات کا بھی ایک عہد ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس انصاراللہ اور لجنہ اماء اللہ کے اپنے اپنے عہد ہیں۔ ان سب میں اطاعت کا سبق موجود ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔“

(کمپوزڈ: نصیر احمد چوہدری)

﴿11﴾ ﴿مشاہدات۔951﴾

نَو نہالانِ جماعت

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبۡ عَلَيۡنَا اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ(البقرہ:129)

کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرنبر دار بنا اور ہماری اولاد میں سے اپنے لئے ایک فرمانبر دار گروہ بنا اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا اور فضل کے ساتھ ہم پر توجہ فرمایقیناً تُو ہی فضل کے ساتھ توجّہ فرمانے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

پیارے بچو! مجھے آج اپنے ایسے بھائیوں سے مخاطب ہونا ہے جن کو بانیٔ تنظیم مجلس اطفال الاحمدیہ حضرت مرزابشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک منظوم کلام میں نَو نہالانِ جماعت کہہ کر پکارا ہے۔ اِسی کو مَیں نے آج تقریر کا عنوان لگایا ہے۔ آپؓ اپنے منظوم کلام کا آغاز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نَو نہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع میرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تاکہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو

پیارے بچو! مَیں آج اس مضمون کو مختلف angles سے آپ کے سامنے رکھ سکتا ہوں لیکن میرے پاس وقت بہت محدود ہے۔ اس لئے مَیں اس پیاری ناصحانہ نظم میں بیان نصائح اور ہدایات کے ارد گرد ہی رہوں گا۔ یہ نظم 32 اشعار پر مشتمل ہے۔ اِن اشعار کی تفصیل میں جانے سے قبل "نَو نہالان" کے معنی جاننے ضروری ہے۔ اِس کے معنی اِیسی نئی چیز جو ابھی ابھی یا کچھ عرصہ قبل وجود میں آئی ہو۔ ڈکشنری میں

اِس لفظ کے تحت لکھا ہے کہ نیا پودا، نَومولود، نوخیز، ننھی مُنّی پَری، جوانی کے ابتدائی مراحل، جن کو آج کے دَور میں kids اور ٹین ایجرز بولتے ہیں۔ یہ اکثر بیٹوں یعنی نرینہ اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بیٹیوں کے لئے استعمال ہو جاتا ہے۔ نِہال کے معنی خوشی اور سربلندی کے ہیں اور نَونِہال کے معنی ہوں گے ایسا بیٹا یا بچہ جو اپنے اچھے اعمال اور خوبیوں کی وجہ سے والدین اور بڑوں کو خوشی پہنچائے، اُن کا سر فخر سے بلند کرے۔

پیارے بچو! اس نظم میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے گو اُن بچوں کو مخاطب کیا ہے جو نَونِہالان کی اوپر بیان کی گئی تعریف کے زُمرے میں آتے ہیں۔ لیکن اِس نظم کا مخاطب جماعت احمدیہ کا ہر فرد بھی ہے اور ہونا بھی چاہیئے کیونکہ خلیفہ وقت تو جماعت کے لئے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہم سب اُس کی روحانی اولاد اور بیٹے بیٹیوں کے زُمرے میں آتے ہیں۔ حضورؓ نے اس نظم میں بالخصوص نَونِہالان یعنی نوجوانوں کو مخاطب فرمایا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ نوجوان، قوموں کی زندگی میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ قوم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہی کے اخلاق اور اعمالِ حسنہ پر قومیں، جماعتیں کھڑی ہوتی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر قوموں کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس مضمون کو مزید آسان معنوں میں سمجھنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ ہی کی بیان فرمودہ ایک مثال کو بیان کرنا ہو گا۔ مجلس اطفال الاحمدیہ کے قیام کے وقت حضورؓ نے فرمایا تھا کہ مَیں آج جماعت کی عمارت کی چوتھی دیوار کو بھی مکمل کر رہا ہوں۔ حضورؓ نے جو چار دیواریں گنوائیں اُن میں لجنہ اماء اللہ، مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ تھی۔ لجنہ اماء اللہ کے دو حصّے لجنہ اور ناصرات ہونے کے باوجود اِن کو ایک دیوار متصوّر کیا ہے جبکہ مجلس خدام الاحمدیہ کے دو حصّوں یعنی خدام اور اطفال کو الگ الگ دیوار تصوّر کیا ہے جس سے نَونِہالانِ جماعت کی اہمیت اَور زیادہ اُجاگر ہوتی ہے۔ جماعت کی چھت کا بوجھ زیادہ تر انہی دو دیواروں پر آنا ہے۔ اِس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے اِن کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ مَیں بہت دردِ دل سے چند نصائح کرنے لگا ہوں۔ یہ میری طرف سے آپ کے نام ایک پیغام ہے اِسے ہرگز ضائع نہ کرنا۔ ہماری زندگیوں کے بعد جماعت کا سارا بوجھ آپ کے ہی کاندھوں پر آنے والا ہے اور ساری جماعت کا بار آپ نے اُٹھانا ہے۔ اِس لئے اپنی سستیاں ترک کرو اور آرام کے طالب نہ ہو۔ محنت سے کام لو۔ نَونِہال

کے جو معنی اوپر سُن آئے ہیں۔ اُن میں نئے پودے یا نئی شاخ کے بھی ہیں جو اپنے آپ کو ہر طرف مولڈ (mold) کر لیتی ہے یعنی جُھک جاتی ہے۔ اس لئے آپ بچوں نے بھی اپنے آپ کو خلافت کی طرف مولڈ رکھنا ہے اور سرسبز شاخ کی طرح جب اُس پر پھل لگیں تو آپ نے اخلاقِ حسنہ، اخلاقِ فاضلہ کے پھلوں سے لدّ کر جھکے رہنا ہے۔

پیارے بچو! ہر انسان بالخصوص گھر کے بزرگ دنیا سے رخصت ہوتے اپنی اولاد کو کوئی نہ کوئی نصیحت کر جاتے ہیں۔ جن کو اولاد حرزِ جان بنائے رکھتی ہے۔ ہم بچوں کو بھی اپنے پیارے حضورؓ کی اِس نصیحت کو آخری پیغام سمجھ کر اپنے پلّوں کے ساتھ باندھ لینا چاہیئے۔ حضورؓ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

یہ کوئی تشریح طلب یا وضاحت طلب شعر نہیں ہے۔ بس خدمتِ دین کر کے انعام کے لئے اللہ پر معاملہ چھوڑو کسی کی طرف سے احسان کی تمنّا نہ رکھو۔ اِس کے بعد حضورؓ ہم بچوں کو ایسی بڑی بُرائیوں اور بدیوں سے بچنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں جو اخلاق سوز ہیں۔ اُن میں نخوَت، کبرّ، غضب و غصّہ اور گالی گلوچ شامل ہے۔ حضورؓ ہمیں توجہ دلا رہے ہیں کہ اِن بدیوں کی بجائے اپنے اللہ کی طرف جھکے رہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوں۔ اسلام کی حقیقی تعلیم ہماری روح رواں رہے فقط نام کے ہی مسلمان نہ ہوں۔

عزیز بچو! حضورؓ فرماتے ہیں:

خیر اندیشی، احباب رہے مدّ نظر
عیب چینی نہ کرو، مفسد و نمَّام نہ ہو
چھوڑ دو حرص، کرو زہد و قناعت پیدا
زر نہ محبوب بنے سیم دل آرام نہ ہو

حضورؑ بچوں کو توجہ دلا رہے ہیں کہ آئندہ زمانے میں لوگوں کا رجحان روپے اور زر کی طرف ہو گا لیکن تم نے زہد و قناعت پیدا کرنی ہے اور حضورؑ نے بعض مزید بیماریوں جیسے عیب چینی، نکتہ چینی، فساد، غیبت اور حرص کو ترک کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نیز اگلے دو اشعار میں نماز، روزہ نیز احکامِ قرآن کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور زکوٰۃ، صدقہ اور چندوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مسکینوں، غریبوں کے حقوق کی ادائیگی کا کہا ہے۔

پھر فرمایا:

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم، لب میں مگر نام نہ ہو

کہ نماز جس کی طرف حضورؑ اوپر توجہ دلا آئے ہیں۔ اُس کے ساتھ ذکرِ الٰہی، تسبیحات و تحمید بھی ضروری ہے جو دلوں کو روشن کر دیتی ہے۔ اگر دل میں خدا کے علاوہ بُتوں سے محبت ہو تو لب میں خدا خدا نہیں ہوتا۔ اِس سے اگلے شعر میں پھر مستقبل میں پیدا ہونے والے ایک شر سے بچنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ دین اور مذہب کو ہی اپنا نجات کا ذریعہ بناؤ۔ اس کے کسی حکم پر کوئی عقلی دلیل حائل ہو تو اس کو دین پر حاوی نہ کرنا کیونکہ عقل تو اندھی ہے اگر الہام کے نور سے منوّر نہ ہو۔ اس شعر کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ فرمایا:

عقل کو دین پر حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیّرِ الہام نہ ہو

بچو! پھر فرمایا۔ دنیا سے اگر کوئی صداقت کی آواز آئے تو ضرور غور کرو اور قبول کرو مگر یورپ کے فلاسفر اور سائنس دانوں کی ہر آواز کو سچا سمجھ کر ماننے کے پیچھے نہ پڑو۔ محبّانِ محمدؐ سے پیار کرو اور اِن کے دشمنوں سے تمہارا کوئی کام نہ ہو۔

پیارے بچو! مَیں نے اس نظم پر بہت غور کیا ہے۔ حضورؒ نے نہایت حکمت کے ساتھ ایسی بدیوں اور بُرائیوں اور غلط فہمیوں کی طرف توجہ دلا کر اِن سے دُور رہنے کی طرف توجہ دلائی ہے جو آئندہ زمانے میں دینِ اسلام کا یا تو حصّہ بننے والی تھیں یا اِس کے قریب آکر حملہ آور ہونے والی تھیں۔ اِس حوالہ سے آنے والے فتنوں سے دُور رہ کر امن پسندی کا ثبوت دو اور اپنی عمر کو خدائے تعالیٰ کی نعمتِ سمجھو، وقت ضائع نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ قیمتی وقت ضائع ہونے کے بعد گزرے ہوئے وقت پر شکوہ کرتے پھرو۔ ہر چیز میں حُسن اچھا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایک حقیر سادانہ بھی بہت قیمتی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں All glitters is not Gold کہ ہر چمکدار چیز گولڈ یعنی سونا نہیں ہوتی، اس لئے کسی کو حقیر نہ جانو تم ضرور بڑے انسان ہو مگر اسلام کو نہ چھوڑنا۔ فرمایا۔

تُم مدبّر ہو کہ جرنیل ہو یا عالِم ہو
ہم نہ خوش ہوں گے کبھی تُم میں گر اسلام نہ ہو

پیارے بچو! کیا پیاری نصیحت فرمائی۔

سیلف رسپیکٹ کا بھی خیال رکھو تم بے شک
یہ نہ ہو پر کہ کسی شخص کا اکرام نہ ہو
عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

کہ اپنی عزت اور وقار کا ضرور خیال رکھو اور دوسروں سے بھی رکھوانے کی کوشش کرو۔ مگر ایسا کرنے میں اپنے کسی ساتھی کی عزّت مجروح نہ ہو۔ ہر حالت میں دعوتِ اسلام کا کام ترک نہیں کرنا۔ پھر کیا خوب فرمایا جسے نثر میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

اگر دنیا فتح بھی کر لی تو کیا فائدہ اگر اپنے نفسِ وحشی کو اللہ کی خاطر رام نہ کر لیا ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہادر وہ نہیں جو کُشتی میں کسی کو بچھاڑے مگر بہادر وہ ہے جو غصّہ پر قابو کرے اور اپنے

نیک اعمال سے خدا کے قریب جا کر کسی وقت احسان جتا دینے سے ترقی کرتے کرتے نیچے نہ آ گرنا کہ کی ہوئی محنت ضائع ہو جائے۔ حضورؓ نے فرمایا۔ بعض اوقات اچھے مال میں کوئی بُری چیز اُسے خراب کر دیتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری کسی خراب حرکت کی وجہ سے پوری جماعت پر حرف آئے۔ دیکھنا! جو مَیں نے نصائح کی ہیں۔ ان پر عمل کرنا بہت مشکل ہے مگر میرے وفا کے ستونوں! سستی نہ کرنا۔ بلکہ آگے بڑھتے چلے جانا اور حشر کے روز ہمارے لئے تُم رسوائی کا باعث نہ بننا۔ ہم تو اِس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ اِس کے بعد دنیا اور جماعت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں آنے والی ہے۔ اُس دَور میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو۔ آخر پر حضورؓ نے ہم بچوں کو دعائیہ کلمات سے نوازا ہے، اللہ اِن تمام دعاؤں کو تاابد ہمارے حق میں قبول فرماتا رہے۔ ہمیں یہ پوری نظم زندگی کے ہر موڑ پر سامنے رکھنی چاہئے اور یاد بھی کر لینی چاہئے۔ نیز جب یہ نظم ہمارے جلسوں اور اجلاسات و میٹنگز میں پڑھی جائے تو غور سے سُن کر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن قیمتی اور پیاری نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ آخر پر حضورؓ فرماتے ہیں:

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دور
اے میرے اہلِ وفا! سست کبھی گام نہ ہو
گامزن ہو گے وہ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سر انجام نہ ہو
حشر کے روز نہ کرنا ہمیں رسوا و خراب
پیار و آموختۂ درسِ وفا خام نہ ہو
ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو
میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو!
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

❁❁❁❁

﴿12﴾ ﴿مشاہدات۔539﴾

احمدی بچوں کا مقام اور ان کے فرائض

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (البقرہ:149)

اور ہر ایک کے لئے ایک مطمحِ نظر ہے جس کی طرف وہ مُنہ پھیرتا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تاکہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو

پیارے اطفال بھائیو! حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃُ المسیح الثالثؒ) نے مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع 1964ء کا افتتاح کرتے ہوئے جو قیمتی تقریر فرمائی۔ وہ آج بھی ہمارے احمدی بچوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ جس کا خلاصہ مکرم مولوی منیر الدین احمد صاحب نے مرتب فرمایا اور ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ فروری 1965ء میں شائع ہوا۔ آج مَیں اپنی تقریر میں اپنے اطفال بھائیوں کے استفادہ کے لئے پڑھ کر سناتا ہوں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب بھی کوئی احمدی بچہ میرے سامنے آتا ہے تو مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے وعدے یاد آجاتے ہیں اور میرا دل اس بچے کے لیے عزت واحترام کے جذبات سے بھر جاتا ہے

اور ان وعدوں کے نتیجہ میں جو ذمہ داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں ان کا احساس ذہن میں آ جاتا ہے۔ کیونکہ ہمیں ان بچوں کی اس رنگ میں پرورش کرنی ہے کہ وہ ان وعدوں کو پورا کرنے والوں میں شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیے ہیں۔

مجلس اطفال الاحمدیہ کی سالانہ رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے محترم میاں صاحب نے فرمایا اس رپورٹ کا ہم دو نقطہ ہائے نگاہ سے جائزہ لے سکتے ہیں۔ پہلا نقطہ نگاہ ماضی اور حال کا مقابلہ ہے۔ اس لحاظ سے ہر میدان اور ہر شعبہ میں ترقی ہوئی ہے اور رپورٹ سن کر دل خوش ہوا ہے کہ بچے اب پہلے سے بلند تر مقام پر جا کھڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ آئندہ ہم نے جو کچھ حاصل کرنا ہے اور جو ہمارا مقصد ہے اس کے لحاظ سے ہم نے کیا کام کیا ہے۔ اس لحاظ سے جب غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ابھی ہم نے بہت کچھ آگے بڑھنا ہے۔ ہمارے بلند مقاصد کے مقابلہ پر ہماری ترقی کی رفتار بہت ہی کم ہے اور اصل مقصد تک پہنچنے میں بہت دیر لگے گی۔

سامعین! اطفال الاحمدیہ کے امتحانات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ امتحانات میں پانچ ہزار اطفال شامل ہوئے۔ یہ تعداد خدا کے فضل سے اچھی ہے اور منتظمین مبارکباد کے مستحق ہیں مگر ابھی اس میں بھی ترقی کی گنجائش ہے اور اس طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ چاہیے کہ ہر طفل ان امتحانات میں شامل ہو۔ اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ امتحانات میں شامل کرنا صرف منتظمین کا ہی کام نہیں بلکہ تمام اطفال کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ سب مل کر کوشش کریں اور ہر بچہ یہ عہد کرے کہ اس نے پانچ اور بچوں کو امتحانات میں شامل کرنا ہے۔ اس طرح یہ تعداد آسانی کے ساتھ 25 ہزار تک جا پہنچے گی صرف تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔

آپ بجائے وقت ضائع کرنے کے علمی اور دینی کاموں میں حصہ لیں۔ بچوں میں کام کرنے کی قابلیت ہوتی ہے مگر ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا کرنا ہے بڑے لوگوں کی امداد و نگرانی سے ان کو صحیح لائن پر لگایا جا سکتا ہے۔ ذہنی کام کرنے اور مطالعہ سے بڑی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ کوئی بچہ بے کار نہ رہے۔ ہر وقت کام کرتے رہنا چاہیے۔ کسی بچے کا وقت ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی نہ کوئی کام کرتے رہنا چاہیے اس دنیا کی ساٹھ یا ستر سال کی عمر کچھ بھی نہیں۔ اصل زندگی موت کے بعد ہمیں ملے گی مرنے کے بعد ایک سو سال

گزریں گے۔ ہزار سال گزریں گے۔ لاکھ سال گزریں گے مگر ہم وہاں زندہ ہی رہیں گے۔ ہمیں اس دنیا کی بجائے اگلی زندگی کے لیے سامان جمع کرنے ہیں۔ جو لوگ اس دنیا میں خدا کی ناراضگی والے کام نہیں کرتے۔ آخرت میں خدا تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور کہے گا کہ دنیا میں ان لوگوں نے مجھے یاد رکھا اور میرے حکموں کی تعمیل کی اور لوگوں کی لعن طعن اور گالی گلوچ سے نہیں ڈرے۔ آج ان کو میرا قرب اور رضا حاصل ہے۔ اگر ہماری زندگیاں بھی ایسی ہو جائیں تو سمجھو ہم نے اپنی زندگی کا مقصد زندگی کو پالیا۔

پیارے بچو! حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا تین یا چار کتابیں ہماری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتیں۔ یہ ہماری غفلت ہے کہ ہماری اس قسم کی کتب کی تعداد سینکڑوں تک نہیں پہنچ سکی۔ مذہب میں وسعت ہے۔ مختلف موضوعات پر کتب لکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً دانت کی صفائی کا حکم اس کا فائدہ، اطفال کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنا چاہیے، بڑوں کی کس طرح عزت کرنی ہے۔ اسلام اور قرآن میں زندگی کے ہر پہلو کے متعلق تعلیم موجود ہے۔ نہایت سادہ اور عام فہم رنگ میں یہ باتیں بیان ہونی چاہیں۔

پہلے انبیاء کے ماننے والوں میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ ایسا ہے کہ اس پر غور کرتے ہوئے اِس وقت بھی جی چاہتا ہے کہ اس سے پیار کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے پیارے بیٹے اسماعیل کو کہا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت میں تمہاری قربانی دینا چاہتا ہوں تو بچے نے فوراً اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اس واقعہ میں بچوں کے لیے بھی اور بڑوں کے لیے بھی ایک عظیم الشان قربانی کا سبق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خواب دیکھا تو اس کی تعبیر کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے بڑھاپے کی اولاد اور اکلوتے بچے کو فوراً خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

حضرت ابراہیمؑ تو خدا کے نبی تھے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کی صفات کو پہچانا ہوا تھا۔ انہوں نے تو دل میں اس قربانی کے لیے کوئی انقباض محسوس نہیں کیا۔ مگر آپ نے سوچا کہ مَیں تو تیار ہوں بیٹے سے بھی پوچھ لینا چاہیے وہ بھی اس کو قربانی کے لیے تیار ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ سے انہوں نے فرمایا فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى خدا کا ایسا حکم ہے تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟

حضرت اسماعیلؑ گو بچہ تھے مگر ان کی تربیت ایسے ماحول میں ہوئی تھی کہ نہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں سوچ لوں اور اس بات کو اگلے سال پر نہیں ڈالا بلکہ کہا یٰٓاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ (الصافات:103)

یہ کتنا زبردست کارنامہ ہے جو حضرت اسماعیلؑ نے بچپن میں انجام دیا۔ اس طرح بہت سی مثالیں دوسرے انبیاء کے ماننے والوں میں بھی ہمیں ملتی ہیں۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وقت میں دو کمزور بچوں کی یاد آتی ہے جو اصرار کر کے جنگ بدر میں شامل ہوئے اور ابو جہل کو قتل کر دیا۔ اس واقعے کو یاد کر کے اب بھی ہم ان کی جرات اور دلیری پر داد دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یہ غیر معمولی کارنامہ سر انجام دیا۔

سامعین! محترم صاحبزادہ صاحب نے اس امر پر بھی زور دیا کہ اگر بچوں نے کھیل کود میں اس عمر کو گزار دیا تو بعد کی زندگی میں انہیں مشکل پیش آئے گی۔ لیکن سکول اور کالج کی زندگی میں اپنے اوپر سختی کرو گے تو بڑی عمر ہنسی خوشی سے گزرے گی۔ اس طرح دنیا کی زندگی میں قربانی کرو کیونکہ موت کے بعد حیات طیبہ نصیب ہو گی اور ابد الآباد کی زندگی کے لیے اس دینوی زندگی میں ہی تیاری کرنی چاہیے۔

یہ زندگی ایک قسم کا امتحان ہے اس کا نتیجہ موت کے بعد نکلے گا جس طرح تم سکول اور کالج میں امتحان کے دن محنت اور سختی سے دن گزارتے ہو مگر نتیجہ نکلنے پر تم کو ایک لمبی خوشی نصیب ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہاری زندگی کا حال ہے۔

الٰہی سلسلہ کے بچے فقید المثال ہوتے ہیں۔ آپ لوگ اسلام کے بچے ہیں۔ مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے بچے ہیں۔ جسمانی لحاظ سے ماں باپ والدین ہیں۔ مگر روحانی لحاظ سے مسیح موعودؑ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ منسوب ہوتے ہیں۔ اگر تم حقیقی احمدی بن جاؤ تو دنیا میں کوئی بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور دنیا ہمیشہ تمہیں یاد رکھے گی۔ یاد رکھو! مسیح موعود کی طرف منسوب ہونا تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ان کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی تم ان کی حقیقی اولاد بن سکتے ہو۔ انسان کی زندگی کو ایسا بنایا گیا ہے کہ اگلے جہان میں بھی عمل کا سلسلہ اور ترقی کا سلسلہ جاری رہے گا۔

آپ نے بچوں کی تربیت سے متعلق بعض امور پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ بچوں کی تربیت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نمونہ ہمارے لیے قابل تقلید ہے۔ آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا جب حضور سے ملنے آتیں تو حضور ان کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا عزت و احترام فرماتے۔ اس لیے کہ سارے ماں باپ اپنے بچوں سے ایسا سلوک کریں۔ شروع سے ہی بچوں کی عزت واحترام کرنا چاہیے۔ بچوں کو گالم گلوچ نہیں دینا چاہیے بلکہ ان سے محبت سے پیش آنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جو والدین بچوں پر سختی کرتے ہیں وہ مشرک ہیں۔ اولاد کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور نعمت، سکون اور اطمینان کا باعث ہوتی ہے۔

آپ رحمہ اللہ نے فرمایا احمدی بچے بڑے اچھے ہیں۔ ہم نے کئی ملکوں کے بچے دیکھے ہیں مگر احمدی بچوں کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود یہ خواہش ہے کہ ہمارے بچے ابھی اور ترقی کریں۔ صحابہ کی طرح وہ دنیا کے لیے رحمت کی بارش ثابت ہوں۔ آمین

اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین اللھم آمین

ہم احمدی بچے ہیں کچھ کرکے دکھادیں گے
شیطاں کی حکومت کو دنیا سے مٹادیں گے
نکلیں گے زمانے میں ہم شمع ہدیٰ لے کر
ظلمات مٹادیں گے نوروں سے بسا دیں گے
بچہ نہ ہمیں سمجھو جانباز مجاہد ہیں
اسلام کی خاطر ہم جانیں بھی لٹادیں گے

(ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ فروری 1965ء صفحہ 5-8)

(کمپوزڈ بائی: عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)

۞۞۞۞

﴾13﴿ ﴾مشاہدات۔322﴿

ایک احمدی مسلم بچے کی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (الفتح:30)

ترجمہ۔ محمد رسول اللہ ؐ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔

ہوں اللہ کا بندہ
محمد ؐ کی امت
ہے احمد ؑ سے بیعت
خلیفہ کی طاعت
مِرا نام پوچھو
تو مَیں احمدی ہوں

میرے ساتھیو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ ایک احمدی مسلم بچے کی ذمہ داریاں

اس مختصر سے وقت میں ذمہ داریوں کی طرف آنے سے قبل ”احمدی مسلم“ کی آج کے مادی دَور میں اہمیت بتانی ضروری سمجھتا ہوں۔ اِسے ایک مسلمان بچے کی ذمہ داریاں کا عنوان بھی دیا جا سکتا تھا لیکن مسلم کے ساتھ احمدی کا لفظ بڑھا کر ذمہ داریوں میں بھی اضافے کا سبق ملتا ہے۔ عمومی طور پر کہا جاتا ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لے وہ مسلمان ہے مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی

جو مختلف تعریفیں فرمائی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور ایک روایت میں مسلمانوں کی جگہ انسانوں کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ گویا حقوق العباد ہیں جسے حقوق اللہ پر فوقیت دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص حقوق اللہ کی ادائیگی میں سستی برتے گا تو آخری روز وہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کمی کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے گا تو اُسے اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے معاف فرما دے گا لیکن حقوق العباد میں اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی سے زیادتی کی ہو گی تو آخری روز اللہ سے معافی مانگنے پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ پہلے اُس شخص سے معافی مانگو جس سے تم نے زیادتی کی تھی اگر وہ معاف کر دے گا تو مَیں بھی معاف کر دوں گا۔ اِسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق العباد کی ادائیگی کو مسلمان کی تعریف میں شامل فرما دیا اور پھر زبان کو ہاتھ پر ترجیح دے کر ایک مسلمان کو اُس کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ مخلوق میں سے کسی سے زیادتی کرتے وقت زبان کا استعمال ہاتھ چلنے سے پہلے ہو جاتا ہے اس لئے اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھیں اور پھر وہ مسلمان احمدی بھی ہو وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد آپؐ کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے فرستادہ حضرت احمد علیہ السلام پر بھی ایمان لاتا ہو۔ جس نے آج کے دَور میں اسلام کی معدوم تعلیمات کو اُجاگر کیا اور اُس روٹھے ہوئے ایمان کو جو آسمان پر جا بیٹھا تھا دوبارہ لا کر مومنین کے دلوں میں اس کو جاگزین کیا اور حضرتِ احمدؑ پر ایمان لانے والے بھی صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت اختیار کر گئے۔ آپؑ نے کیا خوب فرمایا۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

میرے دوستو! ہم احمدی مسلم بچوں کی ذمہ داریوں کی بات چل نکلی ہے تو اِس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے حوالہ سے اضافہ کر دوں کہ اسلام کی اس بنیادی تعلیم سے تمام دنیا کے لوگوں کو آگاہ کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اِسے ہم دعوت الی اللہ کہتے ہیں۔ اِس کا ذکر اُس وعدہ میں بھی شامل ہے جسے حضرت مصلح موعود بانی تنظیم مجلس اطفال اللہ نے جاری فرمایا اور اِسے ہر اجلاس سے قبل ہم دہراتے

ہیں۔ اس میں درج ہے کہ مَیں وعدہ کرتا ہوں دینِ اسلام اور جماعت احمدیہ، قوم اور وطن کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہوں گا۔ گویا دینِ اسلام اور احمدیت کی خدمت میں اولین ذمہ داری اس کے پیغام پر نہ صرف خود عمل پیرا ہو کر دوسروں کے لئے نمونہ بننا ہے بلکہ اِس پیغام کو دوسروں تک پہنچا کر اپنے دائرہ میں مقیم ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ کرتے جانا ہے۔

پیارے ساتھیو! اِسی وعدہ کو لے کر اِس کے اگلے حصہ کو لیں تو اُس میں تین اور ذمہ داریوں کا ذکر ملتا ہے۔ وہ یہ ہیں:

1۔ ہمیشہ سچ بولوں گا

2۔ کسی کو گالی نہیں دوں گا

3۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا

وقت کی رعایت سے ان تینوں اہم ذمہ داریوں کو یکجائی طور پر بیان کرکے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ جہاں تک سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (الاحزاب:7) کا حکم دے کر قولِ سدید یعنی سچ بولنے کی تلقین فرمائی ہے اور دوسری طرف وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31) کی ہدایت فرما کر قولِ زُور یعنی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ بولنے والے کو صدیق اور جھوٹ بولنے والے کو کذاب فرمایا ہے۔

(مسلم کتاب البروالصلہ)

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

پیارے بچو! جہاں تک گالی نہ دینے کے وعدہ کا تعلق ہے۔ اِسے مَیں اپنی تقریر کے آغاز میں بیان کر آیا ہوں۔ تاہم اللہ کے حکم قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ:84) کی یاددہانی کرواتے ہوئے مَیں اپنے ساتھیو کو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک شعر کے ذریعہ ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

پیارے بچو! وعدہ میں درج آخری ذمہ داری خلیفۃ المسیح کی باتوں پر کماحقہٗ عمل کرنا ہے۔ اِس کے لئے پہلے خلیفۃ المسیح کی خطبات سننا ہوں گے پھر اُن میں بیان نصائح پر نہ صرف خود عمل کرنا ہے بلکہ اپنے ماحول میں بسنے والے دیگر احمدی مسلم بچوں کو ان کی یاددہانی کروانی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”لوگ منہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اطاعت گزار ہیں سلسلے کا ہر حکم سر آنکھوں پر لیکن جب موقع آئے، جب اپنی ذات کے حقوق چھوڑنے پڑیں تب پتہ لگتا ہے کہ اطاعت ہے یا نہیں ہے۔“

(خطبہ جمعہ 27 اگست 2004ء)

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانئ حُکام نہ ہو
گامزن ہو گے رہِ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سرانجام نہ ہو

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿14﴾ ﴿مشاہدات۔169﴾

ہم چھوٹی لجنہ۔ناصراتُ الاحمدیہ کے فرائض

معزز بہنو! میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ہم چھوٹی لجنہ۔ ناصراتُ الاحمدیہ کے فرائض**

اے شاد! گمان مت کر کمزور نہیں ہیں ہم
جب وقت پڑا اپنی جانیں بھی گنوادیں گے ہم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب خواتین کے لیے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم فرمائی تاکہ عورتیں علم اور عمل کے میدان میں آگے بڑھیں تو ان کو دیکھ کر جماعتِ احمدیہ کی ننھی منی بچیوں کے دلوں میں بھی نیکی کرنے اور اپنی ماؤں کی طرح بڑھ چڑھ کر جماعت کے کاموں میں حصہ لینے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ فرماتی ہیں کہ لجنہ اماء اللہ کے قیام کے کچھ سالوں کے بعد ناصراتُ الاحمدیہ کی بنیاد ڈالی گئی جو کہ سات سے پندرہ سال تک کی بچیوں کی تنظیم ہے۔ جب لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم ہوئی اور ان کے اجلاسات ہوتے تھے تو ہم بچیاں باہر کھیلتی رہتی تھیں۔ ایک دن مَیں نے ان کو اکٹھا کیا۔ اندر کمرے میں لجنہ کا اجلاس ہو رہا تھا مَیں نے باہر تخت پوش پر سب بچیوں کو بٹھایا اور کہا۔ آؤ! ہم بھی اجلاس کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت مصلح موعودؓ تشریف لائے ہمیں دیکھا تو پوچھا کیا ہو رہا ہے؟ مَیں نے کہا **ہم چھوٹی لجنہ ہیں** اور ہم اپنا اجلاس کر رہی ہیں۔ آپؓ بہت خوش ہوئے اور ہمیں ”ناصراتُ الاحمدیہ“ کا نام دیا جس کے لغوی معنی ہیں۔ ”احمدیت کی مددگار بچیاں“۔ ابتدائی طور پر جولائی 1928ء میں صاحبزادی امۃ الحمید صاحبہ بنت حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی کوشش سے چھوٹی لجنہ قائم ہوئی اور کچھ عرصہ بعد صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کی تحریک پر ناصراتُ الاحمدیہ کی تنظیم کی بنیاد پڑی۔ چوہدری خلیل احمد ناصر صاحب سابق انچارج احمدیہ مشن امریکہ کا بیان ہے کہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ نے مجھ سے ایک سے زائد مرتبہ کہا کہ خدامُ الاحمدیہ کی تنظیم کی طرز پر احمدی لڑکیوں کی تنظیم قائم ہونی چاہیئے۔ چنانچہ باہم مشورہ کے بعد طے پایا کہ صاحبزادی موصوفہ ایک خط کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح

الثانیؓ سے سفارش کریں اور یہ بھی گزارش کریں کہ اس تنظیم کا نام بھی حضور خود تجویز فرمائیں۔ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کی کوششوں سے ہی ''ناصراتُ الاحمدیہ'' جو کہ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا ہی ایک حصہ ہے کی بنیاد پڑی اس تنظیم کے مقاصد میں یہی شامل ہے کہ ایک بچی جب پندرہ سال کی عمر تک پہنچ کر لجنہ اماءِ اللہ کا حصہ بنے تو اس کی بنیادی تربیت اس درجہ تک ہو چکی ہو کہ بالغ عمری میں وہ عورتوں کی دینی اور دنیاوی ترقی میں نمایاں کردار ادا کر سکے۔ اس تنظیم کی سربراہ ملکی اور مقامی سطح پر سیکرٹری ناصرات کہلاتی ہے۔ ایک ناصرہ پندرہ سال کی شعوری عمر تک اپنی تنظیم سے منسلک رہنے کی تربیت پا کر وہ لجنہ اماءاللہ کی تنظیم میں قدم رکھ دیتی ہے۔

معزز بہنو! ناصراتُ الاحمدیہ عمر کے لحاظ سے تین درجوں میں منقسم ہے۔

1. سات سے دس سال کی بچیاں۔ معیار سوئم
2. دس سے بارہ سال کی بچیاں۔ معیار دوئم
3. بارہ سے پندرہ سال کی بچیاں۔ معیار اوّل

اس تنظیم کے ذریعہ خاص طور پر بچیوں کی تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جن کی عمریں 7 سے 15 سال تک کی ہیں۔ ان کو دین سے غافل اور بددل اور سست بنانے کی بجائے چست، ہوشیار اور تکالیف برداشت کرنے والیاں بنایا جاتا ہے۔ ان کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ دین کے مسائل سیکھے جائیں۔ ارکانِ ایمان اور ارکانِ اسلام سے واقفیت ہو۔ دین کے مسائل جس قدر معلوم ہو۔ اس سے لجنہ اپنی بچیوں کو آگاہ کریں۔ ناصرات کو اپنے اندر خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرنی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام کی اطاعت کا مادہ اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ ہمیں اسلام کی خاطر اور اس کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کرنے کا جوش اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

پیاری ناصرات! جس طرح ہر تنظیم کا ایک عہد ہے اسی طرح ناصراتُ الاحمدیہ کا بھی ایک عہد ہے جس کو ہم سب اپنے اجلاسات میں دہراتی ہیں۔

وہ عہد یہ ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

”مَیں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔ ان شاء اللہ

ناصراتُ الاحمدیہ کے اس عہد میں سب سے پہلی بات جو شامل ہے وہ ہے ”اپنے مذہب ملک اور قوم کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گی“

ناصرات الاحمدیہ نے ہمیشہ لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ اپنے وقت اور مال کی قربانی پیش کی ہے اور کرتی رہے گی۔ ان شاء اللہ۔ مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ، مسجد خدیجہ برلن، مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن، مسجد فضل لنڈن اس بات کی گواہ ہیں کہ ان کی تعمیر میں لجنہ اماء اللہ کے شانہ بہ شانہ ننھی ناصراتُ الاحمدیہ کا بھی حصہ شامل ہے۔ ہر قربانی اپنے ساتھ پھل پھول لاتی ہے۔ ناصراتُ الاحمدیہ کی یہ چھوٹی چھوٹی کلیاں اپنے عہد کے ان بڑے الفاظ اور بڑی ذمہ داریوں کو جب مل کر دہراتی ہیں تو وہ اپنی آئندہ آنے والی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے نصب العین کا تعین کر رہی ہوتی ہیں۔

ناصرات کی مالی قربانیوں کے بے شمار واقعات ہیں کہ نہ صرف لجنہ اماء اللہ مالی قربانی میں پیش پیش رہتی ہے بلکہ ناصرات بھی اسی جذبہ کے تحت اپنے پیارے آقا کی خدمت میں ہر وقت قربانی کے لیے تیار رہتی ہے۔ یہاں میں آپ کے سامنے دو چھوٹے چھوٹے واقعات بیان کروں گی جو کہ ہمارے پیارے حضور نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں بیان کیا تھا۔

”انڈیا سے انسپکٹر وقف جدید منور صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جماعت ساندھن صوبہ یوپی کے دورے کے دوران ایک دوست کے پاس چندہ وقف جدید کی وصولی کے لئے گئے تو انہوں نے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ کل صبح آجائیں پھر دیکھتے ہیں۔ کہتے ہیں اگلے روز میں دوبارہ ان کے گھر گیا تو موصوف نے بتایا کہ پیسوں کا انتظام نہیں ہوا۔ ان بچوں کو دیکھیں۔ بچوں میں قربانی کی کتنی روح ہے۔ ان کی چھوٹی بیٹی پاس کھڑی سن رہی تھی وہ اپنے والد کے پاس آکر کہنے لگی کہ آپ نے مجھے وعدہ کیا تھا کہ سردی بڑھ رہی ہے اور آپ مجھے سردیوں میں جوتے خرید کر دیں گے۔ آپ نے

میری سردی کے جوتوں کے لئے جو رقم رکھی ہوئی ہے وہ مجھے دے دیں۔ بچی نے ضد کر کے اپنے والد سے یہ رقم حاصل کی اور ساری چندہ وقف جدید میں ادا کر دی اور کہنے لگی کہ جوتے تو بعد میں بھی آتے رہیں گے پہلے چندہ لے لیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5۔ جنوری 2018ء)

معزز ناصرات! "صدر لجنہ کینیڈا کہتی ہیں کہ ایک مجلس کے دورے کے دوران ایک خاتون نے بتایا کہ ان کی بارہ سال کی بچی کو سکول کی طرف سے اسّی ڈالر کا انعام ملا۔ اس سے وہ اپنی مرضی کا کچھ خریدنا چاہتی تھی لیکن سیکرٹری وقف جدید کی تحریک پر اس نے انعام کی یہ ساری رقم چندے میں ادا کر دی۔ وہ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو اس طرح نوازا کہ اگلے دن عبد السلام سائنس فیئر میں اس کی پہلی پوزیشن آئی اور اسے تین سو ڈالر کا انعام مل گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس بچی کے ایمان اور اعتقاد کو پختگی عطا فرمائی۔"

(خطبہ جمعہ 4 جنوری 2019ء)

پیاری بہنو! ہمارے عہد میں دوسری اہم بات "ہمیشہ سچائی پر قائم رہوں گی" ہے۔ لہذا ہمیں ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا ہے۔ جھوٹی تعریف، جھوٹی نمود و نمائش، جھوٹی گواہی، جھوٹا مذاق یعنی ہر طرح کے جھوٹ سے اجتناب کرنا ہے۔ ایک سچے مذہب کو مانتے ہوئے ہمیشہ سچ کا ساتھ دینا ہے۔ اس طرح ہم اسلام کی سچائی کے نور پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندیوں میں شامل ہوں گیاور خلافت احمدیہ سے بھی اپنی وفاداری ثابت کریں گی۔ ان شاء اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 19۔ اکتوبر 2003ء کو لجنہ و ناصرات یوکے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا۔

"سچ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اگر یہ پیدا ہو جائے تو تقریباً تمام بڑی بڑی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نیکیاں ادا کرنے کی توفیق ملنا شروع ہو جاتی ہے۔"

پیاری ناصرات! ہمارے عہد کی تیسری اہم بات یہ ہے کہ "خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت جیسی عظیم نعمت سے نواز رکھا ہے۔ جس کی

برکات دائمی ہیں اور ہم سب اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جس کی حفاظت کے لیے ہم کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناصرات کے معنوں کو مد نظر رکھ کر خلافت کے مد گار بنائے۔

پیاری ناصرات! یاد رکھیں! جس طرح لجنہ اماء اللہ نے خلافت کی حفاظت اور اس کی اطاعت کرنی ہے بالکل اسی طرح ہم ناصرات پر بھی خلافت کی حفاظت فرض ہے۔ اس خلافت کی حفاظت کرنے، اس کے لیے قربانی کرنے میں ہی ہماری بقا ہے خلافت کی ترقی سے ہی ہماری کامیابی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جو خالص ہو کر خلافت کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے یہی لوگ حقیقی رنگ میں خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ خلافت کی حفاظت کرنے والے ہیں اور خلافت ان کی حفاظت کرنے والی ہے۔ خلیفہ وقت کی دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی۔ ان کی تکلیفیں خلیفہ وقت کو ان کے لیے دعائیں کرنے کی طرف متوجہ کرنے والی ہوں گی۔ یہ اعمال صالحہ بجالانے والے ہی ہیں جن کا خلافت سے رشتہ اور خلافت کا ان سے رشتہ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 مئی 2021ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارو مدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 مئی 2003ء)

خلافت سے ہی برکتیں ہیں یہ ساری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”ناصرات بھی عہد کرتی ہیں۔ ان کو بھی اپنے عہدوں کو نبھانا چاہیئے۔ چودہ پندرہ سال کی عمر ہوش کی عمر ہوتی ہے اور اچھا برا سمجھنے کی عمر ہوتی ہے اور یہ آخری عمر ہے ناصرات کی اور اس عمر میں ہی بہت ساری

خواہشات بھی ہوتی ہیں۔ اگر دنیا کی طرف نظر ہو تو دنیاوی خواہشات دین پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ہر احمدی بچی کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور اپنے عہد کو بار بار دہراتے رہنے کی ضرورت ہے تا کہ ہر احمدی بچی بجائے فضول دنیاوی خواہشات کے پیچھے چلنے کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے کوشش کرنے والی ہو۔ اور وہ اعلیٰ مقاصد ناصرات کے عہد میں یہ بیان کئے گئے ہیں کہ مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لئے تیار رہنا، ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا، خلافت احمدیہ کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا۔ پس اگر ہماری بچیاں اس عہد کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں تو جہاں اپنی زندگیاں محفوظ کر لیں گی وہاں آئندہ نسلوں کی زندگیوں کو بھی محفوظ کرنے والی ہوں گی اور انہیں خلافت سے جوڑنے والی ہوں گی۔"

(خطبہ جمعہ 30 ستمبر 2016)

ان باتوں کے علاوہ ہم ناصرات کا فرض ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ ہر روز پانچ نمازیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دی ہیں ان کو پڑھیں۔ نماز سادہ سیکھیں۔ پھر ترجمہ یاد کریں۔ دعائیں یاد کریں۔ عہد میں ہم اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے سردار ہیں۔ تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق عمل کرنا ہے۔ اس کے لئے قرآن کریم پڑھنا ہے۔ پھر اس کا ترجمہ سیکھنے کی کوشش کرنی ہے؛۔ عربی زبان کو سیکھنا ہے۔ تاہم خدا کا کلام اچھے طریقے سے سمجھ کر پڑھیں۔

ایمان مجھ کو دے دے عرفان مجھ کو دے دے
قربان جاؤں تیرے قرآن مجھ کو دے دے

اپنے دین کی خاطر چندہ بھی دینا ہے۔ اور حضور انور ایدہ اللہ کی تمام باتوں پر عمل کرنا ہے۔ اس کے لئے ہمیں ہر روز ایم ٹی اے دیکھنا ہے۔ حضور کی بچیوں کے ساتھ کلاسیں دیکھنی ہیں۔ ہر جمعہ کو حضور کا خطبہ ایم ٹی اے پر یکھنا اور سننا ہے۔

وہ دل مجھے عطا کر جو ہو نثار جاناں
جو ہو فدائے دلبر وہ جاں مجھ کو دے دے

بچیوں کی دینی تعلیم، تربیت، کردار، شخصیت کے اٹھان اور اعتماد میں بلا شبہ ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم کا ایک بڑا ہاتھ ہوتا ہے جو ان کی ساری زندگی کے بقیہ ادوار میں نظر آتا ہے۔ بچپن سے ہی اطاعت کے جذبے کے ساتھ جماعتی نظام میں تربیتی امور کی ٹریننگ حاصل کرنے کی وجہ سے لجنہ اماء اللہ میں پہنچنے تک ان کی شخصیت میں ایک اعتماد اور وقار پیدا ہو جاتا ہے۔

احمدی بچیوں کی تربیت کے لئے حضور انور ایدہ اللہ نے بارہا ارشادات سے نوازا ہے۔ اسی حوالہ سے اپنے ایک پیغام میں فرمایا:

"لجنہ اماء اللہ بھی جماعت کی ذیلی تنظیموں میں سے ایک ہے جس کی آگے ایک شاخ ناصرات الاحمدیہ کہلاتی ہے جو پندرہ سال تک کی احمدی بچیوں کی تنظیم ہے۔ پس آپ خدا کے فضل سے جماعت کے مستحکم اور فعال تنظیمی ڈھانچے کا حصہ ہیں جس کا کام اسلام اور احمدیت کی تعلیمات سے سب دنیا کو آگاہ کرنا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی دینی معلومات وسیع ہوں۔ اپنے عقائد سے بخوبی واقفیت ہو اور اسلامی تعلیمات کی پابندی کرتی ہوں۔ مثلاً حیادار لباس پہنیں، کوٹ و برقع کی عمر ہو تو اس کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ بیہودہ مجالس، غیر اخلاقی دوستیوں اور انٹرنیٹ اور موبائل فون وغیرہ کی بُرائیوں سے خود کو بچا کر رکھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "کشتیٔ نوح" میں بد رفیق اور خراب مجلسوں کو نہ چھوڑنے والوں کو بڑا سخت انذار فرمایا ہے۔ پس اس تعلیم کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

ناصرات کی عمر تعلیم کی عمر ہے۔ اپنی تعلیم پر خاص دھیان دیں اور بہتر مستقبل کے لئے محنت کریں اور دعاؤں سے کام لیں۔ آپ اپنی مصروفیات ایسی بنائیں جن سے آپ کی دین سے محبت ظاہر ہوتی ہو۔ مثلاً ہر جمعہ کو جب میرا خطبہ ایم ٹی اے پر نشر ہو تو اسے سننے کا اہتمام کریں۔ کچھ باتیں ساتھ ساتھ نوٹ بھی کریں تاکہ پوری توجہ خطبے کی طرف مرکوز رہے۔ جن باتوں کی سمجھ نہ آئے گھر میں کسی بڑے سے پوچھ لیں۔ اس سے آپ کا خلیفۂ وقت سے ذاتی تعلق قائم ہو جائے گا۔ دینی علم بڑھے گا۔ سوچ اور خیالات پاک ہو جائیں گے اور خدمتِ دین اور جماعتی پروگراموں میں شمولیت کا جذبہ تقویت پائے گا۔ یاد رکھیں کہ

آپ جتنا اپنے آپ کو دین کے قریب رکھیں گی اتنا معاشرتی آلودگیوں سے محفوظ رہ سکیں گی۔ اسی سے سکونِ قلب عطا ہو گا۔“

(پیغام برائے لجنہ اماء اللہ جرمنی مطبوعہ سہ ماہی رسالہ ’گلدستہ‘ 20؍مارچ 2017ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9؍جون 2017ء)

ہیں دین کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم
خدا کی ناصرات کی یہ جماعت دیں سکھائے گی
صراط حق پہ اک دن ساری دنیا کو چلائے گی

﴿15﴾ ﴿مشاہدات۔16﴾

میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالب انعام نہ ہو

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی**

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اشرف المخلوقات بنا کر انسان پر جہاں احسان عظیم کیا وہاں انسان سے اپنے نام اور توحید کو دنیا میں پھیلانے کے لئے قربانی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ ہمارے بزرگوں نے **"انفاق فی سبیل اللہ"** کی تشریح میں لکھا ہے کہ **"انفاق فی سبیل اللہ"** میں صرف اموال مراد نہیں بلکہ انسان کی صلاحیتیں اور استعدادیں، اس کا وقت، اس کی جان، اس کی عزت اور خدا تعالیٰ کی دیگر عطایا وغیرہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو استعدادیں اور صلاحیتیں دے رکھی ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قیام کے لئے خرچ کرنی چاہئے۔ انسان کو جو قیمتی وقت دیا ہے اس میں سے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ اعلائے کلمہ حق اور معاشرہ میں اصلاح احوال اور مخلوق الٰہی کی تعلیم و تربیت کے لئے خرچ کرنا چاہئے تا شکرانہ کا حق بھی ادا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ایک مومن کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام:63)

اِس دنیوی دور میں (جب دین سے دوری عام ہے) حضرت مسیح موعودؑ نے جماعتی تعلیمات کا ایک نچوڑ اور خلاصے کو بیعت کا حصہ بنا دیا کہ بیعت کے وقت ہر احمدی اس بات کا عہد کرے کہ **"میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"**۔ یعنی میرے ہر کام، میری ہر حرکت اور ہر سکون میں دین ہی مقدم ہوگا نہ کہ دنیا۔

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر بیعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”بیعت کے معنی ہیں بیچ دینا۔ جیسے ایک چیز بیچ دی جاتی ہے تو اس سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ خریدار کا اختیار ہوتا ہے جو چاہے سو کرے۔ تم لوگ جب اپنا بیل (Cow) دوسرے کے پاس بیچ دیتے ہو تو کیا اسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اس طرح استعمال کرنا؟ ہرگز نہیں۔ اس کا اختیار ہے جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اسی طرح جس سے تم بیعت کرتے ہو۔ اگر اس کے احکام پر ٹھیک ٹھیک نہ چلو تو پھر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔

”اگر کوئی بیعت میں تو اقرار کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا مگر عمل سے وہ اس کی سچائی اور وفائے عہد ظاہر نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پرواہ ہے۔“

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

”شرائط بیعت کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جائے گا۔ اسی طرح تمام ذیلی تنظیموں کے جو عہد ہیں ان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسی طرح بیعت کے الفاظ میں بھی ہم ان الفاظ کو دہراتے ہیں۔ غرض کہ یہ فقرہ ایک احمدی کا عہد ہے جس پر اس کی بیعت کا انحصار ہے۔ خلافت سے اور نظام سے جڑے رہنے کا انحصار ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ نظام سے جڑے رہنے کا، خلافت سے وابستگی کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014ء)

پیاری بہنو! پھر حضور نے فرمایا:

”ہمارے ذمہ جیسا کہ میں نے کہا بہت بڑے کام لگائے گئے ہیں اور جان، مال، وقت اور عزت قربان کرنے کے لئے ہم عہد بھی کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں ہمیشہ سنجیدگی سے غور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ کس طریق سے ہم اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے اپنی صلاحیتیں اور استعدادیں بروئے کار لائیں۔“

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014ء)

ان ارشادات کی روشنی میں خدمت دین کے جو بھی پہلو ہیں ان تمام کا احاطہ کر کے دین کی خدمت کرنی چاہئے۔ **جس کا بہترین ذریعہ میٹنگز واجلاسات ہیں۔**

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے کارکنان بھی ہیں جو اپنا سب کچھ بھول جاتے ہیں، بیوی بچوں کو بھی بھول جاتے ہیں، اپنے نفس کے حق بھی ادا نہیں کرتے۔ صبح اپنے کام پر جاتے ہیں اور وہاں سے شام کو سیدھے جماعتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے پہنچ جاتے۔ انہیں کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق رکھا ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔"

پیاری بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **"ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔ ان باغوں میں چرنے کی کوشش کیا کرو"** اس ارشاد نبویؐ سے اجلاسات کی اہمیت ظاہر وباہر ہے۔ ہمارے اجلاسات اور جماعتی میٹنگز میں ذکر الٰہی ہوتا ہے اور انہی مجالس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسی مجالس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور فرشتے رحمت کے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہ رحمت کا سایہ مجلس کے اختتام تک رہتا ہے۔ بلکہ ایسی مجالس جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے ان کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ "ان سب کے لئے میری طرف سے مغفرت لکھ دو"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، خدمت دین کو مدنظر رکھ کر جماعتی میٹنگز میں شامل ہونے والوں کی عظمت واہمیت اور ان کے بلند مقام اور ان کو ترغیب دلاتے ہوئے نیز جماعتی کاموں کی پرواہ نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا۔ جاؤ! تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔ پس

اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا۔"

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اجلاسوں میں، اجتماعوں میں جلسوں میں آکر جو سیکھا جاتا ہے۔ وہیں چھوڑ کر نہ چلے جایا کریں۔ یہ تو بالکل جہالت کی بات ہو گی کہ جو کچھ سیکھا ہے وہ وہیں چھوڑ دیا جائے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 423)

پیاری بہنو! لجنہ اماء اللہ جرمنی کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 18 دسمبر 2009ء میں حضور انور کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی گئی کہ بعض ایسی ہیں جو پندرہ سال سے اوپر ہیں لیکن وہ میٹنگز، اجلاسات میں نہیں آتیں اور مرکز سے ان کا رابطہ بھی نہیں ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا:

"ان کے نام مجھے لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو وقف نو سے فارغ کیا جاسکے۔"

(الفضل انٹر نیشنل لندن 29 تا 4 جنوری 2010ء صفحہ 10)

پیاری بہنو! اجلاسات میں نیک اور مخلص خواتین کے صدق و استقلال کو دیکھ کر اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ نمازوں کی ادائیگی باجماعت ہو جاتی ہے۔ صف بندی، وقت کی پابندی، امیر و غریب کی تفریق، نظم و ضبط، علم سیکھنے اور بڑھانے کے ذریعہ کے علاوہ یہ محافل پاک تبدیلیوں کا موجب بنتی ہیں۔ خلاصۃً یہ کہ یہ اجلاسات روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج ہیں، دین و دنیا سنور جاتی ہے۔ ایک موقع پر ہمارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کی ماؤں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ

"اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے بچے اچھے نمبروں میں پاس ہوں تو انہیں خدمت دین کرنے اور اجلاسات میں بھجوایا کریں۔"

اے ممبرات لجنہ! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روحانی تجارت اور روحانی ہجرت کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر اس مضمون پر غور کریں تو یہ بھی ہمیں جماعتی کاموں اور جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحت دی، صلاحیتیں بخشیں، استعدادیں عطا کیں، وقت دیا اور سوچ کے لئے عقل عنایت کی اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، دوسرے جانوروں اور چرند پرند سے ممتاز کیا۔ بولنے کی قوت اور صلاحیت عطا کی ان تمام خداداد قوتوں اور صلاحیتوں، سوچوں کا درست اور صحیح استعمال اللہ کے دین کی خدمت ہی ہے۔ اس خدائے واحد و یگانہ کی عبادت میں شامل ہے۔

جس وقت خلیفۃ المسیح یا ان کے کسی نمائندہ کی طرف سے خدمت دین کے لئے بلایا جائے۔ کسی میٹنگ میں شمولیت کے لئے کہا جائے تو سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا کہتے ہوئے بھاگتے ہوئے اس میں شامل ہوں۔ یہی وہ روحانی تجارت ہے۔ جو انسان اپنے مالک حقیقی اور رب سے کرتا ہے اور اس کے منافع سے نہ صرف خود مستفیض ہوتا ہے بلکہ اس کی وفات کے بعد اس کی نسلیں بھی اس کے منافع سے حصہ لیتی رہتی ہیں۔ اور یہی وہ روحانی ہجرت ہے۔ جو اپنے مقام سے اس میٹنگ کے مقام تک اللہ کی خاطر کی جاتی ہے۔ جس کے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں، فضل اور انعامات کی بارش ہوتی ہے۔ یہی وہ لطیف مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

”عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

”اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنے اور ایک خدا کے آگے جھکنے اور اس کی عبادت کرنے کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھی انسان کو دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کے جسمانی اعضاء اور طاقتیں بھی اور اس کی ذہنی صلاحیتیں بھی ایسی رکھی ہیں جو اسے دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہیں۔ پس یہ انسان کی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جب وہ اپنی صلاحیتوں، اپنی ذہنی اور جسمانی طاقتوں کو دیکھے

اور ان ایجادات اور سہولیات کی طرف دیکھے جو ان صلاحیتوں کی وجہ سے اسے ملیں تو بجائے خدا سے دور لے جانے کے اسے خدا کے قریب کرنے والی بنیں اور وہ اپنے مقصد پیدائش کو پہچاننے کے قابل ہو سکے۔"

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 178-179)

سامعات! دین سے انسان کی جہاں زندگی اور عمر میں برکت پڑتی ہے۔ وہاں اموال بھی بڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

تمہیں کیا علم کہ اس (بیٹے) کی خدمت دین کی وجہ سے تمہیں رزق مل رہا ہے۔

جو شخص نفع رساں وجود ہوتا ہے۔ انسانیت کے لئے کام کرتا ہے اور دین کی خدمت میں لگا رہتا ہے وہ يَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ یعنی اس کا نام رہتی دنیا تک یادگار رہتا۔

دین کی خاطر وقت دینے والوں کے حق میں حضرت مسیح موعودؑ کی دُعا دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے۔ اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کو معلوم کرلوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے۔ اور اس کا وجود خدا کے لئے، خدا کے رسولؐ کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے۔"

حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

"حضرت مسیح موعودؑ کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اور جو روح آپ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ خدمت دین کا جوش تھا۔"

سامعات! حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک معرکہ آراء خطاب کے آخر پر احباب جماعت کو ان الفاظ میں بُلایا ہے۔

"اَب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو! ہاں تم کو! ہاں تم کو! خدا تعالیٰ نے پھر اِس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اِس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے

خون اِس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لَرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہائے تکبیر اور نعرہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اِس زمین پر قائم ہو جائے۔ اِسی غرض کیلئے مَیں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض کیلئے مَیں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمدؐ رسول اللہ کا تخت آج مسیحؑ نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیحؑ سے چھین کر پھر وہ تخت محمدؐ رسول اللہ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سُنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں ہے، مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو! خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزّت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔"

(سیر روحانی تقریر جلسہ سالانہ 1953ء)

ایک دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو لکھا کہ حضور! آپ پر مری جان قربان۔ حضور نے جواباً تحریر فرمایا

"اگر آپ اپنے کام سے وقت نکال کر جماعت کے کام میں صرف کریں گے تو پھر جان بھی قربان سمجھی جائے گی ورنہ اگر وقت نہیں تو جان کیسے۔"

(الفضل انٹر نیشنل 23 نومبر 1993ء)

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ نیوزی لینڈ سے مخاطب ہو کر جماعتی خدمات کی یوں ترغیب دلائی:

"حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ مجھے ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے جو کام نہ کر سکیں۔ تربیت نہ کرنے کی وجہ سے سستیاں پیدا ہوئی ہیں اور اسی وجہ سے کمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اگر تربیت کی ہوتی اور فیملیوں کو سنبھالا ہوتا تو فیملیاں نہ بگڑتیں۔ کوئی سُنّی سے بیاہی ہوئی ہے تو کسی کا رشتہ لاہوریوں میں ہوا ہے، کسی نے ہندو سے شادی کر لی ہے۔

حضورانور نے فرمایا خدا نے آپ کو جو نعمت دی ہے اس کو کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ احمدیت توان شاء اللہ پھیلے گی۔ نئے آئیں گے اور مضبوط ہو جائیں گے۔ آپ لوگ اپنی نسلوں کی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے ضائع ہو جائیں گے اس لئے ہوش کریں۔ اب باتیں چھوڑیں اور کام کرنے کی سکیم بنائیں اور Active ہو کر کام کریں۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد یہ کام کیا ہے کہ ہم پیغام پہنچائیں۔ کوشش کرنا ہمارا کام ہے باقی نتیجہ پیدا کرنا خدا کا کام ہے۔ آپ کی کوشش میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے۔"

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 150-151)

اے پیاری ممبرات! آج خلیفۃ المسیح آپ کو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی طرف دعوت دے رہے ہیں پس ہمارا فرض ہے کہ ہم جان مال وقت اور عزت کو ہمہ وقت قربان کرنے کے لئے نہ صرف خود تیار رہیں بلکہ اپنی اولاد اور جاننے والیوں کو قربانی کے اس میدان میں جھونک دیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز زکیہ فردوس کومل۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿16﴾ ﴿مشاہدات۔20﴾

ہیں دین کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم

(ناصرات الاحمدیہ کا قیام اور اس کے اغراض و مقاصد)

خدا کی ناصرات یہ جماعت، دیں سکھائے گی
صراط حق پہ اک دن ساری دنیا کو چلائے گی

میری تقریر کا عنوان ہے **"ہیں دین کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم"**
دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں ناصرات الاحمدیہ کا قیام اور اس کے اغراض و مقاصد

پیاری بہنو! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جب لجنہ اماء اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی تو کچھ عرصہ بعد لجنہ اماء اللہ میں 7 سال سے 15 سال کی بچیوں کو ناصرات الاحمدیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ میں 7 سال سے 15 سال کے بچوں کو مجلس اطفال الاحمدیہ کا نام دے کر الگ کر دیا۔ مجلس انصار اللہ میں 40سال سے 55سال کے انصار کو صف دوم کا نام دے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 1973ء میں الگ کر دیا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ جماعت کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر تعلیم و تربیت کے لیے چھوٹے یونٹس ہوں تا تربیت و اصلاح کا کام تیز ترین بنیادوں پر باحسن طریق ہو سکے۔

پیاری ناصرات! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اطفال الاحمدیہ کی بنیاد رکھتے یا مجلس خدام الاحمدیہ سے اس کو الگ کرتے وقت فرمایا تھا کہ آج میں جماعت احمدیہ کی عمارت کی چاروں دیواریں مکمل کر رہا ہوں یعنی لجنہ اماءاللہ وناصرات 2۔ مجلس انصار اللہ 3۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور نمبر 4 مجلس اطفال الاحمدیہ۔ حضورؓ کا ذیلی تنظیموں کو جماعتی عمارت کی دیواریں قرار دینے میں جہاں بہت سی حکمتیں ہیں وہاں ان ذیلی تنظیموں کو ان مفوّضہ ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا تھا۔ کسی عمارت کی مضبوطی کے لیے دیواروں کا

مضبوط ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک جماعت کی عمارت کی دیوار لجنہ اماء اللہ کا تعلق ہے جس کا ایک حصہ ناصرات الاحمدیہ ہے۔ اس دیوار کو مضبوط رکھنے اور اس کی مرمتوں میں ناصرات الاحمدیہ کا بھی بہت عمل دخل ہے۔ یہی وہ بچیاں ہیں جن کی گودیں مستقبل میں علمی و تربیتی درسگاہیں بنی ہوتی ہیں۔ یہی وہ اسٹیشن ہے جہاں سے باوقار اور باکردار ممبرات لجنہ، انصار اور خدام تیار ہوتے ہیں جو نیکی، تقویٰ اور خلوص کا روپ دھار کر مستقبل کی مائیں بن کر ہونہار اور وفاشعار دیوانے جماعت کی گود میں دیتی ہیں۔

پیاری بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے ہاں دو بیٹیوں نے جنم لیا اور اُس نے اُن کی بہترین اصلاح و تربیت کی تو مَیں اور ان بچیوں کے والدین جنت میں میرے ساتھ ایسے ہوں گے جیسے تشہد اور وسطی انگلیاں جب آپس میں ملتی ہیں۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو آپس میں ملا کر دکھلایا۔ بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے دو ہی طریق دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بچے کی اچھی تربیت صرف ماں باپ ہی نہیں بلکہ ماحول میں بسنے والے ارد گرد کے لوگ بھی کرتے ہیں۔ اسی لیے ایک غیر از جماعت دوست نے جماعت احمدیہ میں ذیلی تنظیموں میں تعلیم و تربیت کے نظام کو دیکھ کر اس امر کا اظہار کیا کہ آپ احمدی بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ کے ہاں جب بچہ باہر کے دروازہ کی دہلیز کو عبور کرنے کے قابل ہوتا ہے تو بچے کو اطفال الاحمدیہ اور بچی کو ناصرات الاحمدیہ والے اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں اور یوں گھر میں والدین تربیت کر رہے ہوتے ہیں اور گھروں سے باہر جماعتی نظام حرکت میں آجاتا ہے۔ یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد کی تعمیل میں جہاں ماں باپ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں وہاں جماعتی نظام کے تحت بہت سی خادمائیں بھی بچیوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کر کے یہ ارفع مبارک مقام پا رہی ہیں۔

پیاری بہنو! تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی مکرمہ صاحبزادی امۃ الرشید مرحومہ بیان کرتی ہیں کہ لجنہ اماء اللہ کے قیام کے بعد جب ممبرات لجنہ اپنے اجلاس کے لیے اکٹھی ہوتیں تو ہم بچیاں باہر کھیلتی رہتیں۔ ایک دفعہ میں نے ان بچیوں کو اکٹھا کر کے لجنہ کے اجلاس والے کمرہ کے باہر بچھے تخت پوش پر سب بچیوں کو بٹھا کر ان کا اجلاس شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت مصلح موعودؓ کا وہاں سے گزر ہوا

اور پوچھا۔ کیا ہو رہا ہے ؟۔ میں نے عرض کی کہ ہم چھوٹی لجنہ ہیں اور ہم اپنا اجلاس کر رہی ہیں۔ آپؓ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور ہمیں ناصرات الاحمدیہ یعنی "احمدیت کی مدد گار بچیاں" نام دیا۔

سامعات! اس کے مقاصد میں سے ایک یہ تھا کہ جب بچی 15 سال کی عمر کو پہنچ کر لجنہ کا حصہ بنے تو اس کی بنیادی تربیت اس درجہ تک ہو چکی ہو کہ بالغ عمری میں وہ عورتوں کو دینی اور دنیاوی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرے اور معاشرے میں ان کے کھوئے ہوئے حقوق کے حق میں آواز بلند کرے اور اپنے عمل سے ان کو ان کا مقام و مرتبہ یاد دلائے جو اسلام نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس کے نصب العین میں حیا، لباس، رہن سہن اور آداب زندگی میں شائستگی اختیار کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے ناصرات کو Modesty is the part of Faith کا ماٹو دیا ہے۔

پیاری بہنو! ناصرات الاحمدیہ نے ہمیشہ لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ ہر کام میں تعاون اور ہر مقصد کو پانے کے لیے اپنے وقت اور مال کی قربانی پیش کی ہے اور کرتی رہے گی، ان شاء اللہ۔ مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ، مسجد خدیجہ برلن، مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن، مسجد فضل لنڈن اس بات کی گواہ رہیں گی کہ ان کی تعمیر میں لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ جماعت احمدیہ کی ننھی کلیوں ناصرات الاحمدیہ کی پاکٹ منی اور عیدیوں کا حصہ شامل ہے اور انہوں نے اپنی گُجیاں توڑ کر جمع پونجی مساجد کی تعمیر میں ادا کیں۔ ہر قربانی اپنے ساتھ پھل پھول لاتی ہے جماعت احمدیہ کی یہ چھوٹی کلیاں جن کے ابھی کھیلنے اور کھانے کے دن ہوتے ہیں اپنے عہد کے ان الفاظ اور بڑی ذمہ داریوں کو جب مل کر دہراتی ہیں کو وہ اپنی آئندہ آنے والی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے نصب العین کا تعین کر رہی ہوتی ہیں اور یہ اعلیٰ مقاصد انہیں سوسائٹی کی بے راہ رویوں سے بچانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

(لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 202، روزنامہ الفضل آن لائن 3 اگست 2022ء)

میری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ آسٹریلیا کی Virtual ملاقات مؤرخہ 19 دسمبر 2020ء میں ناصرات کی تربیت کے بارے میں فرمایا:

"شروع میں ہی بچیوں کو بتائیں کہ تمہارا لباس حیادار ہونا چاہیے۔ جب وہ بڑی ہوں اور لجنہ میں شامل ہوں تو پھر ان کو پتہ ہو کہ حیاء دار لباس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو قرآن میں آیا ہے۔ جو بچپن سے ٹریننگ دیں گی تو

تبھی وہ معیار کبیر کی ناصرات بن کر اور لجنہ میں آکر حیادار لباس پہنیں گی۔ ان کو بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ ناصرات کی عمر میں لجنہ کے کئی مسائل حل ہو جاتے ہیں اس لیے ابھی سے تربیت کر لیں۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ ان کو پتہ ہونا چاہیئے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ میں کیوں احمدی ہوں؟ میرا ایمان کیا ہے؟ میری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ہمارے پاس حدیث ہے قرآن بھی ہے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے تو مسیح موعودؑ کیوں آئے اور کس لیے آئے؟ یہ چیزیں بچپن سے ہی ذہنوں میں ہونی چاہیں۔ بڑے مسائل تو لوگ سیکھ لیتے ہیں مگر جب یہ بنیادی چیزیں ہوں گی تو وہ آگے بڑھ سکیں گی اس کے بعد دیکھیں گی کہ آپ کی لجنہ کی اگلی نسل جو آئے گی وہ اس سے بھی بہتر ہو گی جو موجودہ لجنہ کی نسل ہے۔"

(لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 203-204، روزنامہ الفضل آن لائن مورخہ 3 اگست 2022ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ناصرات کی کما حقہ تربیت کے فرائض ادا کرنے کی توفیق دے اور ناصرات کو ان تمام امور پر عمل کر کے خلیفۃ المسیح کی تمنا پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

✡✡✡✡

﴿17﴾ ﴿مشاہدات۔292﴾

مَیں اچھے اخلاق کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ کیسے کر سکتی ہوں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (حم السجدہ:34)

ترجمہ: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمین کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

پیاری بہنو! آج مجھے آپ بہنو کے سامنے جس ٹاپک پر بات کرنی ہے وہ ہے "مَیں اچھے اخلاق کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ کیسے کر سکتی ہوں"

مَیں نے جس آیت کی تلاوت اور ترجمہ آپ بہنو کے سامنے پیش کیا ہے اُس میں اِس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ تبلیغ کے لیے اچھے اخلاق اور پاک اعمال کا ہونا ضروری ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لیے ہم جو پُکار (آواز) بناتے ہیں وہ تب احسن اور خوبصورت ہو سکتی ہے جب ہم خود اُس پر عمل کر رہے ہوں اور یہ کہہ رہے ہوں کہ مَیں مسلمان ہوں۔ گویا کہ اس آیت میں جہاں تبلیغ کرنے کو کہا گیا ہے وہاں تبلیغ کے دو سنہرے اصول بھی بیان فرمائے گئے ہیں جو یہ ہیں:

1۔ تبلیغ کرنے والی خود نیک عمل بجالانے والی ہو یعنی دوسروں کے لیے نمونہ ہو۔

2۔ خود اسلام مذہب سے پختہ تعلق کا اظہار کرے کہ مَیں مسلمان ہوں ۔ میری طرف سے ہمیشہ سلامتی و آشتی کا پیغام آپ کو ملے گا۔ میری طرف سے تم مخاطبین امن میں رہو گے۔ کوئی تکلیف یا شر نہیں ملے گا۔

پیاری بہنو! تبلیغ کیسے کر سکتے ہیں اس میں بہت سے پہلو مدِ نظر رکھنے ہوتے ہیں۔ اُن میں سے سب سے پہلے دُعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس ضمن میں ایک ایسی حسین دُعا کا ذکر فرمایا ہے جو اس معاملہ کی بنیاد ہے۔ یہ دُعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے جو قرآن کریم کی سورۃ طٰہٰ آیت 26 تا 29 میں درج ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ۔ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ۔ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ۔

یعنی اے میرے پیارے اللہ! میرا سینہ میرے لیے کھول دے اور میرا معاملہ یعنی تبلیغ کرنا میرے لیے آسان کر دے۔ میری زبان کی گرہ کھول دے۔ گرہ بولتے ہیں گانٹھ کو یعنی میری زبان کی مشکل آسان کر دے۔ پھر فرمایا یہ دُعا اس لیے مَیں کر رہا ہوں تا لوگ یعنی حاضرین اور سامعین میری بات کو سمجھ سکیں۔

پیاری بہنو! یہ اِتنی پیاری دُعا ہے کہ مَیں اِس سے بہت محبت رکھتی ہوں اور اس کو پڑھ کر جہاں مجھے مزا آتا ہے وہاں میں اپنے روزانہ کے مشکل کاموں کو اپنے لیے آسان بھی بناتی ہوں۔ یہ دُعا اِسی پر بس نہیں۔ اِس سے آگے بتایا کہ تبلیغ مَیں نے اکیلے ہی نہیں کرنی اس لیے مجھے اللہ تعالیٰ سے اپنا ساتھی تلاش کرنے میں بھی مدد مانگنی ہے اور اِسی غرض کے لیے دُعا کرنی ہے تا تبلیغ کا بوجھ تقسیم ہو جائے۔ میرے لیے آسانی پیدا ہو اور ہاں نتیجہ پر بھی غور کرنا ہے کہ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا۔ (طٰہٰ: 34-35) تا کہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں۔ گویا کہ تبلیغ کے نتیجہ میں اگر کوئی پھل ملے یا ہماری دعوتِ الی اللہ سے معاشرہ میں کسی بھٹکے ہوئے انسان کی اصلاح ہو جائے تو اِسے اپنی کوششوں کا نتیجہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ہم نے اسے اللہ کی طرف سے اِس پھل کو انعام سمجھتے ہوئے اُس کی بڑائی بیان کرنی ہے جس نے آپ کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی۔ جس کی وجہ سے ہم تبلیغ اور دعوتِ الی اللہ کرنے کے قابل ہوئی ہیں۔

پیاری بہنو! اگر ہم آج کی تقریر کے عنوان پر غور کریں تو زیادہ زور ''اچھے اخلاق'' پر دیا گیا ہے۔ تبلیغ میں نرم زبان کا استعمال بہت ضروری ہے جس کا ذکر مَیں اوپر کر آئی ہوں۔ اِس کے علاوہ جن کو تبلیغ کی جارہی ہے اُن کا احترام کرنا بھی ضروری ہے۔ محبت و اخوّت، خاکساری و انکساری، خوش خُلقی اور حُسنِ کردار کا ہونا بھی لازمی ہے۔ ہاں ایک اور اہم بات جھوٹ سے بچنا بھی ہے جس کا تبلیغ کے پیغام میں بہت اثر ہوتا ہے۔

آپ کا پیغام سَچا اور سُچا ہونا ضروری ہے۔ اسلام احمدیت کی وہی تعلیم پیش کی جائے جو ہماری تعلیم اور عقائد کے عین مطابق ہو۔

اچھی بہنو! ایک اہم بات جو مَیں اپنی ساتھیوں کو بتانا چاہتی ہوں وہ میرے تجربہ کی بات ہے کہ تبلیغ پر جانے سے پہلے صدقہ ضرور دیا کریں خواہ بے شک اپنی طاقت کے مطابق معمولی رقم ہی کیوں نہ ہو۔ اگر آپ کی دُعا اور صدقہ مِل جائیں تو تبلیغ کا عمل بہت مبارک ہو جاتا ہے اور جلد اچھے اور میٹھے اور خوشگوار پھل ملتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ دعوتِ الی اللہ صرف غیروں سے ہی تعلق نہیں رکھتی بلکہ اپنوں خاص طور پر اپنے آپ سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ جب ہمارا احمدیوں کا معاشرہ اور احمدی بچیوں کا ماحول پاکیزہ ہوگا، پاک صاف ہوگا تو آپ کی تبلیغ دوسروں پر جلد اثر کرے گی۔ اس لیے ناصرات کے ماحول میں اپنی بہنوں کو اسلام اور احمدیت کی پاکیزہ تعلیم کے لیے بھی کوشش کرنا چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہمارے غالب آنے کا ایک بہت بڑا ہتھیار عملی اصلاح بھی ہے۔ ہماری اپنی اصلاح سے ہی ہمارے اندر وہ قوت پیدا ہوگی جس سے دوسروں کی اصلاح ہم کر سکیں گے۔“

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 20)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تم صرف اپنا عملی نمونہ دکھاؤ اور اِس میں ایک ایسی چمک ہو کہ دوسرے اسے قبول کر لیں کیونکہ جب تک اِس میں چمک نہ ہو، کوئی اِس کو قبول نہیں کرتا۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 181)

پیاری بہنو! اپنی تبلیغ، اپنی گفتگو کو مؤثر بنانے کے لیے نمازیں پڑھیں۔ موقع مِلے تو نوافل بھی ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیحات کرتی رہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت روزانہ کریں نہ صرف تلاوت کریں بلکہ قرآن کو ترجمہ کے ساتھ پڑھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کرتی رہیں تا علم بڑھے اور تبلیغ مؤثر ہو۔ ہاں ایک اور آخری بات یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ سے

مضبوط زندہ تعلق بہت ضروری ہے۔ انہیں دُعا کے لیے خط لکھا کریں بلکہ تبلیغ پر جانے سے قبل دعائیہ خط ضرور لکھ کر جائیں۔ حضور کے خطبات باقاعدگی سے سُنیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو اور ہماری تبلیغ کو موئثر بنائے۔ آمین

تبلیغِ احمدیت دنیا میں کام اپنا
دارالعمل ہے گویا عالم تمام اپنا

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿18﴾ ﴿مشاہدات۔30﴾

میں اپنا ناصرات کا عہد کیسے پورا کر سکتی ہوں؟

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ

پیاری بہنو! مجھے آج جس موضوع پر کچھ کہنے کا موقع ملا ہے وہ ہے۔ میں اپنا ناصرات کا عہد کیسے پورا کر سکتی ہوں؟

سب سے پہلے ناصرات کے عہد پر یہ یاد دہانی ضروری ہے کہ ذیلی تنظیموں کے بانی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تمام ذیلی تنظیموں کے لیے عہد مقرر فرمائے۔ ناصرات الاحمدیہ یعنی 7 سال سے 15 سال تک کی احمدی بچیوں کے لیے جو عہد مقرر فرمایا اسے ہم اپنے ہر اجلاس میں تلاوت قرآن کے بعد اور نظم سے قبل کھڑے ہو کر دہراتے اور اس پر پابند رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو یہ ہے۔

"میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔ ان شاء اللہ"

پیاری ناصرات! ناصرات کے اس عہد کی پانچ شقیں ہیں۔ پہلی تین یوں ہیں کہ میں اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے تیار رہوں گی۔ اس میں مذہب اسلام کو قوم اور وطن پر فوقیت دی گئی ہے، دوسرے نمبر پر قوم کو رکھا ہے اور تیسرے نمبر پر وطن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کو اپنی قوم تک پہنچا کر اپنے وطن عزیز کو اسلام کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ جو قومیں اپنی قومیت اور وطن کو اپنے مذہب پر فوقیت دیتی ہیں وہ ترقی نہیں کر سکتیں۔

میری عزیز ناصرات! جہاں تک مذہب کا تعلق ہے تو یہ اسلام ہے جو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ اس کی الہامی کتاب قرآن کریم ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

آخری نبی ہیں اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم آخری کتاب ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو مذہب لائے وہ امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ یہ مذہب ہمیں جان سے بھی پیارا ہے اس کا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہماری جان ہے جس کی حفاظت کی خاطر ہم نے پاکستان میں جان کے نذرانے اللہ کے حضور پیش کئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، مذہبِ اسلام کے متعلق فرماتے ہیں:

”اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔“

(تریاق القلوب صفحہ 7)

پیاری ناصرات! ہمارے عہد میں مذہب کے بعد قوم کی خدمت کا ذکر ہے۔ اب تو جماعت احمدیہ کو عالمگیر حیثیت حاصل ہو جانے کے بعد ہماری ذیلی تنظیمیں بھی عالمگیر ہوگئی ہیں۔ دنیا کے دور افتاد علاقوں اور دنیا کے کونوں میں بسنے والی ناصرات کی اپنی اپنی قومیں ہیں جن کی خدمت کرنا وہاں رہنے والی ناصرات کی ذمہ داری ہے۔ ان سے محبت کرنا اور انہیں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانا بھی محبت کے زمرے میں آتا ہے۔ پھر ایک قوم حضرت مسیح علیہ السلام کے عالمگیر جھنڈے تلے تیار ہو رہی ہے۔ اس کی ایک شاخ ہم ناصرات ہیں جن کی خدمت ہماری اولین ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلی اور بڑی ذمہ داری دنیا بھر میں پھیلی بہنو کے لئے دعائیں کرنا ہے۔

ہم احمدی بچے ہیں کچھ کر کے دکھا دیں گے
شیطاں کی حکومت کو دنیا سے مٹا دیں گے
ہر سمت پکاریں گے دنیا میں نذیر آیا
ہر ایک کو جا جا کر پیغامِ خدا دیں گے

میری ناصرات بہنو! ہمارے عہد میں مذہب اور قوم کی خدمت کے بعد وطن کی خدمت کا ذکر ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وطن سے محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الاِیْمَانِ۔ ہماری اولین ذمہ داری ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی بس رہی ہیں اپنے وطن کی خدمت کریں۔ ماحول کو مادی اور دینی لحاظ سے پاک صاف رکھیں۔ لڑائی جھگڑے سے پرہیز کریں۔ پُرامن رہیں۔ وطن سے محبت کو ایمان کا جو حصہ قرار ہے اس میں ایمان کے معانی بھی ان وسلامتی کے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَہُ النَّاسُ کہ مومن وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لئے امن کا باعث بنے۔ وطن کو عزت دینا ہم پر فرض ہے۔

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانی حکام نہ ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پھر حکام کی اطاعت ہے۔ اس بارے میں آپؐ نے ہمیشہ ہی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ حکام کی اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے اور اعلیٰ اخلاق کا یہ تقاضا ہے اور اچھا شہری ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے افسر کی اطاعت کرو۔ کوئی حبشی غلام بھی تمہارا امیر مقرر ہو جائے، تمہارا افسر مقرر ہو جائے تو اس کی اطاعت کرو اور پھر جس ملک میں رہ رہے ہو جس کے شہری ہو اس سے محبت کرنے کے بارے میں فرمایا کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اس لیے جہاں یہ اخلاق تقاضا کرتے ہیں کہ اپنے افسروں کی اطاعت کرو اور اپنے وطن سے محبت کرو وہاں یاد رکھو کہ یہ چیزیں ایمان کا حصہ بھی ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کو جس ملک میں بھی وہ رہ رہا ہے ملکی قانون کی پابندی کرتے ہوئے امن اور سکون سے رہنا چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 19 اگست 2005ء)

پیاری بہنو! ہمارے مختصر سے عہد میں چوتھے نمبر پر سچائی پر قائم رہنا ہے۔ یعنی کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی۔ نہ گھر میں، نہ سہیلیوں سے، نہ بہن بھائیوں سے اور احمدیت کی سچائی کو معاشرہ میں پھیلائیں گی۔

یہی سچائی وہ بیج ہے جس سے نیکیوں کا درخت اُگتا اور پھلتا پھولتا ہے اور جھوٹ وہ زہر ہے جو اس پھل کو پنپنے سے روکتا ہے اس لیے سچائی کو قائم کرنا کسی بھی گھر کے لیے ازحد ضروری ہے۔ سچائی پر عمل کرنا، اس کو رواج دینا اور جھوٹ جو کہ شرک خفی کی ایک قسم ہے اس سے اجتناب کرنا ہی ایک ناصرہ کی شان ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 19۔ اکتوبر 2003ء کو لجنہ و ناصرات یو کے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا۔

”سچ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اگر یہ پیدا ہو جائے تو تقریباً تمام بڑی بڑی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نیکیاں ادا کرنے کی توفیق ملنا شروع ہو جاتی ہے۔“

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو

ناصرات بہنو! پانچویں اور آخری بات جس کا ہم اپنے عہد میں اقرار کرتی ہیں وہ خلافت احمدیہ کو دوام دینے کے لیے ہر وقت ہر قسم کی قربانی دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت جیسی عظیم نعمت سے نواز رکھا ہے۔ جس کی برکات دائمی ہیں اور ہم سب اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جس کی حفاظت کے لیے ہم کو ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

خلافت احمدیہ ایک ایسی نعمت ہے جس سے جماعت احمدیہ کے علاوہ باقی دنیا لاعلم ہے وہ اس نعمت کا مزا چکھ ہی نہیں سکتی جو نعمتِ عُظمیٰ خدا تعالیٰ نے احمدیوں کو عطا کی ہے اسی خلافت حقہ کی بدولت ہی تو ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم کا قیام عمل میں آیا ہے۔ یہی خلافت ہے جس نے ہم ننھی منی بچیوں کا تعلق اپنے خالق حقیقی سے جوڑ دیا ہے۔ یہی وہ حبل اللہ ہے جو تفرقے سے بچاتی ہے۔ یہی وہ شجر طیبہ ہے جس پر رضائے الٰہی کے پھل لگتے ہیں۔ یہی وہ ابر رحمت ہے جو صحراؤں پہ ٹوٹ کر برستی ہے۔ یہی وہ نور ہے جو ظلمات کو دور کرتی ہے اور دنیا کو نور حقیقی سے منور کر رہی ہے۔

پیاری بہنو! اس خلافت کی حفاظت کرنے، اس کے لیے قربانی کرنے میں ہی ہماری بقا ہے خلافت کی ترقی سے ہی ہماری کامیابی ہے۔

خدا کا ہاتھ پنہاں ہے خلافت کے ارادوں میں
مرادیں حق کی شامل ہیں خلافت کی مرادوں میں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جو خالص ہو کر خلافت کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے یہی لوگ حقیقی رنگ میں خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ خلافت کی حفاظت کرنے والے ہیں اور خلافت ان کی حفاظت کرنے والی ہے۔ خلیفہ وقت کی دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی۔ ان کی تکلیفیں خلیفہ وقت کو ان کے لیے دعائیں کرنے کی طرف متوجہ کرنے والی ہوں گی۔ یہ اعمال صالحہ بجالانے والے ہی ہیں جن کا خلافت سے رشتہ اور خلافت کا ان سے رشتہ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 مئی 2021ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 مئی 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناصرات کے معنوں کو مدنظر رکھ کر خلافت کا مددگار بنائے اور عہد کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

(عیشہ انیل۔ جرمنی)

﴿19﴾ ﴿مشاہدات۔96﴾

اطفال کا وعدہ اور بچوں کی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (التحریم:7)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اُس پر بہت سخت گیر قوی فرشتے (مسلط) ہیں۔ وہ اللہ کی، اُس بارہ میں جو وہ انہیں حکم دے، نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو وہ حکم دیئے جاتے ہیں۔

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
رغبتِ دل سے ہو پابند نمازو روزہ
نظر انداز کوئی حصہ احکام نہ ہو
کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دور
اے مرے اہلِ وفا! سست کبھی گام نہ ہو

میرے پیارے بچو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"اطفال کا عہد اور بچوں کی ذمہ داریاں"**

بانیٔ تنظیم مجلس خدام الاحمدیہ نے مورخہ 15 اپریل 1938ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں خطبہ جمعہ کے دوران باغیچہ احمدیت کے گلاب کے پودوں پر لگی ننھی مُنی کلیوں کو جو مستقبل میں باغِ احمد کے خوش رنگ اور خوبرو پھول بن کر اپنے روحانی رنگ و بُو سے دنیا کو معطر کرنے والے ہیں کو مجلس خدام الاحمدیہ کے تحت الگ سے تنظیم بنانے کا عندیہ دیا بلکہ سات سے پندرہ سال کے بچوں کے لیے مجلس اطفال الاحمدیہ

قائم کرنے کا ارشاد فرمایا۔ گو یہ مجلس خدام الاحمدیہ کا ہی حصہ ہے مگر اپنے پروگراموں کے انعقاد میں بالکل آزاد ہیں۔ ان کا الگ لائحہ عمل ہے اور الگ سے نظام۔ حضورؓ نے اس تنظیم کے قیام کے ساتھ ہی اس کی اہمیت یوں بیان فرمائی کہ مجلس اطفال الاحمدیہ کے قیام کے ساتھ آج قصرِ احمدیت کی چوتھی دیوار بھی تعمیر ہو گئی ہے اور یوں چاروں دیواریں لجنہ اماء اللہ، مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ کا قیام ہو چکا ہے۔

میرے پیارے بچو! حضرت مصلح موعودؓ نے دیگر تنظیموں کی طرح مجلس اطفال الاحمدیہ کا بھی عہد تیار کروایا جو **طفل کا وعدہ** کہلاتا ہے اور ہر چھوٹے بڑے اجلاس میں تلاوتِ قرآن کریم کے بعد اور نظم سے قبل شاملینِ اطفال بلند آواز میں دہراتے ہیں۔ جو یہ ہے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں وعدہ کرتا ہوں کہ دینِ اسلام اور جماعت احمدیہ، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہوں گا۔ ہمیشہ سچ بولوں گا، کسی کو گالی نہیں دوں گا اور حضرت خلیفۃ المسیح کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

(ان شاء اللہ تعالیٰ)

سامعین! اس وعدہ میں درج ذیل امور شامل ہیں جن کو سمجھنا ضروری ہے۔

1. دینِ اسلام اور جماعت احمدیہ کی خدمت کے لیے ہر دم تیار رہوں گا۔
2. قوم اور وطن کی خدمت کے لیے تیار رہوں گا۔
3. ہمیشہ سچ بولوں گا۔
4. کسی کو گالی نہیں دوں گا۔
5. حضرت خلیفۃ المسیح کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

پیارے بچو! اب ہم اِن پانچ امور پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔

نمبر 1 پر ایسے امر کے لیے ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو باقی تمام امور پر سبقت رکھتا ہے اور روحانی معنوں میں مذہب کی روح اور جان ہے اور وہ ہے **اسلام احمدیت کی خدمت** جس کو ہم اپنی زبان میں

خدمتِ دین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دین کی خدمت ہم بچوں کو اسلام احمدیت کی ضرورتوں اور اُس کے تقاضوں کو مدّ نظر رکھ کر ہر قسم کی قربانی کرنے کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ جس میں جان، مال، وقت، اولاد اور نفس کی قربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پہلے خود اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں پر عمل کرنا پھر اپنے بہن بھائیوں، دوستوں سے کروانا ہی دین کا بنیادی تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس مضمون کو قرآن کریم کی ابتداء میں وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ ہر وہ نعمت اور عطاءِ الٰہی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے خواہ وہ علم ہے، وقت ہے، اولاد ہے، مال ہے، استعدادیں ہیں، صلاحیتیں ہیں وہ سب کی سب رزق ہیں۔ اِن میں سے جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے خرچ کرنا خدمتِ دین ہے۔

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اِس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قدرِ منزلت اُسی شخص کی ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہو ورنہ وہ کچھ پروا نہیں کرتا کہ لوگ کتوں اور بھیڑوں کی موت مر جاویں۔“

(الحکم 7 فروری 1936ء)

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو اِس دنیا پر اگلی دنیا کو ترجیح دیتے ہیں..... دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں اور اِس کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اِس حد تک آگے چلے جاتے ہیں کہ خدمتِ دین کے علاوہ انہیں کوئی دوسری دلچسپی نظر ہی نہیں آتی۔“

(الفضل انٹرنیشنل 13 تا 19 جنوری 2012ء صفحہ 5)

پیارے بچو! دوسرے نمبر پر ایک طفل قوم اور وطن کی خدمت کا وعدہ کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے بچے پوری دنیا میں 220 سے زائد ملکوں میں بستے ہیں اور اپنے اپنے ملک کی قوم اور اُس وطن کی عزت کرنا اُن کی خدمت کرنا ہر طفل کی ذمہ داری ہے۔

یہ مرا ملک ہے اور اُس کی حدیں میری ہیں
بات ذہن میں دشمن کے بٹھا دی مَیں نے
ملک و ملّت کے تحفظ کی قسم ہے ثاقبؔ
خر من کفر من اِک لگا دی مَیں نے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ (المقاصد الحسنہ از عبد الرحمٰن سخاوی صفحہ 298) فرما کر اُمّت کے ہر فرد کو اپنے وطن سے محبت کا سبق دیا ہے اور خود اپنے ملک سے محبت کے حوالہ سے فرمایا کہ اے مکّہ! تو مجھے بہت پیارا ہے مگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو مَیں ہرگز یہاں سے نہ نکلتا۔

بچو! وطن سے محبت انسان کا قومی اور دینی فریضہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آفاقی نبی ہیں اور ساری دنیا آپؐ کا وطن ہے اس لئے آپؐ روئے زمین کے ہر خطہ اور اُس کے انسانوں سے بلا امتیاز رنگ و نسل محبت کرنے والے تھے۔ یوں اپنے وطن اور دنیا کو بطور وطن سمجھ کر اِس کی خدمت ہر طفل پر فرض ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو یہ دُعا کی کہ اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ایسی ڈال دے جیسے مکہ ہمیں محبوب ہے بلکہ اس سے بڑھ کر مدینہ کو محبوب کر دے۔ اس کے باسیوں کے رزق میں فراوانی اور برکت عطا فرما۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"..... جس ملک میں رہ رہے ہو جس کے شہری ہو اس سے محبت کرنے کے بارے میں فرمایا کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اس لیے جہاں یہ اخلاق تقاضا کرتے ہیں کہ اپنے افسروں کی اطاعت کرو اور اپنے وطن سے محبت کرو وہاں یاد رکھو کہ یہ چیزیں ایمان کا حصہ بھی ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کو جس ملک میں بھی وہ رہ رہا ہے ملکی قانون کی پابندی کرتے ہوئے امن اور سکون سے رہنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 19 اگست 2005ء)

بچو! پھر آپ کے وعدہ میں تیسری ہدایت سچ بولنے کے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (الاحزاب :7) کے الفاظ میں سچ بولنے اور قولِ سدید سے کام لینے کی نصیحت فرمائی ہے اور وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج: 31) کہہ کر جھوٹ بولنے اور قولِ زور کہنے سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک موقع پر صحابہ کو سچ بولنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان جب سچ بولتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جب جھوٹ بولتا ہے تو وہ کذاب لکھا جاتا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ)

ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور پھر بڑے جوش کے ساتھ اُٹھے اور فرمایا اَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ کہ سنو سنو! تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔ آپؐ نے اس فقرہ کو بار بار دہرایا۔

(بخاری کتاب الادب)

بچو! سچ بولنے کے حوالہ سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ ایک دفعہ ایک خاتون اپنے بچے کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ وہ اپنے بچے کو حضورؐ سے ملانا چاہتی تھی اور بچہ کھیل کود میں مصروف تھا۔ ماں نے بچے کو لالچ دیتے ہوئے کہا کہ بیٹا! آؤ! میں تجھے فلاں چیز دوں گی۔ آنحضورؐ نے فرمایا اگر تم یہ نہ دیتی تو تمہارا شمار جھوٹوں میں ہوتا۔

بچو! آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال بھی رکھتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کو عدالت میں اس بات کا سامنا تھا کہ ڈاک کے پیکٹ میں آپؑ نے کچھ رقم بھجوادی جو غیر قانونی امر تھا۔ وکلاء نے آپؑ کو کہا کہ یہ جرم ہے جو آپؑ سے سرزد ہوا ہے اس لیے جج کے سامنے انکار کر دیں۔ آپؑ نے جھوٹ بولنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جج صاحب! میں نے لاعلمی کی بنا پر ایسا کیا ہے۔ جج نے آپ کو رہا کر دیا۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ پس اِس اسوہ پر چلتے ہوئے سچائی کے خُلق کو سب سے زیادہ ہمیں اپنانا ہو گا...... سچائی کے یہ معیار تبھی حاصل ہوں گے جب ہم ہر سطح پر خود اپنی زندگی کے ہر لمحے کو سچائی میں ڈھالیں گے۔ ہماری گھریلو زندگی سے لے کر ہماری باہر کی زندگی اور جو بھی ہمارا حلقہ اور ماحول ہے اُس میں ہماری سچائی ایک مثال ہو گی، تبھی ہماری باتوں میں بھی برکت ہو گی، تبھی ہمارے اخلاق اور سچائی دوسروں کو متأثر کر کے احمدیت اور اسلام کے قریب لائیں گے۔ پس اِس کے لئے ہمیں ایک جدوجہد اور کوشش کرنی ہو گی۔ اپنے عملوں کو سچائی سے سجانا ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ 9 ستمبر 2011ء)

بچو! چوتھے نمبر پر طفل کے وعدہ میں کسی کو گالی نہیں دوں گا آتا ہے۔ گالی کا تعلق زبان سے ہے جس کی حفاظت کے احکام قرآن وحدیث سے بہت ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ آیت 84 میں قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کہہ کر ملاطفت اور نرمی سے بات کرنے کا مومنوں کو حکم دیا ہے۔ پھر ایک موقع پر سورۃ النساء: 113 میں بہتان تراشی کو کھلم کھلا گناہ قرار دیا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے تعلق رکھنے والے غیر اخلاقی باتوں کے وارث انسان کو غیر مومن قرار دیا ہے۔ پھر فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو یہ کفر اُس پر واپس لوٹ جاتا ہے۔ (مسلم کتاب الایمان) یہی کیفیت گالی بکنے والے کے متعلق ہے کہ گالی اُس کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کِبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ اِنکسار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جماعت احمدیہ تو گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو" کے حکم پر عمل کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر یہ کرتی چلی جائے گی۔ یہ مخالفانہ حالات صرف پاکستان میں نہیں ہیں بلکہ دنیا کے کسی بھی

خطے میں جب احمدیوں پر ظلم ہوتا ہے تو جماعت وہاں بھی جب وقت پڑے تو اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 8 اکتوبر 2010ء)

میرے پیارے بچو! طفل کے وعدے میں آخری بات خلیفۃ المسیح کی نصائح پر عمل کرنے کی کوشش ہے جس پر دنیا کا ہر احمدی بچہ عمل کرنے کے لیے کوشاں رہتا ہے اور خلیفۃ المسیح سے محبت اور پیار گردانتا ہے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ خلیفۃ وقت کی طرف سے آنے والی ہر آواز پر والہانہ لبیک کہا جائے۔ خلیفہ وقت کی ہر تحریک پر لبیک کہنا ایک احمدی بچے کا وطیرہ رہتا ہے۔ دنیا میں بسنے والے احمدی بچوں (اطفال) نے تحریک جدید اور وقف جدید میں اپنی جیبیں کاٹ کر چندے ادا کیے۔ اپنی عیدی میں سے چندے دیے۔ اپنی گُجیاں (غلّے) توڑ کر خلیفۃ المسیح کی خدمت میں رقم پیش کر دی۔ یہ ایسی سنہری تاریخ ہے جو جماعت احمدیہ سے باہر کسی میں نظر نہیں آتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ

"میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ زبان سے تو اقرار کرتے ہیں اور تحریر و تقریر میں خلیفۃ المسیح، خلیفۃ المسیح کہتے ہیں مگر جو حقِ اطاعت ہے اُس سے بہت دُور ہیں۔ زبانی خلیفۃ المسیح کہنا یا لکھنا کیا کچھ حقیقت رکھتا ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" لوگ منہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اطاعت گزار ہیں سلسلے کا ہر حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن جب موقع آئے، جب اپنی ذات کے حقوق چھوڑنے پڑیں، تب پتہ لگتا ہے کہ اطاعت ہے یا نہیں ہے۔''

(خطبہ جمعہ 27 اگست 2004ء)

اس سلسلے میں خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو۔ فرمایا

"یاد رکھیں اگر یہ دعویٰ کیا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے تو پھر نظامِ جماعت جو نظامِ خلافت کا حصہ ہے اِس کی بھی پوری اطاعت کریں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 15 جولائی 2005ء)

اطاعت	بھی	عبادت	ہو گئی	ہے
عقیدت	بھی	سعادت	ہو گئی	ہے
خلیفہ	کی	دعائیں	مل رہی	ہیں
خلافت	سے	محبت	ہو گئی	ہے

بچو! آپ کے وعدہ کے آخر پر ان شاء اللہ کے الفاظ میں جو آئندہ کوئی کام کرنے سے قبل کہنے کا حکم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ نے چاہا یا اگر اللہ کو جو منظور ہوا تو یہ کام انجام پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد بار ان الفاظ کو استعمال فرمایا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ بھی ان شاء اللہ کا لفظ لکھتے، بولتے اور پڑھتے تھے۔ ترمذی میں لکھا ہے کہ جو قسم کھا کر حلف لے تو وہ ان شاء اللہ کہے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(ترمذی حدیث 1451)

اللہ تعالیٰ تمام بچوں کو وعدہ اطفال کے مطابق زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہوں	اللہ	کا	بندہ
محمدؐ		کی	اُمّت
ہے	احمدؐ	سے	بیعت
خلیفہ		سے	طاعت
میرا		نام	پوچھو
تو	میں	احمدی	ہوں

﴾20﴿ ﴾مشاہدات۔301﴿

نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا (النساء:104)

یقیناً نماز مومنوں پر ایک وقتِ مقررہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

مُنکِر و فَحشَا سے انساں کو بچاتی ہے نماز
رحمتیں اور برکتیں ہمراہ لاتی ہے نماز
اِبتدا سے اِنتہا تک ہے سراسر یہ دُعا
آدمی کو حق تعالیٰ سے مِلاتی ہے نماز
رُوح جب ہوتی ہے حاضر پیشِ رَبُّ العالَمیں
کیسی کیسی پھر مُناجاتیں سکھاتی ہے نماز

پیارے اطفال بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قولِ مبارک ہے جو عربی میں یوں ہے۔ قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃِ کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

حدیث کے اصل الفاظ یوں ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ دنیا میں میری محبوب اشیاء میں سے عورت یعنی زوجہ محترمہ اور خوشبو ہے لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔

(نسائی:3939)

آنکھوں کی ٹھنڈک ایک محاورہ ہے جس کے معانی خوشی، سرور، تسلّی اور تشفّی کے ہیں جبکہ الصلوٰۃ کا لفظ عمومی طور پر نماز کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر یہ لفظ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور دُعا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور یوں قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃِ کے درج ذیل تین معانی ہوسکتے ہیں۔

1۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔
2۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ کے حضور دعا کرنے میں ہے۔
3۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے میں ہے۔

پیارے بچو! آج میں اپنی تقریر میں ان تینوں میں سے پہلے حصہ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے تک محدود رہوں گا گو دوسرے دو امور پر بھی سیر حاصل تقریریں کی جاسکتی ہیں کیونکہ آپؑ اللہ سے بہت پیار کرتے اور اُس کے در میں جُھک کر دعائیں کرنا آپؑ کا مشغلہ تھا پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سے عشق کی حد تک محبت اور پیار تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تو آپؑ عاشق تھے۔ آپؑ محبّ رسولؐ تھے۔

آپؑ نے اپنے محبوب رسولؐ کی خاطر عربی، فارسی اور اردو زبان میں قصائد کہے اور منثور تحریر میں بھی آپؑ کی مدح میں بہت کچھ لکھا۔ آپؑ کا یہ شعر بہت مشہور و معروف ہے اور غیر از جماعت بھی اسے بہت لطف اور مزے لے لے کر پڑھتے اور لکھتے نظر آتے ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

سامعین ! اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے حاضرین کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپؑ کا نماز یعنی عبادتِ الٰہی کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دینے میں بھی اپنے اللہ سے محبت عیاں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ میں انسان کا مقصدِ حیات عبادت کو قرار دیا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس میدان میں بھی دوسروں کے لئے نمونہ تھے جن کے جسم اور روح میں نماز کی ادائیگی سمائی ہوئی تھی۔ احادیث میں ذکر آتا ہے کہ آپؐ اپنی بیگمات (امہات المومنین) کے پاس بیٹھے باتیں کررہے ہوتے تھے مگر جب آذان کی آواز آپؐ کے کانوں کو چھو جاتی تو آپؐ فوراً اہل خانہ سے اُٹھ کر کھڑے ہوتے اور یوں لگتا جیسے آپؐ اِن میں سے کسی کو پہچانتے تک نہ تھے۔ آپؐ اپنی آخری بیماری میں دو صحابہ کے کندھوں کے سہارے مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے تشریف لائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

بیان کرتی ہیں کہ ایک رات آقا حضرت محمدؐ میرے حجرے میں سو رہے تھے کہ رات میں آپؐ کو بستر پر نہ پاکر مجھے پریشانی ہوئی تو دیکھا کہ آپ سر بسجود ہیں اور دعا کر رہے ہیں سُبۡحَانَکَ وَبِحَمۡدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ کہ اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اِسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت حضرت عائشہؓ سے ملتی ہے کہ مجھے آپؐ کو ایک رات بستر پر نہ پاکر تجسس ہوا کہ کہیں کسی اور اہلیہ محترمہ کے ہاں نہ چلے گئے ہوں۔ مَیں آپ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تو آپؐ کو جنت البقیع میں سجدہ کی حالت میں دُعا کرتے ہوئے پایا تو مَیں بہت شرمندہ ہوئی کہ مَیں نے کیوں ایسا گمان کیا۔ سیوطی کی روایت میں یوں درج ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب کی عبادت ہر دوسری چیز سے عزیز تر تھی۔ آپؐ ایک رات حضرت عائشہؓ کے ہاں مقیم تھے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے اجازت لے کر ساری رات عبادت الٰہی میں گزار دی۔ آپؐ کا نماز میں خشوع خضوع کا یہ عالَم ہوتا کہ آپؐ جب دعا اور مناجات الٰہی کرتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے ہنڈیا سے اُبلنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ آپؐ کی فرض نمازیں تو مقتدیوں کی کیفیات کے پیش نظر ذرا مختصر ہوتیں۔ آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ بچوں کے رونے آوازیں آنے کی وجہ سے مَیں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ بلکہ باجماعت نماز کے اماموں کو بھی ہدایت فرمائی کہ وہ مقتدیوں کی وجہ سے نماز لمبی نہ پڑھایا کریں مگر آپؐ کی نفلی نمازوں کا کیا کہنا۔ ایک رکعت میں سورۃ البقرۃ اور دوسری میں سورۃ آل عمران کی تلاوت کر جاتے۔ بہت سے اہل خانہ آپؐ کے نفلی نماز میں برکت کی خاطر آپؐ کے شامل ہو جاتے مگر بمشکل مکمل کر پاتے۔ حضرت انس بن مالکؓ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ آپؓ ایک رات آپؐ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوگئے مگر مکمل نہ کر پائے۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت سودہؓ آپؐ کے ساتھ نماز میں ساتھ دینے کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ آپؐ نے سجدہ کو اتنا طول دیا کہ حضرت سودہؓ نے اپنی ناک سجدہ میں دبالی کہ کہیں نکسیر نہ پھوٹ جائے اور جب نماز کے اختتام پر حضرت سودہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں نے اپنی ناک دبالی تھی تو آپؐ بہت محظوظ ہوئے۔ بہت سے صحابہ نے برکت حاصل کرنے کے لئے طبع آزمائی کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بمشکل نماز مکمل کی۔ آپؓ نے بارہا نماز کے دوران نماز چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ مگر خوفِ خدا کی وجہ سے نماز مکمل کی مگر بہت مشکل

سے۔ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (المائدہ:119) پڑھتے ہوئے گزار دی۔

میرے بھائیو! آپؐ کی نفلی عبادات کا ذکر ہو رہا ہے۔ آپؐ تنہائیوں میں خدا تعالیٰ کی حمد و تسبیح کے ایسے گیت الاپتے کہ اپنے خدا کو رام کر لیتے اور تہجد کا آغاز تو اَللّٰهُمَّ لَكَ الۡحَمۡدُ بار بار پڑھ کر کرتے۔ آپؐ رات کے اندھیروں میں اتنی کثرت سے تسبیحات کرتے کہ زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان فضا حمد و تسبیحات کے عطر سے معطر ہو جاتی۔ آپؐ کی نمازوں میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا یہ عالَم تھا کہ آپؐ کے دشمن بھی آپؐ کی اپنے اللہ سے محبت اور پیار کے مصدِّق تھے اور کہا کرتے تھے عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ آپؐ نے رات کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پہلا حصہ عوام الناس کے لئے جبکہ دوسرا حصہ اہل خانہ کے لئے اور تیسرا حصہ جس میں فرشتے زمین پر اُترتے اور اعلان کرتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا اُسے دیا جائے گا میں آپؐ اپنے خالقِ حقیقی کے حق ادا فرماتے۔ آپؐ کی نماز کی یہ کیفیت ہوتی کہ آپؐ کے پاؤں سوجھ جاتے گویا نماز آپؐ کی روح کی غذا تھی۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ نے ہر نبی کی ایک خواہش رکھی ہوتی ہے میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے (طبرانی)۔ کہا جاتا ہے کہ آپؐ کی رات کی نماز بہت لمبی، پیاری اور حسین ہوتی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتیں کہ آپؐ کی رات کی نماز کی لمبائی اور حسن و خوبی کے متعلق مت پوچھو کیونکہ میرے پاس اس کی طوالت کے بیان کرنے کے الفاظ نہیں ہیں۔

(بخاری)

الغرض آپؐ نے نمازوں میں بروقت اور مستعدی سے ادائیگی کو اپنے صحابہؓ کے لئے بطور نمونہ چھوڑا کہ آپؐ کے صحابہؓ بھی اللہ سے پیار کرنے والے بن گئے اور انہوں نے محبتِ الٰہی اور محبتِ رسولؐ سے خوب حصہ پایا۔

پیارے بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے۔ (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ

کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضلیت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں"۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119-118)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ حضورؐ کی عبادات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کیا اس محسن انسانیت جیسا کوئی اور ہے جو ساری ساری رات اپنے رب کے حضور لوگوں کے لئے مغفرت مانگتے ہی گزار دیتا ہے، بخشش مانگتے ہی گزار دیتا ہے۔ اپنے رب کے عشق میں سرشار ہے اور اس کی مخلوق کی ہمدردی نے بھی بے چین کر دیا ہے۔ اپنی رات کی نیند کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے اپنی سب سے چہیتی بیوی کے قرب کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خواہش ہے تو صرف یہ کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے اور اس کی مخلوق عذاب سے بچ جائے۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ نعوذ باللہ دنیا کی رنگینیوں میں ملوث تھا۔ آپ کی راتیں کس طرح گزرتی تھیں اس کی ایک اور گواہی دیکھیں۔ حضرت اُمّ سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کچھ دیر سوتے پھر کچھ دیر اٹھ کر نماز میں مصروف ہوتے۔ پھر سو جاتے، پھر اٹھ بیٹھتے اور نماز ادا کرتے۔ غرض صبح تک یہی حالت جاری رہتی۔ (ترمذی کتاب فضائل القرآن باب ماجاء کیف کان قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2005ء)

ذِکر و شکر اللہ کا ہے مومن کا ہے معراج یہ
پنج وقتہ وصل کے ساغَر پلاتی ہے نماز
اے خدا ہم کو عطا کر اور ہماری نَسل کو
نعمتیں اور بخششیں جو جو بھی لاتی ہے نماز

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿21﴾ ﴿مشاہدات۔953﴾

مساجد کے آداب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ

(اعراف:32)

اے ابنائے آدم! ہر مسجد میں اپنی زینت (یعنی لباسِ تقویٰ) ساتھ لے جایا کرو اور کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

رغبتِ دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو

پیارے بچو! مجھے نہایت اختصار سے آپ بچوں کے سامنے اللہ کے گھر جس کو ہم مسجد، بیتُ الذکر بولتے ہیں کے آداب رکھنے ہیں۔ ہر انسان کی کوئی نا کوئی پسندیدہ جگہ ہوتی ہے۔ جہاں ان کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ جیسے ہم بچے ہیں۔ ہم میں سے بعضوں کو کرکٹ گراؤنڈ بہت پسند ہو گی، کسی کو فٹبال گراؤنڈ اور کسی کو عزیز و اقارب میں سے نانا نانی کا گھر اچھا لگتا ہو گا۔ بعضوں کو دادا دادی کا گھر اچھا لگے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی ایک ذات ہے، ایک وجود رکھتا ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ اس کو اپنا بنایا ہوا گھر پسند ہے جسے مسجد، عبادت گاہ یا بیتُ الذکر کہتے ہیں۔ چونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ بہت پیارا ہے اس لیے اُس کی پسندیدہ جگہ، ہماری پیاری جگہ ہے اور لگنی بھی چاہیے۔ مسجد ہم مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے۔ جہاں ہم اللہ کے حضور جھکتے اور سجدہ کرتے ہیں کیونکہ مسجد کے لغوی معنی بھی سجدہ کرنے کی جگہ کے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مساجد کو پسندیدہ جگہ اور بازاروں کو ناپسندیدہ جگہ قرار دیا ہے۔

پیارے بچو! جو آیت مَیں نے اوپر تلاوت کی ہے اُس میں پہلا ادب اس مبارک اور مقدّس جگہ کو صاف ستھرا رکھنا بیان ہوا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ہم انسان جس جگہ رہتے ہیں۔ اس کو صاف ستھرا رکھنے کی

کوشش کرتے ہیں۔ حتٰی کہ ہمارے ارد گرد ماحول میں بسنے والے جانور، چرند پرند بھی اپنی ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ آج کل تو چرند پرند اور جانوروں کے متعلق معلومات مختلف نیشنل جیوگرافک ٹی وی چینلز پر لگی رہتی ہیں۔ ہم جب بغور اِن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان جانوروں میں بہت خوبیاں نظر آتی ہیں۔ جیسے چرند پرند کے گھونسلوں کو ہی دیکھیں تو یہ پرندے اندر سے گندگی باہر لاتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ بھیٹ وغیرہ باہر آکر کرتے ہیں۔ بلّی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنی پاٹی کو مٹی سے چھپا دیتی ہے۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات پیدا کیا ہے۔ ہمیں تو بدرجہ اولیٰ اپنی رہنے کی جگہوں کو صاف سُتھرا رکھنا ہے۔ بالخصوص اللہ کے پیارے گھر کو۔ جہاں صاف ستھرے کپڑے پہن کر جانا چاہیے۔ ہماری جرابیں دُھلی ہوئی ہوں تا ان کی بدبو دوسرے نمازیوں کے لیے بے سکونی کا باعث نہ بنے اگر ممکن ہو اور خوشبو میسر ہو تو اس کے لگا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ لہسن، پیاز اور بدبودار کوئی چیز کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔

پیارے بچو! ہمارے پیارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جگہ، ہر مجلس اور ہر مقام پر جانے کی دعائیں سکھلا رکھی ہیں۔ اللہ کے گھر مسجد میں داخل ہوتے وقت نمازیوں کو نہایت مہذب انداز میں "السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ" کہنا چاہیے۔ اگر نماز باجماعت ہو رہی ہو تو پھر سلام بلند آواز سے کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقعہ ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ کی دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ اللہ کے نام سے، اُس کی سلامتی ہو اللہ کے رسول پر، اے میرے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت کے دروازے مجھ پر کھول دے اور مسجد سے باہر آتے ہوئے رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ کے الفاظ کہنے چاہئیں یعنی فضل کے دروازے کھلنے کی استدعا اللہ تعالیٰ سے کرنے کا حکم ہے۔

پیارے بچو! ان الفاظ میں معمولی سی تبدیلی میں بڑی حکمت ہے۔ ہم جب مسجد میں داخل ہوں تو اللہ کی عبادات کی توفیق اُس کے پورے اصول وضوابط سے کرنے کی دعا مانگیں جو رحمتِ الہیٰ میں آتی ہے اور مسجد سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ کا فضل مانگیں۔ یعنی کاروبار اور دیگر ضروریاتِ زندگی میں برکت مانگیں۔ یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے ہمیں سورۃ الجمعہ میں وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ (آیت 11) کے الفاظ میں سمجھایا کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد فضلِ الٰہی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں۔

پیارے بھائیو! مسجد کی طرف آرام اور آہستہ آہستہ بڑھنا چاہیے، دوڑ کر یا تیز تیز چل کر نہ آئیں۔ مسجد میں داخلے سے قبل بایاں پاؤں جوتے سے پہلے اُتاریں اور مسجد میں دایاں پاؤں پہلے اندر رکھیں۔ اور نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے مسجد سے نکالیں اور جوتا پہنتے وقت دایاں جوتا پہلے پہنیں۔ مسجد میں خاموشی سے بیٹھ کر تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے میں وقت گزاریں اور اگر ممکن ہو تو مسجد میں داخل ہونے پر دو نفل ادا کریں۔ جسے ''تحیّۃُ الصلاۃ'' بولتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کو جنت کے باغ کہا ہے جس طرح باغات میں ہم کچھ کھا پی لیتے ہیں۔ اسی طرح مسجد میں تسبیح و تحمید کرنا چاہیے۔ یہ جنت کے باغ کے پھل ہیں۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں بہت دفعہ ہمیں توجہ دلائی ہے جیسے ایک موقع پر فرمایا کہ

''سب سے اہم عمارات مساجد ہیں۔ مسجد کے ماحول کو پھولوں، کیاریوں اور سبزے سے خوبصورت رکھنا چاہیے...اِس کے ساتھ ہی مسجد کے اندر کی صفائی کا بھی خاص اہتمام ہونا چاہیے۔''

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 272)

پھر فرمایا:

''زینت ظاہری کے بارہ میں اور نماز میں توجہ رکھنے کی وجہ سے وضو کا بھی حکم ہے۔ اس سے ایک تو صفائی پیدا ہوتی ہے دوسرا ذرا آدمی ایکٹو ہو جاتا ہے۔''

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 364)

پھر موبائل فون کے حوالے سے آپ نے فرمایا کہ

”نمازوں کے دوران اپنے موبائل فون بند رکھیں... بعضوں کو عادت ہوتی ہے کہ فون لے کے نمازوں پر آجاتے ہیں اور پھر جب گھنٹیاں بجنا شروع ہوتی ہیں تو بالکل توجہ بٹ جاتی ہے نماز سے“

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 195)

اللہ تعالیٰ ہمیں مساجد کے حقوق اور اِس کے آداب کو ہمیشہ مدّ نظر رکھنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عطیۃُ العلیم۔ ہالینڈ)

﴿22﴾ ﴿مشاہدات۔297﴾

ذاتی اصلاح کی اہمیت اور طریقے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ (البقرہ:122)

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی درآنحالیکہ وہ اس کی ویسی ہی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (درحقیقت) اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی بھی اس کا انکار کرے پس وہی ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ ذاتی اصلاح کی اہمیت اور طریقے۔

میں آج انتظامیہ ناصرات الاحمدیہ جرمنی کی مشکور ہوں جنہوں نے مقابلہ تقاریر 2024ء میں یہ ٹاپک رکھ کر مجھے اپنی اصلاح کرنے پر سوچنے کا موقع دیا ہے۔ آج مَیں اپنی گفتگو میں اپنے ساتھ پیاری بہنو کو شامل کر کے اپنی اصلاح کے طریقے جو بروئے کار لائے جاسکتے ہیں بتاؤں۔

پیاری بہنو! کہتے ہیں قطرہ قطرہ مل کر دریا بنتا ہے۔ بظاہر ایک قطرے کی دنیا میں کوئی اہمیت نہیں مگر اِس کے مثبت پہلو کو لیں تو ایک ٹونٹی سے قطرے پر قطرہ نکل کر نیچے پڑی بالٹی میں گر رہا ہو تو وہ بالٹی کچھ دیر میں بھر جائے گی اور وہ پانی کسی مفید کام آسکے گا اور اِس کے منفی پہلو کو دیکھیں تو اِسی ٹونٹی سے نکلنے والے قطروں کے نیچے بالٹی کی جگہ پتھر رکھ دیں تو کچھ عرصہ کے بعد وہی سخت پتھر بھی ایک ایک قطرہ کے سامنے ہار مان لیتا ہے اور اس کے اندر گڑھے کے نشان نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ مجھے یہاں ایک کہاوت یاد

آرہی ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی گاؤں کے نمبر دار نے گاؤں کے باسیوں کو حکم دیا کہ گرمی کی وجہ سے گاؤں کا تالاب خشک ہو گیا ہے اور جانوروں کو پانی پلانے یا پینے میں بہت مشکل پیش آرہی ہے اس لیے گاؤں کا ہر فرد اپنے گھر سے ایک ایک بالٹی آج رات اس تالاب میں ڈالے۔ گاؤں کے ہر فرد نے سوچا کہ اتنا بڑا گاؤں ہے اگر مَیں اپنے حصہ کا پانی نہ بھی ڈالوں گا تو کون سا فرق پڑ جائے گا۔ صبح نمبر دار نے جب تالاب کو خشک دیکھا تو یہ علم پا کر کہ گاؤں کے ہر فرد نے یہ جان کر کہ میرے پانی نہ ڈالنے سے کیا فرق پڑے گا بہت پریشان ہوا۔

پیاری بہنوں! معاشرہ، سوسائٹی اور جماعت بھی افراد سے بنتی ہے۔ معاشرہ کے فلاح و بہبود اور ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے معاشرہ کے ہر فرد کا حصہ دار بننا ضروری ہے۔ اُسے باکردار، با اخلاق، نیک اور صالح انسان بننا ہے۔ اِسے اپنی ذاتی اصلاح کرنے کی طرف توجہ دینی ہے۔ جس طرح جوہری ہیرے کو جو عُرفِ عام میں ایک پتھر جیسا دکھائی دیتا ہے تراش کر، کانٹ چھانٹ کر کے اُسے ایک بیش قیمتی ہیرے کی شکل دیتا ہے جو انگوٹھی یا ہار میں سج کر کسی کی خوبصورتی کا باعث بنتا ہے ویسے ہی معاشرے کے ہر فرد کو اپنا محاسبہ اور محاکمہ کرتے رہنا چاہیے اور جوہری کی طرح کانٹ چھانٹ کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اپنے آپ کو نفیس، سچا اور کھرا انسان بنانا چاہئیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح کے عمل کو پان کھانے والے سے تشبیہ دے کر فرمایا کہ جس طرح پان کھانے والا پان کے ردی حصے کو چباتے وقت الگ کرتا رہتا ہے اسی طرح ہم میں ہر ایک بدیوں، برائیوں اور غلط حرکات و سکنات کو کُتر کُتر کر اپنے جسم سے جدا کرتا رہے۔ یہ ہے ذاتی اصلاح کی اہمیت و افادیت۔

سامعات! اب مَیں آتی ہوں اپنی تقریر کے موضوع کے دوسرے حصے کی طرف کہ ذاتی اصلاح کے لیے کون سے طریقے بآسانی اپنائے جاسکتے ہیں۔ مَیں اِن کا اختصار سے ذکر کرتی ہوں۔

اول۔ سب سے پہلے اپنے خالقِ حقیقی کے متعلق ہم سوچیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ جب اللہ کے بارے میں یہ خشیت، ڈر اور خوف دل میں پیدا ہو گا تو ہمیں اپنی ذاتی اصلاح کی توفیق ملتی رہے گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ نماز کی حالت میں تم اپنے خدا کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہیں تو کم از کم تمہارے ذہن میں یہ بات مُحکم یقین کے ساتھ موجود ہو کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اور چاہیے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقوی حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لیے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لیے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔"

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307)

پیاری بہنو! دوم۔ اصلاحِ نفس کا دوسرا طریق دعا ہے۔ ہم اپنی طاقت کے زور پر جتنے چاہیں اخلاق اپنا لیں مگر جب تک اللہ تبارک و تعالی کا فضل اور اس کی مدد و نصرت اور تعاون انسان کے شامل حال نہ ہو اُس وقت تک یہ اخلاق انسان پر اثر نہیں کر سکتے اِس لیے انسان کو ہر دم اپنی اصلاح کے لیے اپنے اللہ کے حضور جھکنا چاہیے اور اپنے لیے دعائیں کرنی چاہیے۔ قرآن و حدیث میں اصلاحِ نفس کے حوالے سے بہت سی دعائیں ملتی ہیں۔ جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سیدھی راہ پر رہنے کے لیے اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَ سَدِّدْنِیْ (مسلم کتاب الذکر) کی دعا سکھلائی کہ یہ دعا کیا کرو کہ اے میرے اللہ! مجھے ہدایت دے اور سیدھی راہ پر قائم رکھ۔ اِسی طرح ترمذی کتاب الدعوات میں درج ایک دعا آپ بہنوں کے سامنے رکھنا چاہوں گی۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کو نہایت خوبصورت شکل میں دیکھا۔ اللہ تعالی نے اس رؤیا اور خواب میں یہ دعا پڑھتے رہنے کا ارشاد فرمایا۔ میں صرف اردو ترجمہ پیش کرتی ہوں۔ اے اللہ! مَیں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے کی توفیق چاہتا ہوں۔ مساکین کی محبت مجھے عطا کر اور جب تو بعض لوگوں کو فتنہ پہنچانا چاہے تو بغیر فتنہ میں مجھے ڈالے میری روح قبض کر لے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں انجام بخیر کی دعا سکھلائی کہ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یوسف:102) اے اللہ! تو دنیا و آخرت میں میرا مددگار ہے مجھے کامل فرمانبرداری کی حالت میں وفات دینا اور صالحین کی جماعت میں رکھنا۔

پیاری بہنو! وقت کی رعایت سے مَیں صرف ایک اور اصلاحِ نفس کا طریق بیان کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتی ہوں اور وہ طریق ہے خلیفۃ المسیح سے مضبوط تعلق رکھنا۔ آپ ایدہ اللہ کی باتوں کو غور سے سننا اور ان

پر پوری کوشش کر کے عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ مبارک وجود آج کے دور کے اُس مسیح و مہدی کا نمائندہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نمائندہ تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نمائندہ تھے اور یوں خلیفۃ المسیح کی نمائندگی، اللہ تعالیٰ تک جاملتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خلافت علی منہاج النبوہ سے تعلق رکھنے والے خلفاء کو خلفائے راشدین کے ساتھ ملاتے ہوئے فرمایا ہے کہ خلفائے راشدین المہدیین کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے جہاں برکتیں سمیٹیں وہاں اپنی اصلاح کے سامان مہیا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ صادقوں کی صحبت میں رہنا ضروری ہے اور آج کے دور میں خلیفۃ المسیح کے مجلس اور محفل سے بڑھ کر کوئی صادقوں کی صحبت ہوسکتی ہے اور اِن مبارک مجلسوں سے استفادہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایم ٹی اے کی نعمت سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اصلاح کے سامان کرنے کی توفیق دیتا رہے اور جو جو طریق ہمیں نظر آئیں اور بھلے محسوس ہوں ان کو اپنا کر باری تعالیٰ کی طرف سفر جاری رکھیں۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)

﴿23﴾ ﴿مشاہدات۔973﴾

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31)

یہ (ہم نے حکم دیا) اور جو بھی اُن چیزوں کی تعظیم کرے گا جنہیں اللہ نے حرمت بخشی ہے تو یہ اس کے لئے اس کے ربّ کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لئے چوپائے حلال کر دیئے گئے سوائے ان کے جن کا ذکر تم سے کیا جاتا ہے۔ پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

معزز سامعات! مَیں نے آج آپ بہنوں کے سامنے ایک قرآنی حکم وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ پر کچھ کہنا ہے جو سورۃ الحج کی آیت 31 کا حصّہ ہے جس کے معانی ہیں جھوٹ کہنے یا بولنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ نے اِس حکم کو بُت پرستی (جو شرک ہے) سے بچنے اور خدا کا کسی کو شریک نہ بنانے کے حکموں کے درمیان لاَ کر یہ بتایا ہے کہ جھوٹ بھی ایک قسم کا شرک ہے جس پر انسان اللہ سے ناامید ہو کر انحصار کرتا ہے۔ مَیں نے آج اِس عنوان کو اِس لئے چُنا ہے کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ماہ ستمبر 2025ء میں منعقد ہونے والے برطانیہ کے ذیلی تنظیموں کے تینوں سالانہ اجتماعات سے علیحدہ علیحدہ خطاب میں جھوٹ سے بچنے اور سچائی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور مؤرخہ 27 ستمبر کو لجنہ ممبرات سے خطاب میں جھوٹ کے خلاف منصوبہ بندی کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

”ایک مؤمنہ عورت کی صفت سچائی پر قائم رہنا ہے۔ جب ایک احمدی سچائی پر قائم رہتی ہے اور جھوٹ سے بچتی ہے تو وہ ایک روحانی جہاد پر روانہ ہوتی ہے۔ یہ جہاد اُسے نہ صرف ہر قسم کے شرک سے بچاتی ہے بلکہ

اُس کی اولاد اور دیگر معاشرے کے لئے بھی ایک نمونہ قائم کرتی ہے جو اُنہیں جھوٹ سے پرہیز کرنے اور شرک کو مٹانے کا سبق دیتا ہے۔ جو شخص سچائی کو قائم کرتا ہے اور دوسروں میں بھی یہ وصف پیدا کرتا ہے وہ یقیناً معاشرے کو خوبصورت بنانے میں ایک کلیدی کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔ جھوٹ، فساد اور گھروں اور معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کُنجی ہے۔ چونکہ احمدیت کی اگلی نسل آپ کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اِس لئے ضروری ہے کہ آپ ہمیشہ سچائی پر قائم رہیں۔

مجھ سے جب بھی مائیں اِس غیر اسلامی ماحول میں بچوں کی اچھی تربیت کے لئے رہنمائی لیتی ہیں تو میرا یہی جواب ہوتا ہے کہ اپنا عملی نمونہ اسلامی تعلیمات کے مطابق بنائیں کیونکہ بچہ چھوٹی عمر سے ہی ماں کے پاس زیادہ ہوتا ہے اور اِسے دیکھ کر اِس کی نقل کرتا ہے۔ اِس لئے احمدی ماؤں کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے سے شرک کو مٹائیں اور سچائی کو قائم کریں۔ اِسی طرح لجنہ اماء اللہ کو اجتماعی طور پر معاشرے میں سچائی قائم کرنے کے حوالے سے منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ اللہ نے جھوٹ کو شرک کے برابر گردانا ہے اور ایک احمدی کے لئے یہ بات کافی ہونی چاہئے کہ وہ اِس سے بچ کر رہے۔ اگر مائیں بچوں کو جھوٹ سے بچا لیں تو وہ ایک ایسی نسل کو پروان چڑھائیں گی جو کہ بہادر اور حق کی بات کرنے والی ہوگی اور پھر اِسی جرات کے نتیجہ میں دنیا کو خدا کے دین کی طرف بلانے والی ہوگی۔"

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 4/ اکتوبر 2025ء)

معزز سامعات! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کے لئے کِذب اور قولِ زور جبکہ سچائی کے لئے صِدق اور قولِ سدید کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جہاں تک قولِ زور کے الفاظ کا تعلق ہے۔ ایک دفعہ تو سورۃ الحج میں یہ الفاظ فرما کر اِس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے جس کی تلاوت مَیں آغاز پر کر آیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک اور مقام پر عبادالرحمان کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان: 73)

یعنی یہ وہ (اللہ تعالیٰ کے نیک) بندے ہیں جو جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قولِ زُور کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

أَلا أُنَبِّئُكُمْ بأَكْبَرِ الكَبَائِرِ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسولَ اللّٰهِ، قالَ: الإشْرَاكُ باللّٰهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ فَما زالَ يقولُها، حتَّى قُلتُ: لا يَسْكُتُ

(صحیح بخاری)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”کیا مَیں تمہیں وہ گناہ نہ بتاؤں، جو کبیرہ گناہوں میں بھی بڑے ہیں؟“ اور آپؐ نے یہ بات تین بار فرمائی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ ”جی ہاں! اے اللہ کے رسول! پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ”اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔“ پھر آپؐ بیٹھ گئے، جب کہ آپؐ (تکیے پر) ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر فرمایا۔ ”خبردار! اور جھوٹ بولنا بھی (کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ ہے)۔“

(صحیح بخاری، حدیث:2654)

پھر رمضان اور جھوٹ کے تعلق میں آپؐ نے فرمایا۔

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي اَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

(بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور)

کہ جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ ایسا شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

سامعات! اَلزُّوْرِ ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں سچائی کو غلط طریقے سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حقائق کو جان بوجھ کر مسخ کرنا شامل ہے۔ جھوٹ صرف کسی بات کو غلط بیان کرنے کا نام ہے، جبکہ الزُّوْرِ میں سچ کو چھپانا یا غلط کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش شامل ہوتی ہے۔ نیز اَلزُّوْرِ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کا مقصد کسی کی بدنامی کرنا، اس کی ساکھ کو نقصان پہنچانا یا اس کے خلاف کوئی غلط تاثر پیدا کرنا ہوتا ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر سن آئے ہیں کہ جھوٹ کو عربی زبان میں ''کِذب'' کہتے ہیں۔ خلافِ واقعہ کسی بات کی خبر دینا، چاہے وہ خبر دینا جان بوجھ کر ہو، یا غلطی سے ہو، جھوٹ کہلاتا ہے۔

(المصباح المنیر)

جھوٹ بولنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، جن میں شرمندگی سے بچنا، کسی غلط کام کو چھپانا، یا خود کو بچانا شامل ہے. کسی نے کِذب کی تعریف میں لکھا ہے کہ کذب کے معنی ہیں جانتے بوجھتے کسی چیز کے متعلق خلاف حقیقت خبر دینا' جیسے سورۃ یوسف میں ہے بِدَمٍ کَذِبٍ۔ جھوٹ موٹ کا خون یعنی ایسا خون جو اُس کا نہ تھا جس کا وہ بتایا گیا تھا۔ یا جیسے اَکْذَبَ الرَّجُلُ اُس وقت کہتے ہیں جب کسی آدمی کو پکارا جائے اور وہ سوتے ہوئے کی طرح چپ سادھ لے یعنی سونہ رہا ہو بلکہ سوتا ہوا ظاہر کر رہا ہو۔ نیز مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی کو غلط راستہ بتائے تاکہ وہ گمراہ ہو جائے، تو یہ جھوٹ ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف اور گناہ جہنم کی طرف لے کر جاتا ہے اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے ہو اللہ کے ہاں کذّاب لکھا جاتا ہے۔

(مسلم کتاب البر و الصلۃ)

یہ بات بالکل سچ ہے کہ انسان اگر بغیر چاہے بھی ایک جھوٹ ہی بول دے تو اسے چھپانے کے لئے کئی ایک جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں اور آخر کار فائدہ حاصل کرنے کی بجائے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے جبکہ شرمندگی الگ ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ مجھے مجبوراً جھوٹ بولنا پڑا بالکل غلط بات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو نجاست کہا تھا کہ اس سے پرہیز کرو۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ بُت پرستی کے ساتھ اس جھوٹ کو ملایا ہے۔ جیسا احمق انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھر کی طرف سر جھکاتا ہے ویسے ہی صدق اور راستی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے لیے جھوٹ کو بت بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بُت پرستی کے ساتھ ملایا اور اس سے نسبت دی جیسے ایک بُت پرست بُت سے نجات

چاہتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا بھی اپنی طرف سے بُت بناتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس بُت کے ذریعہ نجات ہو جاوے گی۔ کیسی خرابی آکر پڑی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ کیوں بُت پرست ہوتے ہو اس نجاست کو چھوڑ دو تو کہتے ہیں کہ کیوں چھوڑیں۔ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا اس سے بڑھ کر کیا بد قسمتی ہو گی جھوٹ پر اپنی زندگی کا مدار سمجھتے ہیں مگر مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آخر سچ ہی کامیاب ہوتا ہے۔ بھلائی اور اسی کی فتح ہے...... یقیناً یاد رکھو! جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیادار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں مگر مَیں کیوں اس کو باور کروں مجھ پر سات مقدمے ہوئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک میں ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ لکھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کہ کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راست باز کو سزا دے؟ اگر ایسا ہو تو پھر دنیا میں کوئی شخص سچ بولنے کی جرأت نہ کرے اور خدا تعالیٰ پر سے ہی اعتقاد اُٹھ جاوے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 238-239)

جھوٹ بولنے کی عادت چونکہ شیطان کی طرف سے ملتی ہے لہذا جھوٹ بولنے والے لوگ اور بھی کئی بُری عادتوں کے مالک بن جاتے ہیں اور نفسانی خواہشات کا حصول ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے اسی لئے جب ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کوئی ایسی عادت بتائیے، جو چھوڑنے سے تمام بُری عادتیں ختم ہو جائیں۔ اِس کے جواب میں آپؐ نے اُسے جھوٹ بولنے سے منع کیا۔ جس پر عمل کرکے رفتہ رفتہ اُسے تمام خراب عادتوں سے نجات مل گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے کئی خطبات میں جھوٹ سے کنارہ کشی اختیار کرکے سچائی کے دامن کو تھامنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

"حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بتوں کی ناپاکی سے احتراز کرو۔ بتوں کی ناپاکی سے مراد ہے شرک سے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ بُت پرستی کی گندگی سے احتراز کرو اور وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور جھوٹ سے بھی بچنے کی ہر ممکن کوشش کرو۔ یہاں شرک اور جھوٹ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے اور امرِ واقع یہ ہے کہ جھوٹ اور شرک ایک ہی چیز کے

دو نام ہیں۔ جب حق نہ بچا سکے جو اللہ ہے تو پھر جھوٹ کی طرف انسان رجوع کرتا ہے جو غیر اللہ ہے تو اَوثان کے ساتھ جھوٹ کو باندھنا یہ بہت ہی اہم مضمون ہے جسے ہمیں کوشش کر کے اپنے نفس کی باریکیوں تک جاری کرنا چاہیے۔"

نیز فرمایا:

"یہ یقین رکھیے کہ سچ کے بغیر کسی اعلیٰ منصوبے کی تعمیر ممکن نہیں اِس لئے جماعت احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولادوں کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے اور جو بڑے ہو چکے ہیں ان پر اس پہلو سے نظر رکھنا اور ایسے پروگرام بنانا چاہئیں کہ بار بار خدام اور انصار اور لجنات اس طرف متوجہ ہوتے رہیں کہ سچائی کی کتنی بڑی قیمت ہے اور اس وقت جماعت کو اور دنیا کو جماعت کی وساطت سے کتنی بڑی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"جیسا کہ مَیں نے کہا ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ انسان کو نہیں پتہ کہ چھوٹی نیکی اُس کے لئے کیا ہے اور بڑی نیکی کیا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ ایک نیکی ایک کے لئے چھوٹی ہے اور دوسرے کے لئے بڑی، یا اس کی تعریف مختلف ہے۔ مثلاً ایک صحابی کے پوچھنے پر کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ بڑی نیکی کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ بڑی نیکی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللّٰہ تعالیٰ افضل الاعمال حدیث نمبر 248)۔ پھر ایک اور موقع پر ایک دوسرے صحابی کے پوچھنے پر کہ بڑی نیکی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کی خدمت کرنا۔ (صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ باب فضل الصلاۃ لوقتھا حدیث نمبر 527)۔ پھر ایک تیسرے موقع پر ایک تیسرے صحابی کے پوچھنے پر کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی نیکی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تہجد کی نماز ادا کرنا، تہجد کے نفل پڑھنا۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم حدیث نمبر 2756)

اس طرح آپؐ نے مختلف لوگوں کو بعض مختلف امور کی طرف توجہ دلائی۔ پس بڑی نیکی تین یا تین سے زیادہ تو نہیں ہو سکتیں اور بھی مختلف لوگوں کو اُن کی کمزوریوں کے مطابق توجہ دلائی ہو گی۔ بڑی نیکی تو ایک ہی ہونی چاہئے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے بڑا کام اور نیکی وہ ہے جس کی کسی میں کمی ہے۔ پس اگر کوئی شخص ماں باپ کی خدمت نہیں کرتا یا بیوی بچوں کے حقوق ادا نہیں کرتا تو اُس کے لئے دین کی خدمت بڑی نیکی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے وہ یہ خدمت ذاتی مفاد کے لئے بھی کر رہا ہو یا نام ونمود کے لئے بھی کر رہا ہو۔ پس ایسے لوگ جن کے گھر والے اُن کے رویوں سے نالاں ہیں اور وہ عہدیدار بنے ہوئے ہیں، اُنہیں اپنی خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے دین کی خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے، ماں باپ اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص چندوں میں بہت اچھا ہے لیکن نمازوں میں سست ہے، نوافل میں سست ہے تو اُس کے لئے نمازیں اور نوافل نیکی ہیں۔ اسی طرح بہت سی نیکیاں ہیں جو ایک کے لئے معمولی ہیں دوسرے کے لئے بڑی ہیں۔ پس چھوٹی بڑی نیکیوں کی کوئی فہرست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی رِیا کی جو مثال دی ہے کہ چھوٹے چھوٹے گناہ مثلاً رِیا تو یہاں بھی اس سے یہی مراد ہے کہ بظاہر چھوٹا نظر آنے والا گناہ دراصل بڑا گناہ بن جاتا ہے۔ نماز پڑھنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے کا ذریعہ ہے۔ دین کی معراج ہے لیکن دکھاوے کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں بلکہ الٹا دی جاتی ہیں۔ اسی طرح ایک انسان نمازی ہے لیکن دوسروں کے حقوق غصب کر رہا ہے تو یہ نماز نیکی نہیں ہے بلکہ بہتر ہوتا کہ وہ دوسروں کا حق ادا کرتا اور پھر نماز ادا کرکے نماز کا ثواب حاصل کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس مَیں نے پڑھا ہے جس میں آپ نے ارکانِ اسلام کا ذکر فرمایا۔ روزہ بھی ایک رکن ہے۔ مسلمان رمضان میں روزے کا اہتمام بھی بہت کرتے ہیں لیکن بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جو روزہ رکھ کر جھوٹ، فریب، گالی گلوچ، غیبت وغیرہ کرتے ہیں، ان سے کام لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر یہ سب کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کا روزہ روزہ نہیں ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور، والعمل به فی الصوم حدیث نمبر 1903)۔ پس روزے کا ثواب بھی گیا۔ تو اصل چیز یہ ہے کہ ان اعمال کو اس طرح بجالایا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

پس انسانی زندگی کا ہر قدم بڑا پھونک پھونک کر اُٹھانا چاہیئے جہاں خالص خدا تعالیٰ کی رضا مقدم ہو، جہاں عقیدے میں پختگی ہو وہاں اعمال کی بھی ایسی اصلاح ہو کہ دنیا کو نظر آ جائے کہ ایک احمدی اور دوسرے میں کیا فرق ہے؟ پس ہمیں اس بات پر نظر رکھنی چاہیئے کہ تمام قسم کی برائیوں سے بچنا ہے۔ تمام قسم کی نیکیوں کو اختیار کرنا ہے تاکہ عملی طور پر اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں۔ اپنے چھوٹوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے نوجوانوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے گھروں میں اپنے بیوی بچوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے لئے نمونہ بنیں، اپنی عملی حالتوں میں ہر چھوٹا بڑا وہ معیار حاصل کرے کہ ہر قسم کی بدی اور برائی کا بیج ہم میں سے ہر ایک میں ختم ہو جائے، اُس کی جڑ ہی ختم ہو جائے۔ اگر افرادِ جماعت میں سے ہر ایک نے اپنی مکمل اصلاح کی کوشش نہ کی تو جماعت میں ہر وقت کسی نہ کسی قسم کی برائی کا بیج موجود رہے گا اور موقع ملتے ہی وہ پھلنے پھولنے لگ جائے گا، پھوٹنے لگ جائے گا۔ پس ہر قسم کی برائیوں کی جڑوں کو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اندر سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ تبھی ہم ہر قسم کی برائیوں کو جماعت میں سے ختم کر کے عملی اصلاح کی حقیقی تصویر بن سکتے ہیں اور تب پھر اللہ تعالیٰ ہمیں فتوحات کے نظارے دکھائے گا۔ تبھی ہماری دعائیں بھی قبول ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر اللہ تعالیٰ کا قرب ہم پاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ 30/مارچ 2012ء)

سامعات! یاد رکھیں! صرف یہی نہیں کہ ایسا جھوٹ، جس میں فساد و بگاڑ ہو اور ایک آدمی پر اُس جھوٹ سے ظلم ہو رہا ہو، وہی ممنوع ہے، بلکہ لُطف اندوزی اور ہنسنے ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی ممنوع ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"وہ شخص برباد ہو، جو ایسی بات بیان کرتا ہے تاکہ اُس سے لوگ ہنسیں، لہٰذا وہ جھوٹ تک بول جاتا ہے، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو۔"

(سنن ترمذی، حدیث: 2315)

سامعات! یہ ایک ایسی بیماری ہے، جو دوسری بیماریوں کے مقابلے میں بہت عام ہے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بلاوجہ ہنسی مذاق میں جھوٹ بولتے ہیں اور اِس بات کی پرواتک نہیں کرتے کہ اِس جھوٹ سے

اُنہوں نے کیا پایا اور کیا کھویا؟ حالاں کہ جب لوگوں کو کسی جھوٹے شخص کی پہچان ہو جاتی ہے، تو وہ اُسے بالکل خاطر میں نہیں لاتے۔ ایک جھوٹا شخص کبھی حقیقی پریشانی میں بھی ہو، تب بھی سُننے والے اُس کی بات پر بالکل یقین و اعتماد نہیں کرتے۔ دروغ گوئی، کذب و افترا، لوگوں میں بے بنیاد باتیں پھیلانے یا افواہوں کا بازار گرم کرنے سے فوائد تو کچھ حاصل نہیں ہوتے۔ ہاں البتہ، یہ عمل خواہ جان بوجھ کر انجام دیا جائے یا اَن جانے میں، کتنے ہی لوگوں کو ایک دوسرے سے بدگمان و بدظن ضرور کر دیتا ہے۔ لڑائی، جھگڑے، دنگے فساد کا باعث بنتا ہے، تو کبھی کبھی خون خرابے کا بھی سبب بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات پورے معاشرے کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیتا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ انسان اپنے منہ سے جو بھی بات نکالتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُسے لفظ بہ لفظ نوٹ کرتے رہتے ہیں اور پھر اُسے اُس کے ان ہی افکار و اعمال کے مطابق قیامت کے دن جزا و سزا دی جائے گی۔

دروغ گوئی کوئی معمولی گناہ نہیں، یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ قرآنِ کریم میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت کی گئی ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے۔ ”لعنت کریں اللہ کی اُن پر جو کہ جھوٹے ہیں۔“ (آلِ عمران: 61) اِسی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی اِس بدترین گناہ کی قباحت وشناعت واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہوسکتے۔“، لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو ایمان کے منافی عمل قرار دیا ہے۔

اللہ کے رسول سے ایک دفعہ پوچھا گیا۔ ”کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ ”ہاں۔“ پھر سوال کیا گیا۔ ”کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے؟“ آپؐ نے فرمایا۔ ”ہاں۔“ پھر عرض کیا گیا۔ ”کیا مسلمان جھوٹا ہوسکتا ہے؟“ آپؐ نے فرمایا۔ ”نہیں (صاحبِ ایمان جھوٹ نہیں بول سکتا)۔“ (موٴطا امام مالک)۔ ایک اور حدیث شریف میں جن چار خصلتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق کی علامت قرار دیا، اُن میں ایک جھوٹ بولنا بھی ہے، لہٰذا جو شخص جھوٹ بولتا ہے، وہ خصلتِ نفاق سے متصّف ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”جس میں چار خصلتیں ہوں گی، وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں اِن خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے، تو اُس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، تا آنکہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (1) جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے، تو خیانت

کرے۔ (2) جب بات کرے، تو جھوٹ بولے۔ (3) جب وعدہ کرے، تو دھوکا دے اور (4) جب لڑائی جھگڑا کرے، تو گالم گلوچ کرے۔"

(صحیح بخاری، حدیث:34)

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ
"جب بندہ جھوٹ بولتا ہے، تو رحمت کے فرشتے اُس سے ایک میل دُور ہو جاتے ہیں اور جب آدمی جھوٹ بولتا ہے، تو اُس سے جو بُو آتی ہے، اُس کی وجہ سے فرشتہ اُس سے ایک میل دُور چلا جاتا ہے۔"

(سنن ترمذی:1972)

اِس حدیثِ مبارکہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جھوٹ کس قدر بُرا اور قبیح فعل ہے، مگر ہم اپنے گردو پیش نظر دوڑائیں، تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ ہمارے یہاں اکثریت دروغ گوئی کو گناہ ہی تصوّر نہیں کرتی۔
سیاست میں تو جھوٹ اِس قدر عام ہے کہ اس کے بغیر سیاست کا دال دلیہ ہی نہیں چل سکتا۔ ہر طرح کے کاروبار میں جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے، لوگوں کو دھڑلّے سے دھوکا دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ہمارا یہ عمومی چال چلن، طرزِ زندگی ہو گا، تو ہمارے معاملات سے برکتیں تو خود بہ خود اُٹھ جائیں گی۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ ہماری دُعائیں قبول نہیں ہوتیں، تو بھلا دعائیں کیسے قبول ہوں؟ جب کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، کاروبار سود کی بنیاد پر، بات بات میں جھوٹ، ایک دوسرے کی چغلیاں، غیبتیں، فراڈ، دھوکہ دہی، گالم گلوچ، بلاوجہ لعن طعن اور طرّہ یہ کہ ان سب گناہوں کی ہماری نظر میں کوئی حیثیت ہی نہیں۔ حالانکہ ایک وقت آئے گا، جب یہی گناہ پہاڑ بن جائیں گے۔
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیثِ مبارکہ میں جھوٹ بولنے کو "بڑی خیانت" قرار دیا ہے اور خیانت تو خود ہی ایک گناہ اور ناپسندیدہ عمل ہے، تو پھر اس کا بڑا ہونا کس قدر گناہ کی بات ہو گی۔
اِسی طرح آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "یہ ایک بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات بیان کرو، جس حوالے سے وہ تمہیں سچّا سمجھتا ہے، حالانکہ تم اُس سے جھوٹ بول رہے ہو۔"

(سنن ابوداؤد، حدیث:4971)

درحقیقت یہ ایک ایسی بیماری ہے، جو پورے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ لوگوں کے درمیان لڑائی، جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔ ناچاقیاں بڑھاتی ہے۔ اور عداوت ودشمنیاں پروان چڑھاتی ہے۔ زیادہ تر اخلاقی اور سماجی برائیوں کی جڑ ''جھوٹ'' ہی ہے، افواہیں اِسی سے جنم لیتی ہیں، غیبت اور چغل خوری کے تانے بانے بھی اِسی سے جڑے ہوئے ہیں، تہمت تراشی اور الزام سازی بھی جھوٹ ہی کی مروّجہ شکل ہے، نفاق جیسی مہلک روحانی بیماری بھی جھوٹ ہی سے پیدا ہوتی ہے، غرض ہماری معاشرتی زندگی کے بیش تر مسائل جھوٹ کی لعنت سے پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا اگر جھوٹ کو معاشرے سے ختم کر دیا جائے، تو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے بہت سے مسائل ازخود ختم ہو جائیں گے۔

سامعات! اب مَیں تقریر کے آخر پر ایک بار پھر تاکیداً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک دو اِرشادات دوبارہ پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف نے دروغ گوئی کو بُت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ یعنی بُتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو۔''

(نور القرآن نمبر 2 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 403، تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ الحج صفحہ 373)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''بُتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو یعنی جھوٹ بھی ایک بُت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔ سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلکد 10 صفحہ 361)

آپؑ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

''مجھے اس وقت نصیحت کی حاجت نہیں کہ تم خون نہ کرو کیونکہ بجز نہایت شریر آدمی کے کون ناحق خون کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ناانصافی پر ضد کرکے سچائی کا خون نہ کرو۔ حق کو قبول کر لو اگرچہ ایک بچہ سے اور اگر مخالف کی طرف حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق چھوڑ کو چھوڑ دو۔ سچ پر ٹھہر جاؤ اور سچی گواہی دو۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ یعنی بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ سے بھی کہ وہ بُت سے کم نہیں۔ جو چیز قبلۂ حق سے تمہارا منہ

پھیرتی ہے وہی تمہاری راہ میں بُت ہے۔ سچی گواہی دو اگرچہ تمہارے باپوں یا بھائیوں یا دوستوں پر ہو۔ چاہیے کہ کوئی عداوت بھی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 550)

آپؑ فرماتے ہیں:

قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ دیکھو! یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے جیسے بت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بجز ملمع سازی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جاوے تو جلدی سے دور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں تب جا کر سچ بولنے کی عادت اُن کو ہو گی۔“

(الحکم جلد 6 نمبر 31 مورخہ 31 اگست 1902ء صفحہ 3)

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”انسان کو اپنی زبان پر کنٹرول ہونا چاہئے۔ یہ زبان پر حکومت ہے۔ نہ یہ کہ جو زبان میں آئے انسان نے بول دیا۔ اس سے پھر جھوٹ سچ ہر بات نکلتی جاتی ہے اور پھر فتنہ اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔ پس ہر وقت یہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہماری زبان ہمیشہ سچائی کے اس معیار پر قائم ہو جو نہ صرف یہ ہے کہ شرک سے محفوظ رکھنے والی ہو بلکہ تقویٰ کے معیاروں کو بھی حاصل کرنے والی ہو۔“

(خطبہ جمعہ 16/ جون 2017ء)

پھر اِسی خطبہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”سب سے اہم بات یا خُلق جو ایک مومن کی بنیادی شرط ہے وہ سچائی پر قائم ہونا ہے اور جھوٹ سے بچنا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31)۔ پس تم بُتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔ پس بتوں کی پرستش اور جھوٹ کو ملا کر

واضح کر دیا کہ اگر تمہارے اندر سچائی نہیں اور سچی بات کہنے کی عادت نہیں تو یہ ایسا ہی بڑا گناہ ہے جیسے بتوں کو پوجنا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک مومن کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر بھی ایمان ہو اور پھر ظاہری یا مخفی بتوں کی پلیدی میں بھی وہ ملوّث ہو۔ پس ایک ایمان کا دعویٰ کرنے والے کو یہ بہت بڑی اور کھلی اور واضح وارننگ ہے کہ اگر مومن ہو تو سچائی کے اعلیٰ معیار بھی اپنانے ہوں گے ورنہ اپنے ایمان کی فکر کرو۔"

(خطبہ جمعہ 16 جون 2017ء)

پھر ایک موقع پر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی حقیقی مومنوں کی یہی نشانی بتائی ہے کہ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان:73) کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ پھر شرک اور جھوٹ کے بارے میں بتایا کہ ان سے بچو۔ اکٹھا کیا شرک اور جھوٹ کو۔ گویا جھوٹ کا گناہ بھی شرک کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو لفظ استعمال کیا ہے وہ جیسا کہ مَیں نے پڑھا "زُور" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی ہیں جھوٹ، غلط بیانی، غلط گواہی، خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہرانا، ایسی مجلسیں یا جگہیں جہاں جھوٹ عام بولا جاتا ہو۔ اسی طرح گانے بجانے اور فضولیات اور غلط بیانیوں کی مجالس یہ ساری زُور کے معنوں میں آتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے مومن بندے وہ ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے۔ جو ایسی جگہوں پر نہیں جاتے جہاں فضولیات اور جھوٹ بولنے والوں کی مجلس جمی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بناتے۔ نہ ہی ایسی جگہوں پر جاتے ہیں جہاں مشرکانہ کام ہو رہے ہوں۔ اور پھر کبھی جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔ پس اگر ہم میں سے ہر ایک اس طرح جھوٹ سے بچے تو ایک ایسی تبدیلی وہ اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے جو حقیقی مومن بناتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 فروری 2016ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پھر ایک بُرائی ہے جھوٹ، کوئی شخص اگر ذرا سی مشکل میں بھی ہو تو اس سے بچنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے لیتا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جھوٹ کو برائی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ جھوٹ ایسی بُرائی ہے جو سب بُرائیوں کی جڑ ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک بُرائی سے چھٹکارہ پانے کی درخواست کرنے والے کو یہی فرمایا تھا کہ اگر ساری برائیاں نہیں چھوڑ سکتے تو ایک برائی چھوڑ دو اور وہ ہے

جھوٹ اور یہ عہد کرو کہ ہمیشہ سچ بولو گے۔ اب بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ صرف اتنا ہے کہ عدالت میں غلط بیان دے دیا۔ اگر چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے تو جھوٹ بول کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی۔ اگر کوئی غیر اخلاقی حرکت کی تو جھوٹ بول دیا۔ یا کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے دی اور بلاوجہ کسی کو مشکل میں مبتلا کر دیا۔ یقیناً یہ سب باتیں جھوٹ ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی غلط بیانیاں کرنا بھی جھوٹ ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مثال دی ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جھوٹ کی تعریف کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا۔ آؤ! مَیں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور اسے دیتا کچھ نہیں تو جھوٹ میں شمار ہو گا۔ یہ جھوٹ کی تعریف ہے۔ اب اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے تو پتہ چلے گا کہ ہم روزانہ کتنی دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ مذاق میں ہم کتنی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو جھوٹ ہوتی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اگر ہم اس بارے میں گہرائی میں جا کر توجہ کریں گے۔ تب ہم اپنے اندر سے اور اپنے بچوں کے اندر سے جھوٹ کی لعنت کو ختم کر سکتے ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد سوم)

(بتعاون: زاہد محمود و مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿24﴾ ﴿مشاہدات۔100﴾

جھوٹ سے اجتناب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ (الحج:31)

ترجمہ: پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

آج میری تقریر کا عنوان ہے "**جھوٹ سے اجتناب**"

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری کتاب قرآن مجید میں 700 سے زائد جو احکام مومنوں کو دیے ہیں ان میں بعض کا تعلق اخلاقِ حسنہ سے ہے اور کچھ کا تعلق اخلاقِ۔ سیئہ سے ہے۔ ہر دو قسم کے اخلاق کا باریک بینی سے مطالعہ کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اخلاقِ حسنہ کا تعلق کسی نہ کسی طرح سچائی سے جا ملتا ہے اور اخلاقِ سیئہ کا تعلق بالآخر جھوٹ، کِذب، زُور، دروغ گوئی اور بہتان وغیرہ سے جا جُڑتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی کو اختیار کرو کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی بالآخر جنت کی طرف لے جاتی ہے اور اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کا باعث بن جاتا ہے جو سیدھا آگ کی طرف لے جاتا ہے اور اللہ کے ہاں کذّاب یعنی جھوٹا کہلاتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 816)

اِس کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی علامت کافی ہے کہ وہ ہر سُنی سُنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 817)

کب تلک جھوٹ سے کرو گے پیار
کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

قرآن کریم نے جھوٹ کو ایک نجاست اور رِجس قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ (الحج:31) دیکھو! یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے۔ جیسا کہ بُت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بجزمُلّمع سازی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اِس میں کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جائے تو جلدی سے دُور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں تب جاکر سچ بولنے کی عادت اُن کو ہوگی۔"

(ملفوظات جلد2 صفحہ266 ایڈیشن1988ء)

پھر جھوٹ کو ایک گھناؤنا فعل قرار دیتے ہوئے فرمایا تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد19 صفحہ28)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ کے مصداق تھے۔ آپؐ قرآنی احکام کے تابع ہمیشہ سچ بولتے اور جھوٹ کبھی نہ بولا۔ غیر بھی اِس کا اعتراف کرتے تھے کہ آپؐ کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے بلکہ مذاق میں بھی جھوٹ کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسلام کا دشمنِ اعظم ابوجہل بھی آپؐ کے متعلق کہہ اُٹھا کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہ بولا۔ ابوسفیان جب ہرقل بادشاہ کے سامنے اسلام لانے سے قبل پیش ہوئے تو ہرقل بادشاہ کے سامنے اِس بات کا اظہار کیا کہ ماضی میں ہم نے کبھی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ سردارانِ مکہ کے سامنے اِس امر کا اعلان فرمایا کہ اگر مَیں یہ کہوں کہ سامنے پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرار ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے۔ کیا تم مان لوگے؟ تمام نے بیک زبان کہا۔ ہاں! کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ حضرت عبد اللہ

بن سلامؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد پر آپؐ کے چہرے کو دیکھ کر بے ساختہ بول اٹھے کہ یہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی کٹھن اور مشکل حالات میں سچ سے کام لیا۔ آپؑ اپنے متعلق ایک واقعہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

”مجھے یاد ہے کہ مَیں نے ایک مرتبہ امرتسر ایک مضمون بھیجا۔ اُس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا۔ رلیارام کے وکیل ہند اخبار کے متعلق تھا۔ میرے اِس خط کو خلافِ قانون ڈاکخانہ قرار دے کر مقدمہ بنایا گیا۔ وکلاء نے بھی کہا کہ اس میں بجز اس کے رہائی نہیں جو اس خط سے انکار کر دیا جاوے۔ گویا جھوٹ کے سوا بچاؤ نہیں مگر مَیں نے اس کو ہرگز پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر سچ بولنے سے سزا ہوتی ہے تو ہونے دو۔ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آخر وہ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ ڈاک خانوں کا افسر بحیثیت مدعی حاضر ہوا۔ مجھ سے جس وقت اُس کے متعلق پوچھا گیا تو مَیں نے صاف طور پر کہا کہ یہ میرا خط ہے مگر مَیں نے اس کو جزوِ مضمون سمجھ کر اس میں رکھا ہے۔ مجسٹریٹ کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو بصیرت دی۔ ڈاکخانوں کے افسر نے بہت زور دیا مگر اُس نے ایک نہ سنی اور مجھے رخصت کر دیا۔ مَیں کیونکر کہوں کہ جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں۔ ایسی باتیں نری بیہودگیاں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سچ کے بغیر گزارہ نہیں۔ مَیں اب تک بھی جب اپنے اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو ایک مزا آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پہلو کو اختیار کیا۔ اُس نے ہماری رعایت رکھی اور ایسی رعایت رکھی جو بطور نشان کے ہو گئی۔ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (الطلاق: 4)“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 636-637)

بھائیو اور بہنو! اب دیکھیں! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بات کو جانتے ہوئے کہ یہ فعل ایسا تھا جس سے سزا ہو سکتی تھی آپؑ نے وکلا کے اصرار کے باوجود سچ سے کام لیا۔ اس بات کا جج کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ جج نے آپؑ کو رہا کر دیا۔ ہم ہیں کہ معمولی عارضی فائدہ کی خاطر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ ہم میں سے بے شمار لوگوں نے مغربی دنیا میں اسائلم لے رکھا ہے۔ بعض ممالک میں اسائلم کے قوانین بہت سخت ہیں۔ ہمارے بعض احمدی دوست اسائلم کیسز میں نہ چاہتے ہوئے بھی معمولی فائدہ کی خاطر جھوٹ کی ملونی

کر دیتے ہیں۔ جس کو ہمارے خلفاء ہمیشہ ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں اور ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بھی متعدد بار احمدیوں کو اپنے کیسز میں سچ بولنے کی تاکید کر چکے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک خاتون اپنے بچے کے ہمراہ دربار رسالتؐ میں حاضر ہوئی۔ غالباً وہ اپنے بچے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب کروانے کے لیے اپنے ساتھ لائی تھی۔ مگر وہ بچہ اپنے بچپن کی وجہ سے اِدھر اُدھر کھیل رہا تھا اور ماں کے بار بار بلانے کے باوجود متوجہ نہیں ہو رہا تھا تو ماں نے لالچ دیتے ہوئے کہا کہ بیٹا! آؤ! میں تمہیں کھجور دوں گی۔ جس پر بچہ ماں کے پاس آکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرنے لگا تو ماں نے بچے کو کھجور دے دی۔ اِس پر سرکار دوعالم محسنِ انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بی بی! اگر تم یہ کھجور بچے کو نہ دیتی تو تمہارا شمار جھوٹوں میں ہوتا۔

ہم میں سے بعض لوگ عدالتوں میں جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ وکلاء جھوٹ کی بنیاد پر اپنے کیسز عدالتوں میں لڑتے ہیں۔ جھوٹی شہادتیں دی جاتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی گواہی لینے کی ممانعت فرمائی ہے جس کی جھوٹی شہادت کا تجربہ ہو چکا ہو (ترمذی کتاب الشھادۃ) اور جھوٹی قسم اٹھانے کو بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے۔ ایک موقع پر جھوٹی قسم کی وضاحت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جھوٹی قسم وہ ہے جس کے ذریعہ انسان کسی مسلمان کا حق مارے۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان)

بانی پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے۔ آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ ایسے کیسز نہ لیتے جن میں جھوٹ کی ایک رمق بھی آپ محسوس کرتے۔

ہماری جماعت میں ایک بزرگ وکیل حضرت مرزا عبد الحق مرحوم کے متعلق بھی مشہور تھا اور وہ خود بھی اس امر کا اظہار کیا کرتے تھے کہ مَیں ایسے کیسز لینے سے پرہیز کرتا ہوں جن میں جھوٹ کی بو آرہی ہو خواہ فریق مجھے بڑی سے بڑی رقم بطور فیس دینے کی آفر بھی کرے۔

پیارے بچو! جھوٹ اس قدر بڑا گناہ ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس سے اِس حد تک متنفر تھے کہ ایک دفعہ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا:

"کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کیا جی حضور! ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپؐ تکیے کا سہارا لیے ہوئے تھے، جوش میں آکر بیٹھ گئے اور

بڑے زور سے فرمایا دیکھو! تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے۔ آپؐ نے اِس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے چاہا کہ حضور خاموش ہو جائیں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 817 حدیث 865)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیادار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مگر مَیں کیوں کر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے کسی ایک میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راستباز کو سزا دے؟ اگر ایسا ہو تو دنیا میں پھر کوئی شخص سچ بولنے کی جرأت نہ کرے اور خدا تعالیٰ پر سے ہی اعتقاد اٹھ جاوے۔ راستباز تو زندہ ہی مر جاویں۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 638 ایڈیشن 1988ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

”انسان کو جھوٹ سے بہت ہی بچنا چاہئے۔ دیکھو کہ نفاق جیسے گندے گناہ اور مرض کا سبب یہی جھوٹ ہے پھر نفاق بھی ایسا کہ جس کی نسبت فرمایا ہے فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (پس وہ رجوع نہ کریں گے) اور جہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق کے علامات بیان فرمائے ہیں وہاں پر فرمایا ہے کہ منافق کے پاس جب امانت رکھو تو خیانت کرے گا اور جب جھگڑتا ہے تو گالی گلوچ دیتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف کرتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور قرآن مجید میں جھوٹ بولنے والوں پر لعنت آئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب دریافت کیا گیا کہ مومن سے فلاں فلاں گناہ ہو سکتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ لیکن جب جھوٹ کی نسبت دریافت کیا گیا تو فرمایا۔ نہیں۔ الغرض کہ جھوٹ بہت بُرا مرض ہے مومن کو اس سے ہمیشہ بہت ہی بچنا چاہئے۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 91-92)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”جھوٹ بولنے والوں کے بچے بھی جھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ مت خیال کرو کہ بچہ سمجھ نہیں سکتا کہ اُس کے سامنے جھوٹ بولا جارہاہے......... بچہ کو دھوکہ دینا بہت مشکل ہے......... بہت نگرانی کرنی چاہئے کہ بچہ جھوٹ نہ بولے۔ اُسے دلیر بنانا چاہئے اور اُسے اچھی طرح سمجھادینا چاہئے کہ اگر وہ صحیح صحیح اپنے قصور کا اعتراف کرلے گا تو اُسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ جب بچہ کو سچ بولنے کی عادت ہو جائے تو اُس کا کیریکٹر ایسا مضبوط ہو جاتا ہے کہ وہ دُنیا میں کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا........ کوشش کرو کہ بچے بڑوں کے ساتھ بھی تعلقات میں جھوٹ سے پرہیز کریں اور خدا تعالیٰ سے تعلق کے سلسلہ میں نماز کے عادی ہو جائیں۔ اگر ان دونوں اُمور کی نگرانی کی جائے تو بہت حد تک اصلاح ہوتی ہے۔“

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 645)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”کسی پر جھوٹ نہیں باندھنا خواہ وہ دہریہ ہو، عیسائی ہو، یہودی ہو، ہندو ہو، پارسی ہو، بدھ مذہب کا ہو، کوئی ہو، لامذہب ہو یا بد مذہب ہو، غرض کوئی ہو تم نے اُس پر جھوٹ نہیں باندھنا، افتراء نہیں کرنا، تہمت نہیں لگانی یہ ساری چیزیں علاوہ اور خرابیوں کے جذبات کو ٹھیس لگانے والی ہیں کوئی بھی ہو اُس کے جذبات کا احترام کرنا ہے۔“

(خطبات ناصر جلد سوم صفحہ 74)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”یہ سچائی ہی ہے جو انسانی زندگی کے کام آتی ہے۔ سچائی سے ہی دُنیا بنتی ہے اور سچائی سے ہی دین بنتا ہے سچائی سے ہی مادی ترقیات نصیب ہوتی ہیں اور سچائی ہی کے ساتھ روحانی ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ جھوٹ کے تو نہ یہاں قدم ٹکتے ہیں۔ نہ وہاں قدم ٹکتے ہیں.... آپ کی دینی ترقی کا راز بھی اِس بات میں ہے کہ آپ سچے احمدی بن جائیں اور سچ کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کریں اور جھوٹی بات کو سننا بھی برداشت نہ کریں۔“

(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 200)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" پھر ایک بُرائی ہے جھوٹ، کوئی شخص اگر ذرا سی مشکل میں بھی ہو تو اس سے بچنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے لیتا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جھوٹ کو برائی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ جھوٹ ایسی بُرائی ہے جو سب بُرائیوں کی جڑ ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک بُرائی سے چھٹکارہ پانے کی درخواست کرنے والے کو یہی فرمایا تھا کہ اگر ساری برائیاں نہیں چھوڑ سکتے تو ایک برائی چھوڑ دو اور وہ ہے جھوٹ اور یہ عہد کرو کہ ہمیشہ سچ بولو گے۔ اب بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ صرف اتنا ہے کہ عدالت میں غلط بیان دے دیا۔ اگر چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے تو جھوٹ بول کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی۔ اگر کوئی غیر اخلاقی حرکت کی تو جھوٹ بول دیا۔ یا کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے دی اور بلاوجہ کسی کو مشکل میں مبتلا کر دیا۔ یقیناً یہ سب باتیں جھوٹے ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی غلط بیانیاں کرنا بھی جھوٹ ہے۔

﴾25﴿ ﴾مشاہدات۔958﴿

اسلام کا ایک بنیادی وصف۔ سچائی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا (الاحزاب:71)

صاف اور سیدھی بات کیا کرو۔

وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ (الحج:31)

کہ جھوٹ سے بچو۔

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رُسوا ہوگا

پیارے بچو! مجھے آپ بچوں سے خُلقِ حسنہ۔ سچائی اور خُلقِ سئیہ۔ جھوٹ پر گفتگو کرنی ہے۔

اطفال و ناصرات کے لیے "جھوٹ سے اجتناب" کے عنوان سے مشاہدات کے 100 نمبر پر تقریر تیار ہو چکی ہے۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 21/ ستمبر 2025ء کو مجلس اطفال احمدیہ برطانیہ اور مجلس خدام احمدیہ برطانیہ کے مشترکہ سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اچھے اخلاق اپنانے کی تلقین فرمائی۔ اس میں جھوٹ سے بچنے اور سچائی اپنانے کی نصیحت بھی شامل تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ "قرآن کریم ہمیں ایک اور بنیادی وصف سچائی کی تعلیم دیتا ہے۔ ہر صورتحال میں سچائی پر قائم رہنا چاہیے۔ چاہے حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں۔ ہر احمدی، چاہے نوجوان ہو یا بوڑھا، کاروبار، مالی معاملات اور دیگر امور میں اعلیٰ ترین معیار کی سچائی اور ایمانداری قائم رکھے۔ مکمل دیانتداری ہر احمدی کی پہچان ہونی چاہیے تاکہ ہماری جماعت دنیا کو منوّر کر سکے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے اور اس کی عبادت کی طرف رہنمائی کر سکے۔"

حضور نے اس نصیحت کے بعد بعض بُرائیوں جیسی غیبت، امانتوں میں خیانت اور فساد وغیرہ سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ اِن تمام بُرائیوں کا کسی نہ کسی طرح تعلق جھوٹ سے جاملتا ہے۔ حضور نے بچوں کو سمجھانے کے لیے ایک واقعہ بھی بیان فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ حاضر ہوئی۔ وہ چاہتی تھی کہ اُس کا بچہ حضور صلی للہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھے مگر وہ کھیل کود میں مصروف تھا تو ماں نے بچے کو لالچ دیتے ہوئے کہا کہ مَیں تمہیں کچھ دوں گی۔ حضور صلی للہ علیہ وسلم نے خاتون سے پوچھا تم نے کچھ دیا بچے کو۔ تو ماں نے جواب دیا کہ ہاں یارسول اللہ! کھجور دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کچھ نہ دیتی تو تمہارا شمار جھوٹوں میں ہوتا۔

پیارے بچو! پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب کے آخر پر سچائی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے دوبارہ فرمایا کہ

”آج آپ یہاں سے روانہ ہوں تو اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا آپ اُن خدام و اطفال میں شامل ہوں گے جو واقعی اپنی اصلاح چاہتے ہیں اور دنیا کو اللہ کی طرف، اللہ تعالیٰ کی عبادت، امن اور سچائی کی طرف رہنمائی کرنا چاہتے ہیں۔“

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر سچ بولنے، سچی گواہی دینے اور جھوٹ سے بچنے، جھوٹی گواہی سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے سچائی کے لیے قولِ سَدِید اور جھوٹ کے لیے قول الزُّورِ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچائی کے ذکر کے ساتھ سچی گواہی دینے اور جھوٹ سے بچنے کی نصیحت کے ساتھ جھوٹی گواہی نہ دینے کی تلقین فرمائی ہے۔ نیز لغویات جس میں جھوٹ شامل ہے، سے پرہیز کرنے کے ذکر کے علاوہ مؤمنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے وَ الصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ آج کل عدالتوں میں مقدمہ بازی کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے اور جھوٹی گواہی دلائی جاتی ہے۔ اِسی طرح بیرون ملک اسائلم لینے کے لیے بھی جھوٹی کہانیاں گھڑی جاتی ہیں جو مناسب نہیں۔ اللہ پر توکّل کر کے ایسے مواقع پر سچ بولنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے فضل کر کے تمام کام سیدھے کر دیتا ہے۔ ہمارے خلفاء بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیسیوں دفعہ اس حوالہ سے سچ بولنے کی تلقین فرمائی ہے۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں بہت دفعہ جھوٹ نہ بولنے کی نصیحت فرمائی ہے اور جھوٹ بولنے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ جو جہنّم کی طرف لے جاتا ہے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو بعض نصائح فرما رہے تھے۔ فرمایا کیا مَیں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کی۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلاَ با لزُّورِ۔ اَلاَ با لزُّور۔ اَلاَ بالزُّورِ۔ سنو سنو! وہ جھوٹ ہے جس سے بچ کر زندگی بسر کرنی چاہیے۔

مَیں اپنے بھائیوں کو ایک نصیحت آموز سچا واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔ حضرت عبد القادر جیلانیؒ اسلام کے ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی اُمّی نے ایک سفر پر بھجواتے ہوئے آپ کی قمیض میں 40 دینار رکھ کر سِی دیئے اور نصیحت کی کہ بیٹا! اگر کوئی پوچھے تو بتا دینا۔ جھوٹ نہ بولنا۔ سفر میں ڈاکو آ گئے آپ نے اُن کو بتا دیا کہ میری قمیض میں 40 دینار ہیں۔ ڈاکو کا سردار آپ کی اِس بات سے اِس قدر متاثر ہوا کہ ایک چھوٹا سا بچہ اپنی اُمّی کی بات پر عمل کر کے جھوٹ نہیں بول رہا اور ہم اللہ کی باتوں کو نہ مان کر بُرے کام کر رہے ہیں۔ اُن ڈاکوؤں نے توبہ کی اور چوری وغیرہ چھوڑ دی۔

بس پیارے بھائیو! ہمیں بھی جھوٹ چھوڑ کر سچائی کو اپنانا چاہیے۔ اللہ ہمیں اِس کی توفیق دے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے دوسری صدی میں داخلے کے وقت پانچ اخلاق اپنانے کی تلقین فرمائی تھی۔ اِن پانچ میں سے پہلے نمبر پر سچائی تھی اور دوسرے نمبر پر نرم اور پاک زبان تھا۔ جس میں بھی سچائی آ جاتی ہے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”سچ کے بغیر کسی اعلیٰ منصوبے کی تعمیر ممکن نہیں۔ اس لیے جماعتِ احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولادوں کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے“

(خطبہ جمعہ 24/ نومبر 1989ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”یقیناً یاد رکھو! جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیادار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مگر مَیں کیوں کر اس کو باور کروں۔ مجھ پر 7 مقدمے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے کسی میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی“ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 238)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’ہم احمدی جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عاشقِ صادق کی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم نے یہ سچائی کا پیغام دنیا کو پہنچانا ہے۔ لیکن کس طرح؟ پہلے تو ہمیں اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا ہو گا‘‘

(خطبہ جمعہ 9/ستمبر 2011ء)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جن کے کردار سے آتی ہے صداقت کی مہک
اُن کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

(کمپوزڈ: مسز زکیہ فردوس کومل۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿26﴾ ﴿مشاہدات۔952﴾

نازک ترین معاملہ زبان سے ہے

(مسیح موعودؑ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ:84)

کہ تم لوگوں سے نرمی سے بات کیا کرو۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کے لعلِ بے بہا کے سامنے

پیارے بچو! آج مجھے آپ پیارے بچو سے زبان کی حفاظت کے حوالے سے بات کرنی ہے۔

مَیں نے آج آپ احمدی بچوں اور بچیوں کے لیے تقریر کا عنوان اپنے پیارے بانی جماعت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام کے منثور کلام سے ایک چھوٹا سا پیارا جُملہ لیا ہے جو یہ ہے کہ ”نازک ترین معاملہ زُبان سے ہے“۔ اللہ تعالیٰ نے ہم بچوں اور بچیوں کو پورے درست اور صحیح سالم اعضاء دیئے ہیں۔ جن میں ہاتھ پاؤں، آنکھیں، ناک، دماغ اور زبان وغیرہ شامل ہیں۔ اِن اعضاء میں ہر عضو کا اپنا اپنا کام ہے اور جب یہ تمام اعضاء مِل کر اپنا کام کرتے ہیں تو ہمارے جسم کی مشینری پوری طرح عمل میں اپنے آپ کو لا کر ہمیں چلنے پھرنے اور کام کرنے اور سوچ وبچار کر کے درست فیصلے کرنے کی طرف لے جاتی ہے اور ہم سب کے مل کر کام کرنے سے معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ اِن اعضاء میں سے ایک عضو زبان ہے جو باقی اعضاء پر کئی لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں ہر ایک کو قریباً زبان سے نوازا ہے۔ جیسے انسانوں کو، حیوانوں کو، چرند پرند اور حشرات الارض کو زبان دی ہے جس کے باقی کئی کاموں کے ایک مشترکہ کام اپنی غذا کا ذائقہ محسوس کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم بچوں کو

اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوسری مخلوق کی طرح زبان یعنی Tongue دی ہے۔ لیکن اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے ایسی زبان بھی ہے جسے ہم عربی میں لِسَانٌ کہہ سکتے ہیں۔ جس سے ہم اپنے جی اور مرضی کی بات کو اپنے ساتھیوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ اُنہیں اپنی بات اور اپنا مافی الضمیر سمجھا سکتے ہیں جبکہ دیگر مخلوق جیسے جانور، چرند پرند اپنی بات کو زبان رکھنے کے باوجود دوسروں کو سمجھانے سے قاصر ہیں۔ ہم انسان اِسی زبان سے اپنے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اُس کی تسبیح و تحمید اور تذکیر کرتے، شکر ادا کرتے اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی پڑھتے ہیں۔

پیارے بچو! اِس زبان سے جہاں ہم اپنے خالق یعنی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا شکر بجالا کر اس کی تسبیحات اور اُس کے گُن گاتے ہیں۔ وہاں اِسے اچھے طریق پر، اچھے ماحول میں اللہ کی دیگر مخلوق کے لیے استعمال کرنے کا حکم ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی تعریف کرتے وقت زبان کے درست استعمال کا ذکر یوں فرمایا کہ

”حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے ماحول میں بسنے والے لوگ محفوظ ہوں“

(سنن نسائی کتاب الایمان)

پھر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

”اپنی زبان کو روک کر رکھو... اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر خدا کے حضور رویا کرو“

(ترمذی ابواب الزھد)

پیارے بھائیو! اب دیکھو اس چھوٹی سی نصیحت میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک تو زبان کو روکو اور کوئی فضول بات نہ کرو اور دوسرا اپنے اللہ کے حضور کثرت سے رویا کرو اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگا کرو۔ اِس رونے کے فعل میں بھی زبان استعمال میں آتی ہے۔ اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ انسان کی زندگی میں نازک ترین معاملہ زبان ہے۔ زبان سے جہاں بہت سی نیکیاں جُڑی ہیں۔ وہاں بہت سی کمزوریوں، بُرائیوں اور بدیوں کا تعلق زبان سے ہے۔ جیسے جھوٹ جو تمام بُرائیوں کی جڑ ہے، غیبت، چغلی، طنز و تشنیع، گالی گلوچ، لغو باتیں، نازیبا الفاظ، تلخ اور سخت زبان اور بُرا بھلا کہنا وغیرہ اِس میں شامل ہے۔

پیارے بھائیو! بعض باتیں بزرگوں کے مونہوں سے نکلتی یا قلم سے الفاظ صفحہ ہستی پر آتی ہوں وہ ہم پر بہت گہرے اثرات چھوڑتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمان کہ

"زبان وجود (یعنی انسانی جسم) کی ڈیوڑھی (اندر آنے کا رستہ) ہے اور زبان کو پاک کرنے سے گویا خدا تعالیٰ وجود کی ڈیوڑھی میں آجاتا ہے"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 245)

کیا ہی اچھے طریق پر زبان کی حفاظت کرنے اور اُسے بُرائیوں سے بچائے رکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس طرح ہم اپنے گھروں کی بیرون گزر گاہ کو صاف ستھرا رکھتے ہیں۔ تا مہمان جب گھر میں آئیں تو اُنہیں خوشی محسوس ہو۔ اِسی طرح ہم اگر اپنے جسم میں اندر آنے کے رستہ میں موجود زبان کو صاف رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ مہمان بن کر ہمارے جسموں میں حلول کرے گا۔ جس کے اندر اللہ تعالیٰ آجائے تو اس سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہو گا۔

پیارے بچو! جب ہمارے گھروں میں کوئی پیدا ہوتا ہے تو ہمارے بزرگ اُس نو مولود کو گُڑتی دیتے ہیں یعنی پہلی غذا دی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی جب جماعت بنائی یعنی جماعت احمدیہ پیدا ہوئی تو 10 شرائط بیعت کی صورت میں آپ بانیٔ جماعت نے گُڑتی دی اور آج ہر نو مبائع کو جماعت میں آنے کی صورت میں یہ گُڑتی دی جاتی ہے۔ اس گُڑتی میں سے چوتھی شرط کا تعلق آج کی تقریر کے موضوع سے ہے۔ جو یہ ہے

"یہ کہ خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے"

پس **میرے پیارے بھائیو!** ہم ابھی بچے ہیں، نوجوان اور جوان ہوں گے۔ ہمیں اپنی زبانوں کی ابھی سے حفاظت کرنی ہو گی۔ نازیبا اور ناپاک زبان کے نہ ہم متحمّل ہو سکتے ہیں، نہ ہمارا معاشرہ متحمّل ہو سکتا ہے اور نہ ہی ہماری جماعت۔ مَیں اپنی تقریر کے آخر پر آپ بچوں اور بچیوں کو حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک خطبہ جمعہ کی طرف لے کر جانا چاہوں گا۔ جسے پانچ بنیادی اخلاق کا عنوان دیا گیا ہے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ خطبہ جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کے آغاز پر یہ فرما کر دیا تھا کہ اِن پانچ

بنیادی افعال کے ساتھ ہم دوسری صدی میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ان میں دوسرا خُلق نرم اور پاک زبان کا استعمال ہے۔ ہم آج اِسے بھی اپنی تقریر کا عنوان دے سکتے ہیں۔ حضور رحمہ اللہ نے گو اِس خطبہ میں تمام افراد جماعت کو مخاطب فرمایا تھا لیکن نوجوان طبقہ بالخصوص مخاطب تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا۔

”تربیت کا دوسرا پہلو نرم اور پاک زبان کا استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا ادب کرنا ہے۔ یہ بھی بظاہر چھوٹی سی بات ہے۔ ابتدائی چیز ہے لیکن جہاں تک مَیں نے جائزہ لیا ہے وہ سارے جھگڑے جو جماعت کے اندر نجی طور پر پیدا ہوتے ہیں یا ایک دوسرے سے تعلقات میں پیدا ہوتے ہیں اُن میں جھوٹ کے بعد سب سے بُرا دخل اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کو نرم خوئی کے ساتھ کلام کرنا نہیں آتا۔ اِن کی زبان میں درشتگی پائی جاتی ہے۔ اُن کی باتوں اور طرز میں تکلیف دینے کا ایک رُجحان پایا جاتا ہے۔“

(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 462-463)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”نرمی کی عادت ڈالنا تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ ورنہ اگر تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر درشتی کرتے ہو تو تم بھی اپنے آپ کو اس بات کا حق دار بناتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم پر بھی درشتی کرے“

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 436)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”زبان ایک ایسی چیز ہے جس کا اچھا استعمال سب کو آپ کا گرویدہ بنا سکتا ہے اور اِس کا غلط استعمال دوست کو بھی دشمن بنا سکتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 20/ اگست 2004ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بُقعۃُ النور عمران۔ جرمنی)

✿✿✿✿

﴿27﴾ ﴿مشاہدات۔295﴾

اچھی بات کہو یا خاموش رہو

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ:84)

کہ لوگوں سے عمدہ اور اچھی بات کہو۔

الٰہی مجھے سیدھا رستہ دکھا دے
مِری زندگی پاک و طیّب بنا دے
مجھ دین و دنیا کی خُوبی عطا کر
ہر اک درد اور دُکھ سے مجھ کو شفا دے
زباں پر مِری جھوٹ آئے نہ ہرگز
کچھ ایسا سبق راستی کا پڑھا دے
گناہوں سے نفرت، بدی سے عداوت
ہمیشہ رہیں دِل میں اچھے اِرادے

پیاری بہنو! مجھے آج آپ کے سامنے اسلام کے ایک اہم خُلق "**اچھی بات کہو یا خاموش رہو**" پر اظہارِ خیال کرنا ہے۔اِس مضمون کو ہم "**پہلے تولو پھر بولو**" کا عنوان بھی دے سکتے ہیں۔

معروف صوفی شاعر مولانا جلال الدین رومی المعروف مولانا روم فرمایا کرتے تھے کہ ہر آدمی کو کچھ کہنے سے قبل اپنے مافی الضمیر کو تین دروازوں سے گزارنا چاہیئے۔ پہلا دروازہ سچ کا دروازہ ہے جو بولنے لگے ہو وہ سچ بھی ہے یا نہیں۔ دوسرا دروازہ اہمیّت کا دروازہ ہے۔ یعنی جو کہنے جا رہے ہو وہ اہم بات ہے یا نہیں۔ کہیں

اَول فَول تو نہیں۔ تیسرا دروازہ اور آخری دروازہ مہربانی کا دروازہ ہے۔ جو کلام آپ سے متوقع ہے وہ نرم الفاظ پر مشتمل ہے اور لہجہ بھی نرم ہے یا نہیں۔

گویا کہ زبان پر الفاظ آنے سے قبل انسان کے دماغ اور دل کا بھی عمل دخل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ زبان، انسان کو پیدائش کے ساتھ ہی عطا کر دیتا ہے۔ لیکن بچہ جب توتلی زبان میں بولنے کے قابل ہوتا ہے تو اس کی حفاظت اور اُس کو کنٹرول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ دودھیا دانت (Milk teeth) عطا کرتا ہے اور بچہ پھر جب سچ اور جھوٹ، نیکی اور بدی، اور اچھائی و برائی میں ذرا تمیز کرنے لگتا ہے تو اس کے اصل دانت آنے لگتے ہیں جو زبان کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ الفاظ چابیوں کی مانند ہوتے ہیں۔ ان کا صحیح چناؤ کئی دلوں کو کھول دیتا ہے۔ اور کئی زبانوں کو بند کر دیتا ہے۔

پیاری بہنو! اللہ تعالیٰ والدین اور عزیز و اقارب سے حسنِ سلوک کے تعلق میں فرماتا ہے: وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا (البقرہ: 84) کہ لوگوں سے عمدہ اور اچھی بات کہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: البلاءُ مُوَکَّلٌ بالمَنْطِقِ کہ بلا اور مصیبت بغیر سوچے سمجھے کہی بات پر موقوف ہے اور ایک حدیث میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نجات اور بچاؤ کی بہترین راہ اپنی زُبان کو روک کر رکھنا ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 454)۔ لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اپنی زُبان کو دو انگلیوں سے پکڑ کر اپنے صحابہ کو توجہ دلائی کہ اِسے اپنے کنٹرول میں رکھا کرو۔

سامعات! اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا کہ قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّ مَغۡفِرَۃٌ خَیۡرٌ مِّنۡ صَدَقَۃٍ یَّتۡبَعُہَاۤ اَذًی (البقرہ:264) اچھی بات کہنا اور قصور معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے ایسے صدقہ سے کہ کوئی ایذا رسانی اُس کے پیچھے آ رہی ہو۔ اس آیت میں کمال حکمت سے جہاں اچھی بات کو صدقہ قرار دیا وہاں بُری بات کو ایذا رسانی قرار دیا جو صدقہ کے ثواب کو ختم کر دیتی ہے۔ اسی لئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ (بخاری) کہ اچھی بات (اچھے الفاظ) صدقہ ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حکمت کی بات کو مومن کی گمشدہ شیئے قرار دیا ہے اسے وہ جہاں سے بھی ملے، لے لیا جائے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے خوش نصیب قرار دیا جس کی زُبان اُس کے کنٹرول میں ہے اور ایک اور جگہ پر آپؐ نے خاموش رہنے اور بے ضرورت بات نہ کرنے کو ایسی آسان عبادت قرار دیا ہے جو بجالانے کے اعتبار سے بڑی ہلکی ہے (حدیقۃ الصالحین صفحہ 454-455)

پیاری بہنو! زُبان (جس سے اچھی بات کہی جاتی ہے) کا تعلق ایمانیات سے بھی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ کہ مسلمان وہ ہے جس کی زُبان اور ہاتھ سے اُس کے ساتھی مسلمان محفوظ رہیں۔ مسلمان کی اِس تعریف میں زُبان کو ہاتھ پر فوقیت دے کر مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو اور اِس کے مقابل پر زُبان سے تعلق رکھنے والی بُرائیوں اور بدیوں کا نام لے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اِن بدیوں کے حامل مؤمن نہیں ہوسکتے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 819) اور فرمایا۔ چغلخور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

مختلف کتب میں کسی کی شخصیّت کو جانچنے کے مختلف طریق درج ہیں جیسے کسی نے کہا کہ اگر کسی انسان کا بڑا پن دیکھنا ہو تو ڈائیننگ ٹیبل پر اُسے پرکھو۔ اسی طرح لکھا ہے کہ انسان کی شخصیّت اس کے بول سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ اس لئے انسان کو کچھ بولنے سے قبل سوچنا چاہئے۔ اسی لئے کہتے ہیں پہلے سوچو پھر بولو۔ بلکہ صُوفیاء کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی تین خوبیاں نمایاں ہوتی ہیں۔ وہ کم کھاتے ہیں، وہ کم سوتے ہیں اور وہ کم بولتے ہیں۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ بزرگ اچھے سمجھے جاتے تھے جو بولتے کم تھے اور سنتے زیادہ تھے۔ اللہ تعالی نے ہر انسان کو ایک زُبان اور دو کانوں سے نوازرکھا ہے مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ وہ بولتا زیادہ ہے اور سنتا کم ہے۔ اچھی بات کہنا تو عمدہ اور نیکی کی بات ہے ہی۔ خاموش رہنا بھی انسان کی ایک اچھی خوبی ہے اور اِس کا بھی ثواب ملتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد آپ بہنو کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ فرمایا کہ انسان بعض اَوقات بے خیالی میں اللہ تعالی کی خوشنودی کی کوئی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالی اُس کے بے انتہا درجات بلند کر دیتا ہے اور بعض اوقات وہی انسان لاپرواہی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی کوئی بات کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جاگرتا ہے۔ انسان کو ہمیشہ نیکی اور بھلائی کی بات منہ سے نکالنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہر وقت رہنمائی اور ہدایت کی توفیق مانگتے رہنا چاہیے۔

پیاری بہنو! انٹر نیشنل نصاب وقفِ نو پارٹ ٹو کے صفحہ 114 پر قرآن کریم کی آیت وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ:84) کے تحت بعض بولنے کے آداب درج ہیں۔ جو ہم سب بچوں کے لئے یکساں طور پر سانجھے ہیں اور وہ یہ ہیں:

- دورانِ گفتگو انسان سچ پر قائم ہو اور Straightforward ہو۔
- گفتگو کو بڑھا چڑھا کر بیان نہ کرے۔
- غیر معیاری گفتگو سے بچے۔
- گفتگو سچائی پر مبنی ہو۔ حدیث میں ہے نیکی صدقہ ہے جو آگ سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے۔
- چغلی اور غیبت سے بچے۔
- کسی کو دِل دکھانے والی بات نہ کہے۔
- بات کرتے وقت غصّہ میں نہ ہو۔
- سنی سنائی بات (hearsay) کو آگے بیان نہ کرے۔
- بولنے سے پہلے سوچے۔
- صاف ستھری اور نیکی کی بات جنت کا وارث بنا دیتی ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ہر کلام اور بات کو اسلامی اصولوں کے مطابق کرنے اور بنانے کی توفیق دے۔ آمین

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہر گز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں
اور اُن کی نگاہ رہے نیچی

﴿28﴾ ﴿مشاہدات۔954﴾

فضول چیزوں سے اجتناب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان:73)

جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

پیارے بچو! مجھے آج ایک ایسی لغو عادت سے بچے رہنے کی طرف آپ بچوں کو توجہ دلانی ہے جس کا بظاہر آپ بچوں سے تعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن آج کی دنیا ذرائع آمد ورفت اور ذرائع ابلاغ میں اِس حد تک ترقی کر گئی ہے کہ دنیا گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ مشرق کی بدیاں اور بُرائیاں، مغربی معاشرہ میں پھیلتی نظر آتی ہیں اور مغرب کی بُرائیاں بڑی تیزی سے مشرقی معاشرہ میں راہ پاتی دکھلائی دیتی ہیں گویا کہ مشرق و مغرب کی معاشرتی بُرائیاں تمام دنیا میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ اِن میں سے ایک نشہ آور اشیاء ہیں جن میں نوجوان طبقہ میں بالخصوص سگریٹ نوشی اور شیشہ وغیرہ بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ حُقّہ کی جگہ پائپ (Vape) نے لے لی ہے۔ اب تو الیکٹرک پائپ اور ای سگریٹ بھی بطور فیشن نوجوان طبقہ اور ٹین ایجرز کی زندگیوں کا حصّہ بنتا جا رہا ہے جو بہت نقصان دہ ہے۔ گو مغربی معاشرہ میں بچوں میں شراب نوشی بھی ہے جس سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے ویسے تو تمام نشے ذہن اور عقل کو سکون بہم پہنچاتے ہیں جس میں چائے اور کافی کا کثرت سے استعمال بھی شامل ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

کہ ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے جو خمار پیدا کرتی ہے۔

ہمارے احمدی بچوں اور نوجوانوں کو ہر اُس چیز سے پرہیز اور اجتناب چاہیے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر بیان ہونے والے الفاظ کے زُمرہ میں آتی ہے اس لئے دنیا بھر میں سگریٹ یا اس ملتی جلتی نشہ پیدا کرنے والی اشیاء کی ڈبیہ پر محکمہ صحت کی طرف سے یہ الفاظ لکھے ہوتے ہیں کہ یہ انسانی صحت کے لئے مضرّ ہے بلکہ پاکستان میں ٹی وی پر ہر نشہ آور چیز کے اشتہارات جب آتے ہیں تو ساتھ ہی سکرین پر مضرّ صحت کے الفاظ نمایاں ہو جاتے ہیں۔ ڈراموں میں جب اداکار یا اداکارائیں سگریٹ نوشی کرتی دکھائی دیتی ہیں تو سکرین پر مضرّ صحت کا سٹکر چلنے لگتا ہے۔ مَیں نے یورپ میں دیکھا ہے کہ پبلک جگہوں پر سگریٹ نوشی ممنوع ہے حتّٰی کہ چین سموکرز کو جب سگریٹ کا نشہ تنگ کرنے لگتا ہے تو گھروں سے باہر کوریڈورز یا لان میں نکل کر سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ گاڑی چلاتے وقت کھڑکی وغیرہ کھول دیتے ہیں کیونکہ دھواں مضرّات میں شامل ہے۔ ممکن ہے کہ سگریٹ پینے والا ٹی بی کا مریض ہو تو اُس کے جراثیم قریب بیٹھے دوستوں اور عزیزوں کو متاثر نہ کریں۔ یہ تمام احتیاطی تدابیر ہمیں بتا رہی ہیں کہ سگریٹ نوشی صحت کے لئے مضرّ ہے۔ ہم جب چھوٹے تھے ہم دیکھتے تھے کہ ربوہ میں سگریٹ صرف ریلوے اسٹیشن پر ملا کرتے تھے اور سگریٹ کا نشہ رکھنے والے دوست وہاں جا کر اپنا نشہ پورا کرتے تھے۔

پیارے بچو! ہم اِسے لغویات میں شمار کر سکتے ہیں۔ جن سے پرہیز اور بچنے کا قرآن میں حکم ہے۔ لغویات سے متعلق اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ عبادالرحمن لغویات سے پرہیز کرتے ہیں (المومنون:4) اور پھر سورۃ الفرقان آیت 73 جس کی تلاوت تقریر کے آغاز پر مَیں نے کی ہے میں فرمایا کہ جب مؤمن لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”سگریٹ نوشی اور یہ چیزیں جو ہیں عموماً ایسی بُری عادتیں ہیں جن کو چھوڑنا بہتر ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ یہ فرمایا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ تمباکو وغیرہ ہوتا تو یقیناً آپؐ منع فرماتے۔“

(خطبہ جمعہ 25 مئی 2012ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ

(ترمذی کتاب الزھد)

یعنی جو چیز ضروری نہ ہو اُسے چھوڑ دینا ہی اسلام کے حسن میں شامل ہے۔

پس پیارے بچوں یہاں صحبت کا ذکر ہے کہ اگر آپ کا اٹھنا بیٹھنا ایسے لوگوں سے ہے جو سگریٹ نوشی کرتے ہیں تو آپ کو سگریٹ نوشی کی عادت پڑ جائے گی۔ سگریٹ پینے والے کے کپڑے سگریٹ کے سلگاؤ سے جلے ہوتے ہیں اور یہ آگ آپ کو بھی نقصان دے سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”رہائی یافتہ مؤمن وہ ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 3 صفحہ 359)

پیارے بھائیو! تمباکو نوشی کے نقصانات میں سے وقت کا ضیاع بھی ہے جو قومی ترقی میں حائل ہوتا ہے۔ سگریٹ نوشی سے منہ سے بدبو آتی ہے جو خدا کی مخلوق فرشتوں کو اچھی نہیں لگتی اور فرشتے بو کے قریب نہیں آتے۔ طبی لحاظ سے قوّتِ ارادی کمزور ہوتی ہے۔ اخلاقی اور دینی نقصان ہوتا ہے۔ دھواں جب انسان کے جسم میں جاتا ہے تو نقصان دہ ہوتا ہے۔ پُرانے وقتوں میں دیہاتوں میں جب چولہے جلا کرتے تھے تو ہم اس کے دھواں سے بچ کر اس کے قریب سے گزرتے تھے یا تو ناک کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے یا ویسے ہاتھ رکھ لیتے تھے اگر چولہے کے دھواں سے بچنے کے لیے ہم اتنی تگ و دو کرتے تھے تو سگریٹ یا تمباکو کے دھوئیں سے بچنے کے لیے ہمیں کسی حد تک سعی کرنی چاہیے پھر ایک بڑا نقصان تو اقتصادی لحاظ سے ہے، مالی لحاظ سے نقصان ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ آپ سگریٹ نوشی نہیں آپ اپنے پیسے کو آگ لگا کر پی رہے ہیں۔

پیارے بھائیو! حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

”الغرض تمباکو کا استعمال ہر جہت سے ضرر رساں اور نقصان دہ ہے اور جس طرح حقّہ اور سگریٹ وغیرہ کی صورت میں تمباکو ایک ظاہری دھواں پیدا کرتا ہے اِسی طرح تمباکو اور زردہ کا استعمال افراد و اقوام کے

دین اور اخلاق اور صحت اور اموال کو بھی گویا دھواں بنا کر اُڑاتا جا رہا ہے مگر کوئی اس دھواں کو دیکھتا نہیں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام حقّہ نوشی کے متعلق فرماتے ہیں:

"اس کا ترک اچھا ہے یہ ایک بدعت ہے کہ پینے سے منہ سے بو آتی ہے۔"

(الحکم 3/ستمبر 1901ء)

پھر فرمایا کہ

"تمباکو کو ہم مُسکرات میں داخل کرتے ہیں لیکن یہ ایک لغو فعل ہے اور مومن کی شان ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون:4)"

پیارے بچو! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر پیارے امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ گو یہ ارشاد کچھ لمبا ہے لیکن ضروری معلوم ہوتو ہے کہ اِسے پڑھا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:

"آجکل کی لغویات میں سے ایک چیز سگریٹ وغیرہ بھی ہیں جیسا کہ مختصر سا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ نوجوانوں میں اس کی عادت پڑتی ہے اور پھر تمام زندگی یہ جان نہیں چھوڑتی سوائے ان کے جن کی قوّتِ ارادی مضبوط ہو اور پھر سگریٹ کی وجہ سے بعض لوگوں کو اَور نشّوں کی عادت بھی پڑ جاتی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے امریکہ سے تمباکو نوشی سے متعلق اس کے بہت سے مجرّب نقصان ظاہر کرتے ہوئے اشتہار دیا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اشتہار سنایا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ:

"اصل میں ہم اس لئے اسے سنتے ہیں کہ اکثر نو عمر لڑکے، نوجوان تعلیم یافتہ بطور فیشن ہی کے اس بلا میں گرفتار و مبتلا ہو جاتے ہیں تا وہ ان باتوں کو سن کر اس مضرّ چیز کے نقصانات سے بچیں"۔ یعنی جو لوگ مبتلا ہوتے ہیں وہ یہ باتیں سنیں تو اس کے نقصانات سے بچیں۔ فرمایا: "اصل میں تمباکو ایک دھواں ہوتا ہے جو اندرونی اعضاء کے واسطے مضرّ ہے۔ اسلام لغو کاموں سے منع کرتا ہے اور اس میں نقصان ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے پرہیز ہی اچھا ہے"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 110 الحکم 28 فروری 1903)

تو وہ لوگ جو اس لغو عادت میں مبتلا ہیں کوشش کریں کہ اس سے جان چھڑائیں اور والدین خاص طور پر بچوں پر نظر رکھیں کیونکہ آجکل بچوں کو نشوں کی باقاعدہ پلاننگ کے ذریعے عادت بھی ڈالی جاتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ یہ ہو جاتا ہے کہ بیچارے بچوں کے بُرے حال ہو جاتے ہیں۔ آپ یہاں بھی دیکھیں کس قدر لوگ ان نشوں کی وجہ سے اپنی زندگیاں برباد کر رہے ہیں۔ ایک بہت بڑی تعداد ان ملکوں میں جن میں آپ رہ رہے ہیں، آپ دیکھیں گے سگریٹ پینے کی وجہ سے حشیش یا دوسرے نشوں میں مبتلا ہو گئی اور اپنے کاموں سے بھی گئے، اپنی ملازمتوں سے بھی گئے، اپنی نوکریوں سے بھی گئے، اپنے کاروباروں سے بھی گئے، اپنے گھروں سے بھی بے گھر ہوئے اور زندگیاں برباد ہوئیں۔ بیوی بچوں کو بھی مشکل میں ڈالا۔ خود پارکوں، فٹ پاتھوں یا پُلیوں کے نیچے زندگیاں گزار رہے ہیں۔ گندے غلیظ حالت میں ہوتے ہیں۔ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا رہے ہوتے ہیں۔ ڈسٹ بنوں (Dust Bins) سے گلی سڑی چیزیں چُن چُن کے کھا رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب اس لغو عادت کی وجہ سے ہی ہے۔ اس لئے کسی بھی لغو چیز کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہی چھوٹی چھوٹی باتیں پھر بڑی بن جایا کرتی ہیں...

اب تو افیون سے بھی زیادہ خطرناک نشے پیدا ہو چکے ہیں۔ پس ان لغویات سے بچنے والے ہی تقویٰ پر قائم رہ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والوں میں شمار ہو سکتے ہیں۔ یہاں جس طرح فرمایا کہ افیون کا نشہ شراب سے بڑھ کر ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شراب کبھی پی لی تو کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور یہ حرام ہے۔ ان ملکوں میں کیونکہ شراب بہت عام ہے اور صحبتیں بھی ایسی مل جاتی ہیں جہاں شراب پینے والے مل جاتے ہیں اس لئے اس بارے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔“

(خطبہ جمعہ 20 اگست 2004)

پیارے بچوں کو ایک اور نشہ سے بچنے کی طرف تقریر کے آخری حصہ میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ موبائل اور دیگر gadgets کا نشہ ہے جو روحانی اخلاقی اور مادی صحت کے لیے بہت مضرّ ہے۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"پھر انٹر نیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی ایک لحاظ سے آجکل کی بہت بڑی لغو چیز ہے......یہ بھی ایک قسم کا ایک نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔ کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ، بے مقصد وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب لغو چیزیں ہیں"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 592)

(کمپوزڈ: مسز زکیہ فردوس کوملؔ۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿29﴾ ﴿مشاہدات۔955﴾

آؤ بچو! لغویات سے کیسے بچیں؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

قَدۡ أَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُونَ۔ الَّذِينَ هُمۡ فِي صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُونَ۔ وَالَّذِينَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُونَ

(المؤمنون:2-4)

کہ یقیناً مومن کامیاب ہوگئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور وہ جو لغو سے اِعراض کرنے والے ہیں۔

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانیٔ حُکام نہ ہو
اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو

پیارے بچو! آج مجھے آپ کے سامنے لغویات سے کیسے بچا جا سکتا ہے، پر روشنی ڈالنی ہے۔ لغویات سے اعراض ایک نہایت عظیم وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وصف کو اپنانے کی قرآن کریم میں خوب تلقین کی ہے۔ قرآن کریم میں مومنوں کی ایک نشانی بیان کرتے ہوئے کہا وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغۡوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان:73) یعنی جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔ ایک اور مقام پر کہا وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ أَعۡرَضُوا عَنۡهُ (القصص:56) یعنی جب وہ کسی لغوبات کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ سورۃ مومنون میں اللہ نے کامیاب اور فلاح پانے والے گروہ کی خصوصیات کے ذکر میں لغویات سے اعراض کا ذکر بھی کیا۔ جن کی تلاوت، ترجمہ کے ساتھ مَیں تقریر کے آغاز پر بیان کر آیا ہوں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مطہر سیرت میں یہ وصف بہت نمایاں تھا۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الذِّکْرَ وَیُقِلُّ اللَّغْوَ تھے۔

(النسائی باب ما یستحب من تقصیر الخطبہ)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرِ الٰہی کثرت سے کیا کرتے تھے اور بے معنی بات نہیں کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی اس امر کی تلقین کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں حقیقی مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا مگر اُس نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر بہتان لگایا ہو گا اور کسی کا مال کھایا ہو گا اور کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا۔ پس اُس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کے ساتھ اُس نے یہ سلوک کیا ہو گا۔ اگر اُس کی نیکیاں اُس کا حساب برابر ہونے سے پہلے ختم ہو گئیں تو اِن لوگوں کے گناہ اُس ظلم کرنے کی وجہ سے اِس کے سر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اِس کو آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

(مسلم کتاب البر والصلہ باب تحریم الظلم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مومن صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر وہ مومن ہیں کہ جو باوجود خشوع اور سوز و گداز کے تمام لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو تعلقوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنی خشوع کی حالت کو بیہودہ کاموں اور لغو باتوں کے ساتھ ملا کر ضائع اور برباد ہونے نہیں دیتے اور طبعاً تمام لغویات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور بیہودہ باتوں اور بیہودہ کاموں سے ایک کراہت اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے ... پس دنیا کی لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو سیر و تماشا اور لغو صحبتوں سے واقعی طور پر اُسی وقت انسان کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے جب دل کا خدائے رحیم سے تعلق ہو جائے اور دل پر اس کی عظمت اور ہیبت غالب آ جائے۔ خدا پر ایمان لا کر ہر ایک لغو بات اور لغو کام اور لغو مجلس اور لغو حرکت اور لغو تعلق اور لغو جوش سے کنارہ کشی کی جائے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 199-200)

پھر آپ علیہ السلام اِسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”دوسرا کام مومن کا یعنی وہ کام جس سے دوسرے مرتبہ تک قوت ایمانی پہنچتی ہے اور پہلے کی نسبت ایمان کچھ قوی ہو جاتا ہے، عقلِ سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ مومن اپنے دل کو جو خشوع کے مرتبہ تک پہنچ چکا ہے لغو خیالات اور لغو شغلوں سے پاک کرے۔ کیونکہ جب تک مومن یہ ادنیٰ قوت حاصل نہ کرلے کہ خدا کے لئے لغو باتوں اور لغو کاموں کو ترک کر سکے جو کچھ بھی مشکل نہیں اور صرف گناہ بے لذت ہے اس وقت تک یہ طمع خام ہے کہ مومن ایسے کاموں سے دستبردار ہو سکے جن سے دستبردار ہونا نفس پر بہت بھاری ہے اور جن کے ارتکاب میں نفس کو کوئی فائدہ یا لذت ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ پہلے درجہ کے بعد کہ ترک تکبر ہے دوسرا درجہ ترک لغویات ہے اور اس درجہ پر وعدہ جو لفظ اَفْلَحَ سے کیا گیا ہے یعنی فوزِ مرام اس طرح پر پورا ہوتا ہے کہ مومن کا تعلق جب لغو کاموں اور لغو شغلوں سے ٹوٹ جاتا ہے تو ایک خفیف سا تعلق خدا تعالیٰ سے اس کو ہو جاتا ہے اور قوّتِ ایمانی بھی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور خفیف تعلق اس لئے ہم نے کہا کہ لغویات سے تعلق بھی خفیف ہی ہوتا ہے۔ پس خفیف تعلق چھوڑنے سے خفیف تعلق ہی ملتا ہے“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 230-231)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”دیکھیں! ان لغویات کی وجہ سے جو اس سے سرزد ہوئی ہوں گی اس کی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اس کو کوئی فائدہ نہیں دے رہا بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ یونہی بدظنی کرتے ہوئے الزام لگا دیتے ہیں ... تو بلاسوچے سمجھے ایسے الزام لگانا بھی ٹھیک نہیں۔ اگر دوسرے شخص نے تمہارے خلاف واقعی ایسی حرکت کی ہے تو اس کا گناہ اس کے سر ہے تم کیوں بہتان لگا کر ان لغویات میں پڑ کر اپنے سر اس کا گناہ لیتے ہو... ہر وہ چیز جو شیطان کی طرف لے جانے والی ہے وہ لغو ہے... پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی ایک لحاظ سے آجکل کی بہت بڑی لغو چیز ہے... یہ بھی ایک قسم کا ایک نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔ کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ، بے مقصد وقت ضائع

کررہے ہوتے ہیں۔تو یہ سب لغو چیزیں ہیں...پس کوشش کریں کہ ان دنوں میں ان تمام بُرائیوں اور لغویات سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنی زبانوں کو ذکرِ الٰہی سے تر رکھیں۔"

(خطبات مسرور جلد2 صفحہ 592)

پھر آپ فرماتے ہیں:

"ہر وہ عمل جو نیک عمل ہے جو خُدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے وہ عبادت بن جاتا ہے۔ اگر یہ مدِّ نظر رہے تو اسی چیز میں ہماری بقاہے اور اسی بات سے پھر رسومات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں، بدعات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں، فضول خرچیوں سے بھی بچ سکتے ہیں، لغویات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں اور ظلموں سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔ یہ ظلم ایک تو ظاہری ظلم ہیں جو جابر لوگ کرتے ہی ہیں۔ ایک بعض دفعہ لاشعوری طور پر اس قسم کی رسم ورواج میں مبتلا ہو کر اپنی جان پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں اور پھر معاشرے میں اس کو رواج دے کر ان غریبوں پر بھی ظلم کر رہے ہوتے ہیں جو کہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز شاید فرائض میں داخل ہو چکی ہے اور جس معاشرے میں ظلم اور لغویات اور بدعات وغیرہ کی یہ باتیں ہوں، وہ معاشرہ پھر ایک دوسرے کا حق مارنے والا ہوتا ہے۔"

(خطبات مسرور جلد7 صفحہ 36)

نیز فرمایا:

"ہر قسم کا جھوٹ غلط اور گناہ کی باتیں تاش کھیلنا، اس قسم کی اور کھیلیں۔ آج کل دکانوں پر مشینیں پڑی ہوتی ہیں چھوٹے بچوں کو جوئے کی عادت ڈالنے کے لئے، رقم ڈالنے کے بعد بعض نمبروں کی گیمیں ہوتی ہیں کہ یہ ملاؤ، اتنے پیسے ڈالو تو اتنے پیسے نکل آئیں گے تو اس طرح جیتنے سے اتنی بڑی رقم حاصل ہو جائے گی، یہ سب لغو چیزیں ہیں۔ اسی طرح بیٹھ کر مجلسیں جمانا، گپیں ہانکنا، پھر دوسروں پر بیٹھ کے اعتراض وغیرہ کرنا یہ سب ایسی باتیں ہیں جو لغویات میں شامل ہیں... بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بلاوجہ دوسروں کو مشورے دینے لگ جاتے ہیں۔ کسی نے کوئی مشورہ نہ بھی پوچھا ہو تو عادتاً مشورہ دیتے ہیں یا بعض ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو کسی کی دل شکنی کا یا اس کے لئے مایوسی کا باعث بن جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کار خریدی، کہہ دیا یہ کار تو اچھی نہیں فلاں زیادہ اچھی ہے۔ وہ بیچارہ پیسے خرچ کر کے ایک چیز لے آتا ہے اس پہ اعتراض کر دیا

یا پھر اور اسی طرح کی چیز لی اس پہ اعتراض کر دیا۔ اس کی وجہ سے پھر دوسرا فریق جس پہ اعتراض ہو رہا ہوتا ہے وہ پھر بعض دفعہ مایوسی میں چِڑ بھی جاتا ہے اور پھر تعلقات پہ بھی اثر پڑتا ہے۔ تو بلا ضرورت کی جو باتیں ہیں وہ بھی لغویات میں شمار ہوتی ہیں۔۔ بعض دفعہ دو آدمی باتیں کر رہے ہیں تیسرا بلاوجہ ان میں دخل اندازی شروع کر دے، یہ بھی غلط چیز ہے لغویات میں اس کا شمار ہے۔“

(خطبہ جمعہ 20۔ اگست 2004ء)

حضور انور نے احمدی خواتین اور بچیوں کو معاشرتی لغویات اور فضولیات سے بچے رہنے کی یوں نصیحت فرمائی:

” اِسی طرح لغویات میں گندی اور ننگی فلمیں ہیں۔ گندی اور ننگی کتابیں ہیں۔ رسالے ہیں یہ سب اس بہانے سے مارکیٹ میں پھیلائی جاتی ہیں کہ اس زمانہ میں جنسی تعلقات کا پتہ لگنا چاہیے تاکہ اُن بُرائیوں سے بچا جاسکے۔ بچتے تو پتہ نہیں یہ ہیں کہ نہیں، لیکن سڑک پر ہر گلی کے نکڑ پر ایسے جو اشتہارات ہیں اخلاق سوز قسم کے وہ بُرائیوں میں ضرور معاشرے کو گرفتار کر دیتے ہیں۔ جو چیز فطری ہے اس کا جب وقت آئے گا تو خود بخود پتہ چل جائے گا۔ جب اس کا پتہ لگنے کی ضرورت ہے۔ علم کے نام پر اس ذہنی عیاشی سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اپنے تمام اعضاء کو زنا سے بچاؤ۔ پس ہر عورت کو ایک فکر کے ساتھ اپنے بچوں کو سمجھانا چاہئے اور ہر بچی کو، جو بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے، جس کا دماغ میچور (mature) ہو چکا ہے یہ احساس ہونا چاہئے کہ یہ بُرائیاں ہیں جو مزید گندگیوں میں دھکیلتی چلی جائیں گی۔ اس لئے ان سے بچنا ہے۔ ہر ایسی چیز جس کا ناجائز استعمال شروع ہو جائے وہ بھی لغویات میں ہے مثلاً انٹرنیٹ کے بارے میں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔ یہ اس زمانے کی ایجاد ہے اور یہ ایجادات اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے زمانے میں مقدر کی ہوئی تھیں۔ قرآن کریم میں مختلف ایجادات کا اعلان بھی فرما دیا۔ انٹرنیٹ بھی ان میں سے ایک ہے اور ٹیلی فون کا نظام جو ہے وہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ ٹیلی وژن کا نظام ہے یہ بھی ان میں سے ایک ہے جنہوں نے اشاعت کے لئے کام آنا تھا۔

لیکن اگر ان ایجادات کا غلط استعمال کریں گی تو یہ لغویات میں شمار ہوں گی اور ایسی لغویات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ان سے بچنے کا بھی حکم ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے مومن کی تعریف یہ ہے کہ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہوں۔ لغویات سے بچنے والے ہوں۔ جب انٹرنیٹ پر دوستوں سے چیٹ (chat) کرنے اور اس میں دوسروں کا مذاق اڑانے اور پھکڑ توڑنے، ایک دوسرے کے خلاف کام میں لائیں گی یا لوگوں کے رشتوں میں دراڑیں پیدا کرنے کے کام میں لائیں گی، کسی دوسری عورت کی زندگی اس کے خاوند سے انٹرنیٹ پر گفتگو کر کے برباد کریں گی۔ ایک دوسرے کی چغلیاں ہو رہی ہوں گی تو یہی کارآمد چیز جو ہے یہ لغویات میں بھی شمار ہو گی اور گناہ بھی بن رہی ہوں گی۔ پھر آجکل موبائل فون پر ٹیکسٹ میں پیغامات دیے جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک سلسلہ شروع ہوا ہے نیا، آجکل بڑا سستا طریقہ ہے گپیں مار کر وقت ضائع کرنے کا اور نامحرموں سے بات کرنے کا۔ بڑے آرام سے کہہ دیا جاتا ہے کہ ٹیکسٹ میسج (text message) ہی تھا کونسی بات کرلی ہے۔ ایک دوسرے سے رابطے بڑھتے ہیں کہ سہیلی نے اپنے دوستوں میں سے کسی کا فون دے دیا اپنے دوستوں کو اپنی سہیلی کا فون دے دیا۔ موبائل نمبر دے دیا کسی بھی ذریعہ سے ایک دوسرے کے نمبر ہاتھ آ گئے تو ٹیکسٹ میسج کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے پھر ٹیلی فون پر 12، 13، 14 سال کے بچیاں بچے لے کر پھر رہے ہوتے ہیں۔ پیغامات دے رہے ہوتے ہیں۔ اور یہی عمر ہے جو خراب ہونے کی عمر ہے اور پھر انجام ایسی حد تک چلا جاتا ہے آخر کار جہاں وہ لغو جو ہے وہ گناہ بن جاتا ہے۔ اس لیے احمدی بچیاں اپنی عصمت کی خاطر اپنی عزت کی خاطر اپنے خاندان کے وقار کی خاطر اپنی جماعت کے تقدّس کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جس کی طرف سے وہ منسوب ہو رہی ہیں جس سے وہ منسلک ہیں ان چیزوں سے بچیں اور اسی طرح احمدی مرد بھی سن رہے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو بچائیں۔“

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 11/جون 2006ء)

نیز فرمایا:

”ایسے کھیل بھی ہیں جو عبادتوں سے روکنے والے ہیں...... پھر اس قسم کی اور لغویات ہیں جو مختلف قسم کی بُرائیاں ہیں۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ عاجزی اختیار کرو تو ایمان دل میں جگہ پائے گا پھر لغو اور بیہودہ باتوں کو ترک کرو۔“

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 551)

حضور ایدہ اللہ دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والے ہوں، اللہ اور اس کے رسول کے قول پر عمل کرنے والے ہوں۔ رسم ورواج سے بچنے والے ہوں، دنیاوی ہوا و ہوس اور ظلموں سے دور رہنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم ہمیشہ حصّہ پاتے چلے جائیں۔ کبھی ہماری بدبختی ہمیں اس نور سے محروم نہ کرے۔ آمین"

(اِس تقریر کی تیاری میں فراز یاسین ربانی صاحب آف غانا کے ایک مضمون سے استفادہ کیا گیا ہے)

✡✡✡✡

﴾30﴿ ﴾مشاہدات۔972﴿

عہد شکنی نہ کرو

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡــُٔوۡلًا (بنی اسرائیل:35)

کہ عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطان نہ بنو اہلِ خدا ہو جاؤ
گرتے پڑتے درِ مولیٰ پہ رسا ہو جاؤ
اور پروانے کی مانند فدا ہو جاؤ

میرے پیارے بچو! مَیں آج آپ بچوں اور عزیز بہنوں سے جھوٹ کی ایک قسم عہد شکنی پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ خاکسار نے عہد شکنی کو جھوٹ کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ خاکسار نے اِس کی بنیاد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان پر رکھی ہے۔ جس میں آپؐ نے منافق کی چار نشانیاں بیان فرمائیں جو بالترتیب یہ ہیں کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب کوئی وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، جب امانت رکھوائی جائے تو بد دیانتی یعنی خیانت کرتا ہے اور جب بولتا ہے تو گندی زبان استعمال کرتا ہے۔ گویا یہ جھوٹ ہی کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔ مگر مجھے آج عہد شکنی پر فوکس کرنا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پیاری تعلیم پر حسین عمل بیان کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن ابی الحمساءؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے بعثتِ نبوی سے قبل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چیز خریدی۔ اِس کی کچھ قیمت ادا کرنی باقی رہ گئی۔ جسے مَیں یہ کہہ کر کہ حضورؐ! گھر سے ابھی لا کر دیتا ہوں۔ گھر چلا گیا جہاں مَیں بھول گیا۔ پھر تین دن کے بعد مجھے یاد آیا تو مَیں اُس جگہ کی طرف بھاگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضورؐ اُسی جگہ موجود ہیں۔ مجھے دیکھ کر صرف یہی فرمایا کہ تُو نے مجھے تکلیف دی اور مَیں تین دن تیرا انتظار کرتا رہا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب)

پیارے بچو! حضورؐ کا وہاں تین دن انتظار رقم کے لالچ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اُس وعدہ کی پاسداری کی وجہ سے تھا جو حضرت عبد اللہؓ کر کے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں عہد کو پورا کرنے کا جہاں حکم دیا ہے وہاں مؤمنوں کی علامت بھی اِن الفاظ میں بیان فرمائی ۔ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَعَھۡدِھِمۡ رٰعُوۡنَ (المؤمنون:9) کہ مؤمن وہ لوگ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

منافق کی چار علامات کے مقابل پر یہاں مؤمن کی دو علامتیں بیان کی ہیں اور وہ امانت کی حفاظت اور عہد کی نگرانی ہے۔ اِسی مضمون کو اِسی ترتیب کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ لَا اِیۡمَانَ لِمَنۡ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیۡنَ لِمَنۡ لَا عَھۡدَ لَہٗ (مسند احمد بن حنبل) کہ جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اُس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کی پابندی نہیں کرتا اُس کا کوئی دین نہیں۔

پیارے بچو! عہد دو طرح کا ہوتا ہے ایک اپنے خالقِ حقیقی سے وفا ہے۔ اُس اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ ہے یا اللہ تعالیٰ نے جو وعدے اپنے نیک بندوں سے لئے ہیں اُن کی پاسداری کرنا واجب ہے۔ دوسرا طریق یا دوسری قسم عہد کی اللہ کی مخلوق سے عہد ہے۔ اس کی بھی آگے دو اقسام ہیں۔ ایک اللہ کے خاص بندوں انبیاء اور خلفاء اور اُن کے نمائندوں سے عہد اور دوسرا دیگر لوگوں سے عہد کی پاسداری۔ آج مَیں نے اپنی تقریر کا جو عنوان باندھا ہے وہ مکمل یوں ہے۔

عہد شکنی نہ کرو اہلِ وفا ہو جاؤ
اہلِ شیطان نہ بنو اہلِ خدا ہو جاؤ

بچو! اِن الفاظ سے یہ عیاں ہے کہ مجھے آج اپنے خدا تعالیٰ سے وفا کے تعلق پر بات کرنی ہے۔ کیونکہ اِس سلسلہ میں اہلِ وفا اور اہلِ خدا کے الفاظ آتے ہیں۔ اِس اہلِ وفا کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں اِبۡرٰھِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی (النجم:38) میں کیا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ تھے جنہوں نے اپنے اللہ سے وفا دکھلائی۔ تمام انبیاء اپنے پیدا کرنے والے اور نبی بنا کر بھیجنے والے کے وفادار رہے۔ خدا تعالیٰ کے رستہ میں مخالفین کی طرف سے مصائب برداشت کئے، تکالیف اُٹھائیں مگر اپنے خداداد مشن کی ادائیگی میں فرق نہیں آنے دیا۔ اِس میدان میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ

وفاداری کا جو حق ادا کیا وہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کا نمونہ پکڑنے کی تلقین قرآن کریم سے ملتی ہے۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ سے وفاداری کی بات چلی ہے تو ہمارے آقا حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ہزاروں نوجوانوں، بچوں اور بچیوں کو زبانی بھی اور تحریری بھی "اللہ تعالیٰ سے کبھی بے وفائی نہ کرنا"، "اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ وفا کا تعلق رکھنا" کی نصائح فرما چکے ہیں۔ اِس نصیحت کا اعادہ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ اجتماعی ملاقاتوں اور This week with Hazoor میں بھی کر چکے ہیں۔ ایک مرتبہ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا سے فارغ ہونے والے مربیان کرام کو فرمایا۔

"مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کبھی بھی خدا تعالیٰ سے بے وفائی نہ کریں بلکہ ہمیشہ اپنے پروردگار کے وفادار رہیں۔"

(سہ ماہی اسماعیل جولائی، ستمبر 2025ء صفحہ 26)

پیارے بچو! ذیلی تنظیموں کے بانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطفال کے لئے ایک "وعدہ" اور ناصرات بہنوں کے لئے ایک "عہد" جاری کیا۔ جسے ہم ہر اجلاس اور میٹنگ سے قبل دہراتے ہیں اور اپنے اللہ، اُس کے رسولؐ، اُس کے خلیفہ سے اہلِ وفا اور اہلِ خدا بنے رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ اطفال کا عہد یہ ہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ دینِ اسلام اور جماعت احمدیہ، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر دم تیار رہوں گا۔ ہمیشہ سچ بولوں گا، کسی کو گالی نہیں دونگا اور حضرت خلیفۃُ المسیح کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ (ان شاء اللہ)

ناصرات کے عہد میں کہا گیا ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

مَیں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

پیارے بچو! مَیں اپنے ساتھیوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایفائے عہد کے ایک دو واقعات سنا کر اپنی گزارشات کو ختم کرتا ہوں۔ حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور کفّار کے درمیان جو صلح کا معاہدہ طے پایا تھا اور وہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اِس میں مسلمانوں کے لئے بہت سخت شرائط تھیں۔ کفّارِ مکّہ کے مظالم سے تنگ آکر اگر کوئی مدینہ بھاگ آتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُسے معاہدہ کے مطابق واپس بھجواتے رہے اور خود اُس معاہدہ کے مطابق عمرہ کرنے مکّہ گئے اور معاہدہ کے مطابق تین دن سے زیادہ وہاں مکّہ میں قیام نہیں کر سکتے تھے۔ چونکہ اس سفر میں آپؐ کی حضرت میمونہؓ سے شادی ہوئی تھی۔ آپؐ نے ولیمہ کے لئے چوتھے دن کی مہلت مانگی۔ کفّار نے آپؐ کی یہ بات نہ مانی اور کہا کہ آپؐ عہد کی پابندی کریں چنانچہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ آپؐ نے فوراً مکّہ سے کوچ کرنے کی منادی کروادی اور مکّہ سے نکل کر وادی سرف میں قیام فرمایا۔

(مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے صفحہ 162-163)

اِسی طرح حضرت حذیفہ بن یمانؓ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مکّہ سے مدینہ کو نکلے۔ آپ دونوں کا ارادہ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ بدر میں شمولیت کا تھا۔ آپ دونوں کو کفّار مکّہ نے پکڑ لیا اور اِس شرط پر مدینہ جانے کی اجازت دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نہ ملو گے۔ جب وہ مدینہ آکر بدر کی جنگ میں شرکت کے خواہش مند ہوئے اور ساتھ ہی اس معاہدہ کا ذکر بھی حضورؐ سے کیا۔ تو حضورؐ نے اِن کو جنگ بدر میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی اور فرمایا۔ تم دونوں جاؤ اور کفّار سے کیا عہد پورا کرو۔

(مسلم کتاب الجہاد)

ایک دفعہ کفار کی طرف سے ابو رافع بطور سفیر مدینہ بھجوائے گئے انہوں نے مدینہ میں حضورؐ کے اخلاق وسیرت سے متاثر ہو کر اسلام لانے کی خواہش فرمائی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ آپ سفیر کے طور پر آئے ہو۔ واپس جاؤ اور پھر موقع ملے تو آجانا۔ مَیں بدعہدی نہیں کیا کرتا اور نہ سفیروں کو قید کرتا ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا اُن کا۔ وہ ہر ایک بَلا کے وقت بچائے جائیں گے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19-20)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴾31﴿ ﴾مشاہدات۔957﴿

غصّہ پر قابو پانا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ (الشوریٰ:38)

اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصّہ آئے معاف کر دیتے ہیں۔

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

میرے پیارے بچو! مجھے آج ایک ایسی عادت کے نقصانات بتانے ہیں جو ہم بچوں میں بہت راہ پا گئی ہے۔ ہم بات بات پر اپنے گھروں میں بہن بھائیوں اپنے عزیز کزنز سے حتّٰی کہ اپنے بزرگوں اور والدین سے بھی الجھتے، غصہ کرتے اور حکم عدولی کرتے ہیں جب کہ اسلامی تعلیم غصّہ کے خلاف ہے۔ دوسروں کو معاف کرنا کسی کی سختی پر صبر کرنا اور عفوو درگزر کی تعلیم ہمیں قرآن، احادیث ،کتب حضرت مسیح موعودؑ اور خطبات خلفاء کرام سے ملتی ہے۔ اس بُرائی کے مقابل اور بہت سی نیکیوں کا ذکر ہمیں ملتا ہے جیسے احسان کرنا ہمدردی خَلق، صلح کاری اور قوتِ برداشت وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار غصّہ پی جانے کا حکم دیا ہے اور مؤمنوں کی صفات کے ذکر میں بھی فرمایا کہ وہ غصّہ نہیں کرتے اگر غصّہ آئے بھی تو پی جاتے ہیں جیسے سورۃ الشوریٰ کی آیت 38 جس کی تلاوت ترجمہ کے ساتھ مَیں اوپر کر آیا ہوں اور آل عمران آیت 135 میں بھی اَلْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ کے الفاظ میں مؤمنوں کی صفت میں فرمایا کہ وہ غصہ کو دبا جاتے ہیں ۔

پیارے بچو! اس آیت کے ضمن میں ہمارے تاریخ دانوں نے ایک نہایت ہی پیارا واقعہ محفوظ کیا ہے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اِسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی کئی مقامات پر اپنی تقاریر اور درس و تدریس میں بیان فرمایا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ کے نوکر سے چائے کی پیالی آپ کے سامنے گر گئی

جس کی چھینٹوں سے آپ کے کپڑے بھی خراب ہوئے جس پر آپ کو اپنے نوکر پر غصّہ آیا تو نوکر جو مسلمان اور اسلامی علم رکھتا تھا نے وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ پڑھا آپ نے فرمایا کَظَمْتُ مَیں نے معاف کیا۔ نوکر نے اس آیت کا اگلا حصہ پڑھ دیا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ۔ آپؓ نے فرمایا عَافِیْتُ مَیں نے معاف کیا۔ نوکر نے آیت کا آخری حصہ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ جب پڑھا تو حضرت حسن کہنے لگے۔ جاؤ! میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یہ بات کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ ہر قسم کے غصّہ اور بدلے کے جذبات کو دل سے نکال دیا جائے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ جب غصّہ بھی نہ آئے اور بدلہ لینے کے جذبات بھی دل سے نکل جائیں اور نہ صرف یہ کہ غصّہ کے جذبات کو نکال دیا جائے بلکہ غلطی کرنے والے پر کچھ احسان بھی کر دیا جائے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مؤمن میں یہ باتیں پیدا ہوں۔ روایات میں حضرت حسنؓ کا ایک واقعہ آتا ہے کہ آپ کے ایک غلام نے کوئی غلطی کی۔ اس پر آپ کو اس پر بڑا غصہ آیا اور سزا دینا ہی چاہتے تھے کہ اس پر اس غلام نے آیت کا یہ حصہ پڑھا کہ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ۔ اور وہ جو غصہ دباتے ہیں۔ اس پر حضرت حسن نے سزا دینے کے لئے جو ہاتھ اٹھایا تھا اسے نیچے گرا لیا یا ہاتھ ہی نہیں اٹھایا۔ اس پر غلام کو اور جرأت پیدا ہوئی تو اس نے کہا: وَالْعَافِیْن۔ یعنی ایسے لوگ لوگوں کو معاف کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اس پر حضرت حسن نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کہا کہ جاؤ! مَیں نے تمہیں معاف کیا۔ اس بات پر غلام کو مزید جرأت پیدا ہوئی تو اس نے کہا کہ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اس پر انہوں نے اس غلام کو کہا کہ جاؤ! مَیں نے تمہیں آزاد کیا۔ جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 23 ستمبر 2016ء)

بچو! یہ ہے غصّہ دبانے کا نتیجہ اور پھل کہ انسان قوّتِ برداشت سے کام لے کر احسان کے درجے پر پہنچ کر نوکروں کو بھی آزاد کر دیتا ہے۔ اس لئے غصّہ دور کرنے کے لئے غصّہ پی جانے ،غصّہ دبا جانے اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو غصّہ کو کھا جانے کا محاورہ استعمال کرتے ہوئے فرمایا کہ نیک آدمی وہ ہیں جو غصّہ کھانے کے محل پر اپنا غصّہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 351)

پیارے بچو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بچوں کو ہماری زبان میں نہایت اچھے طریق پر یوں سمجھایا ہے کہ پہلوان اور بہادر وہ ہے جو غصّے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

(بخاری کتاب الادب حدیث 1046)

یعنی اگر ہم اپنے بہن بھائیوں سے کسی بات پر الجھ پڑیں اور غصّہ آجائے تو غصّہ کو پی جانا، کھا جانا اور دبا جانا ہی اصل میں بہادری کی علامت ہے اس لئے آپؐ نے فرمایا ہے کہ غصّہ کی حالت میں پانی پینا چاہئے اگر کھڑے ہیں تو بیٹھ جائیں اگر بیٹھے ہیں تو لیٹ جائیں۔ ایک جگہ آپؐ نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کا ارشاد فرمایا اس سے بھی غصّہ زائل ہو جائے گا (بخاری کتاب الادب) اور ایک شخص کو غصّہ کے وقت وضو کرنے کی ہدایت فرمائی۔

ہمارے ایک بزرگ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میری جب شادی ہوئی تو مَیں نے اپنی بیگم سے کہا کہ اگر مجھے کسی وقت کسی بات پر غصّہ آئے تو مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ مَیں صبر سے کام لے کر وہ جگہ کچھ دیر کے لئے چھوڑ جاؤں گا اگر تمہیں کسی بات پر غصّہ آجائے تو تم وعدہ کرو کہ مَیں بھی کچھ دیر کے لئے وہ جگہ چھوڑ دوں گی یوں ہم اس احسن طریق پر عمل پیرا ہیں اور سالہا سال سے ہمارے درمیان کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔
پیارے بچوں کو مَیں ایک اور دلچسپ اور ایمان سے بھرپور واقعہ سناتا ہوں ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص حضرت ابو بکرؓ کو بُرا بھلا کہے جا رہا تھا اور حضرت ابو بکرؓ خاموشی سے سن رہے تھے جس پر حضورؐ مسکراتے رہے جب اُس شخص نے حضرت ابو بکرؓ کو بُرا بھلا کہنے کی حد کر دی تو حضرت ابو بکرؓ کو بھی غصّہ آگیا اور آپؓ بھی بول اٹھے تو حضورؐ اُٹھ کر اس محفل سے چلے آئے حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے پیچھے ہو لئے اور حضورؐ سے پوچھنے لگے کہ حضورؐ! جب وہ مجھے بُرا بھلا کہہ رہا تھا تو آپؐ مسکراتے جا رہے تھے اور جب مَیں نے جواب دیا تو آپؐ اٹھ آئے تو جواب سننے والا ہے بچو!۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر! جب وہ شخص آپ کے خلاف بول رہا تھا اور آپ خاموش تھے تو

فرشتے آپ کی طرف سے اُسے جواب دے رہے تھے اور جب آپ نے جواب دینا شروع کیا تو فرشتے اُس مقام سے چلے گئے۔ مَیں بھی اٹھ کر چلا آیا کہ جہاں فرشتے نہیں وہاں میرا کیا کام؟

پیارے بچو! غصّہ پینے کی تعلیمات پر ہماری تاریخ بھری پڑی ہے مگر وقت اس امر کی اجازت نہیں دیتا صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوہ بیان کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ ویسے تو آپؑ کو اپنی تمام زندگی ہی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا اور آپؑ کبھی غصّہ میں نہیں آئے۔ امرتسر، گورداسپور اور لاہور کہاں کہاں کا ذکر کروں۔ لاہور میں ایک دفعہ ایک مولوی تانگہ پر آپؑ کی رہائش گاہ میاں معراج الدین کے مکان پر آیا اور گالیاں دینے لگا آپؑ نے صحابہؓ کو یہ کہہ کر جواب دینے سے منع فرما دیا کہ جو کچھ کہتا ہے اُسے کہنے دو اور کوئی جواب نہ دو اور ایک جگہ روایت ہے کہ اُسے کچھ نہ کہو یہ سمجھتا ہے کہ میرا حق لے لیا ہے۔

پیارے بچو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقویٰ سرایت کر جاوے۔ تقویٰ کا نُور اس کے اندر اور باہر ہو۔ اخلاقِ حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو اور بیجا غصّہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصّہ کا نقص اب تک موجود ہے۔ م تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بُغض پیدا ہو جاتا ہے اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا اور مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقّت پیش آتی ہے کہ اگر کوئی گالی دے تو دُوسرا چپ کر رہے اور اس کا جواب نہ دے۔ ہر ایک جماعت کی اصلاح اوّل اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ چاہئے کہ ابتدا میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے تو اس کے لئے دردِ دل سے دُعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دیوے اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے... خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو کہ عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو۔ اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کرو گے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 127-128 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصّہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصّہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 180)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اس ضمن میں عہدیداروں کو خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ نیک جذبات اور رحم کا جذبہ ہر عہدیدار میں، خاص طور پر جماعتی عہدیدار میں ہونا چاہئے۔ ویسے تو یہ ہر احمدی کا خاصّہ ہونا چاہئے لیکن عہدیدار جو جماعتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اُن کو خاص طور پر کسی سائل کو یا کسی شخص کو جو دفتر میں بار بار بھی آتا ہے، رابطہ کرتا ہے، اُس سے تنگ نہیں آنا چاہئے اور کھلے دل سے ہمیشہ استقبال کرنا چاہئے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جماعت کے کسی بھی کارکن کو کسی بھی صورت میں جو اعلیٰ اخلاق ہیں اُن سے دُور نہیں ہٹنا چاہئے یا کہیں ایسی صورت پیدا نہیں ہونی چاہئے جہاں ہلکا سا بھی شائبہ ہو کہ اعلیٰ اخلاق کا اظہار نہیں ہوا۔ بلکہ کوشش ہو کہ جتنی زیادہ سہولت میسر ہو سکتی ہے، زیادہ سے زیادہ نرمی سے جتنی بات ہو سکتی ہے، وہ کرنے کی کوشش کریں۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ یکم مارچ 2013ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اللہ کرے کہ ہم آپس کے تعلقات میں محبت و مودّت کے جذبات اور ایک دوسرے کے لئے رحم کو بڑھانے والے ہوں۔ وہ جماعت بن جائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں جس طرح اُن کی خواہش تھی آپ ہمیں بنانا چاہتے تھے۔ دنیا کے امن کی بھی جماعت احمدیہ ضمانت بن جائے۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو مان کر آپس کے پیار و محبت اور مودّت کی اہمیت کو سمجھنے والے بن جائیں۔ مسلمان لیڈر جو آجکل اپنے ہم

وطنوں پر ظلم روا رکھے ہوئے ہیں، اس کو بند کر کے انصاف اور رحم کے ساتھ اپنی رعایا سے سلوک کرنے والے ہوں۔ عوام بھی مفاد پرستوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کی بجائے، اُن کا آلۂ کار بننے کی بجائے عقل سے کام لیں اور خدا تعالیٰ کے صحیح حکموں کو تلاش کریں اور اُن پر چلنے کی کوشش کریں۔ مسلمان ممالک پر جو خوفناک اور شدت پسند گروہوں نے قبضہ کیا ہوا ہے، اپنے مفادات کو ہر صورت میں ترجیح دینے والوں نے جو قبضہ کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ جلد اس سے بھی مسلمان ملکوں کو خصوصاً اور دنیا کو عموماً نجات دلائے تاکہ ہم اسلام کی خوبصورت تعلیم کو زیادہ بہتر رنگ میں اور زیادہ تیزی سے دنیا میں پھیلا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ یکم مارچ 2013ء)

(کمپوزڈ: مسز بُقعۃُ النور عمران۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿32﴾ ﴿مشاہدات۔11﴾

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں

آج میری تقریر کا عنوان ہے **"حیا ایمان کا حصہ ہے"**

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حیا کے مدمقابل لفظ بے حیائی کے لیے فحشاء اور فواحش کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جیسے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (الاعراف:29)

یقیناً اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

ایک موقع پر یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ (النحل:91)

یعنی اللہ بے حیائی سے منع فرماتا ہے۔

پھر ایک مقام پر بہت واضح الفاظ میں فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ (الاعراف:34)

میرے ربّ نے محض بے حیائی کی باتوں کو حرام قرار دیا ہے وہ بھی جو اس میں سے ظاہر ہو اور وہ بھی جو پوشیدہ ہو۔

سامعات! حیا کے ضمن میں ایک واضح حکم غض بصر کا قرآن کریم میں ملتا ہے۔ مومن مردوں کو مومن عورتوں سے قبل مخاطب ہو کر یہ حکم دیا گیا۔

یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ (النور:31)

کہ مومن مرد اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔

جبکہ مومن عورتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا:

یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ (النور:32)

کہ وہ مومن عورتیں اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں۔

سامعات! قرآن کا یہ حکم بھی حیا ہی کا حصہ ہے۔ جیسا کہ مردوں کے لیے یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ (النور:31) اور عورتوں کے لیے یَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ (النور:32) کے الفاظ میں اپنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا
وہ اِک زباں ہے، عضو نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیثِ سیدنا سید الوریٰ

حیا کے ضمن میں ایک بڑا حکم مومن عورتوں کو چہرہ کے پردہ کا حکم ہے۔ اس حوالہ سے تفصیلی حکم سورۃ الاحزاب آیت 60 اور سورۃ النور آیت 32 میں ملتے ہیں۔

سامعات! اب میں حیا کا مفہوم احادیث کی روشنی میں بیان کروں گی۔

شرم و حیا کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کا خاص خلق قرار دیا ہے۔ اس کی اہمیت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ کہہ کر مزید اجاگر کیا کہ ہر دین و مذہب کا ایک اپنا خاص خلق ہوا کرتا ہے۔ **اسلام کا خاص خلق حیا ہے۔**

(حدیقۃ الصالحین از ملک سیف الرحمٰن مرحوم صفحہ 767-768)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سابقہ تمام انبیاء کے حکیمانہ اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ إذا لم تستحیِ فاصنَعۡ ما شئت (بخاری کتاب الادب)

کہ جب حیا اٹھ جائے تو پھر انسان جو چاہے کرے۔ فارسی میں اس کا ترجمہ کسی نے یوں کیا ہے "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔"

پھر آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

حد سے بڑھی ہوئی بے حیائی ہر مرتکب کو بدنما بنا دیتی ہے اور شرم و حیا ہر حیادار کو حسن سیرت بخشتا ہے اور اسے خوبصورت بنا دیتا ہے۔

(ترمذی کتاب البر و الصلۃ فی الفحش)

حضرت ابو سعید خدریؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؐ ایک کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپؐ کسی چیز کو ناپسند کرتے تو اس کا اثر ہم آپؐ کے چہرہ مبارک سے محسوس کرتے تھے یعنی آپؐ کے چہرے کو دیکھ کر پتہ چل جاتا تھا کہ یہ بات آپؐ کو پسند نہیں آئی۔ بالعموم آپؐ اس کا اظہار زبان سے نہ فرماتے۔

(مسلم کتاب الفضائل ترجمہ از حدیقۃ الصالحین صفحہ 770)

سامعات! حیا کے حوالہ سے مختصر اسلامی تعلیم دینے کے بعد اصل مضمون کی طرف آتے ہوئے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان ساٹھ (60) یا ستّر (70) سے بھی کچھ زائد حصوں میں منقسم ہے۔ ان میں سے افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا اور عام و آسان حصہ راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا ہے۔ حیا بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔

(مسلم کتاب الایمان باب شعب الایمان)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ لجنہ سے اپنے خطابات، ورچوئیل ملاقاتوں میں احمدی ماؤں کو اپنی بچیوں کو حجاب پہننے اور حیا کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھنے کی طرف بار بار توجہ دلا رہے ہیں۔ اُدھر احمدی بچیوں، ناصرات اور واقفات نو کو براہ راست حیا کے بارے اسلامی تعلیم اپنانے کی نصیحت فرما رہے ہیں اور اسکولز میں حجاب پہننے کی تلقین فرماتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالہ سے فرمایا:

”اس معاشرے میں جہاں ہر ننگ اور ہر بیہودہ بات کو اسکول میں پڑھایا جاتا ہے پہلے سے بڑھ کر احمدی ماؤں کو اسلام کی تعلیم کی روشنی میں، قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اپنے بچوں کو بتانا ہو گا۔ حیا کی اہمیت کا احساس شروع سے ہی اپنے بچوں میں پیدا کرنا ہو گا۔ پانچ چھ سات سال کی عمر سے ہی پیدا کرنا شروع کرنا چاہئے۔ پس یہاں تو ان ملکوں میں چوتھی اور پانچویں کلاس میں ہی ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں کہ بچے پریشان ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی عمر میں حیا کا مادہ بچیوں کے دماغوں میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ بعض عورتوں کے اور لڑکیوں کے دل میں شاید خیال آئے کہ اسلام کے اور بھی تو حکم ہیں۔ کیا اسی سے اسلام پر عمل ہو گا اور اسی سے اسلام کی فتح ہونی ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔“

(پردہ، احمدی ماؤں کی ذمہ داریاں، alislam.org جلسہ سالانہ کینیڈا مستورات 8/اکتوبر 2016ء)

سامعات! حیا ایمان کا حصہ ہے کے حوالہ سے احمدی بچیوں سے مخاطب ہو کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”دین کو اوّلیت ہے۔ لباس چاہے کوئی بھی ہو۔ کسی بھی قسم کا ہو لیکن حیادار لباس ہونا چاہیے۔ قرآن کریم میں یہ نہیں لکھا کہ تم نے شلوار قمیض پہننی ہے یا لمبا چوغہ پہننا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ تمہارا حیادار لباس ہونا چاہیے۔ تمہاری زینت نظر نہیں آنی چاہیئے۔ تو یہ لڑکیوں میں تربیت کے شعبے کا کام ہے۔ ناصرات کے شعبے کا کام ہے اور ماں باپ کا بھی کام ہے کہ وہ بچپن سے ہی (یہ چیز) پیدا کریں۔ تربیت کا شعبہ یہ کام ماں باپ کے ذریعہ سے کرے۔ ناصرات کا شعبہ اپنی تنظیم کے لحاظ سے کام کرے۔ ماں باپ اپنے طور پر تربیت کریں کہ ہم احمدی مسلمان ہیں۔ اس لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کے جو حکم ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حیادار لباس پہنو۔ بعض مسلمان ہیں بلکہ بعض غیر احمدی عرب مسلمان بھی میں نے دیکھے ہیں جو Jeans اور Blouse پہن کر حجاب لے لیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ہم نے بڑا پردہ کر لیا ہے۔ تو اُس پردے کا تو کوئی فائدہ نہیں جب کہ اس کا لباس ننگا ہے اور لباس سے ساری زینت ظاہر ہو رہی ہوتی ہے۔ یا باہر جاتے ہوئے چوغہ پہن لیا اور گھر میں اپنے رشتہ داروں کے سامنے ایسا لباس ہوتا ہے جو صحیح نہیں ہوتا تو وہ بھی غلط ہے۔ حدیث ہے **”حیا ایمان کا حصہ ہے۔“** اس لیے بچپن سے ہی

بچیوں کے ذہنوں میں یہ ڈالنا ہو گا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے اور ہم احمدی مسلمان ہیں۔ ہمیں اپنے نمونے بھی دکھانے چاہییے۔ ہماری دو عملی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر ہمارا لباس حیادار ہو گا تو ہماری حیا بھی قائم رہے گی اور پھر وہ بڑے ہو کر بھی اس حیادار لباس کے مطابق اپنے لباسوں کو ڈھالیں گی اور پھر پردہ بھی کریں گی اور حجاب (سے) بھی نہیں شرمائیں گی اور کمپلیکس بھی نہیں ہو گا۔ اپنے آپ میں یہ احساس پیدا کریں کہ ہم نے دنیا کی اصلاح کرنی ہے دنیا کو اپنے پیچھے چلانا ہے نا کہ ہم نے دنیا کے پیچھے چلنا ہے۔ جب یہ احساس اور confidence پیدا ہو جائے گا تو پھر (سب) ٹھیک ہو جائے گا اور اگر مائیں ہی بے حوصلہ ہو جائیں گی، ان میں اعتماد نہیں ہو گا، باہر نکلیں گی تو ان مغربی لوگوں کو دیکھ کے ڈر جائیں گی۔"

(This Week with Huzoor 24 September 2021 مطبوعہ الفضل آن لائن مؤرخہ 23/اکتوبر 2021ء)

آج جب ہماری بہنیں اور پیاری بچیاں صد سالہ جوبلی منا کر اپنی دوسری صدی میں قدم رکھ رہی ہیں اس موقع پر احمدی ماؤں، بہنوں اور بچیوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ ایک صدی تک حیا کی اسلامی تعلیم کو ساری دنیا میں بلند رکھ کر دربار الٰہی اور خلافت احمدیہ کی چوکھٹ پر سرخرو ہوئی ہیں۔ وہاں آئندہ آنے والی نسلوں کی راہنمائی کے لیے اس عملی نمونہ کو جاری و ساری رکھنے کا عہد کرتے ہوئے اپنے قدموں کو آگے بڑھائیں اور حضور انور ایدہ اللہ نے 2 جنوری 2021ء کو ناصرات الاحمدیہ کو جو سلوگن Modesty is part of Faith دیا تھا اسے پوری جماعت میں عام کریں۔ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ اس سلوگن کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ بہت سی چیزوں کا احاطہ کرلے گا جس سے آپ کو آپ کی ناصرات کی تربیت کرنے میں مدد فراہم ہو سکے گی۔ اس مبارک نعرے کی مدد سے ناصرات ان شاء اللہ ایک دوسرے کے ساتھ ایک نئی دنیا دریافت کریں گی۔ ہم اپنے تجربات ایک دوسرے سے بانٹیں گی۔ اپنے سر فخر سے بلند رکھتے ہوئے اپنے اعمال، خیالات اور الفاظ کے ساتھ دنیا کی قیادت کریں گی۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر کما حقہ عمل پیرا ہونے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿33﴾ ﴿مشاہدات۔177﴾

تعلیمی اداروں میں پردہ کا معیار

(از اِرشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں

معزز بچیو! آج مجھے اپنی تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے اِرشادات کی روشنی میں **تعلیمی اداروں میں پردہ کا کیا معیار ہونا چاہئے بیان کرنا ہے۔**

حضور ایدہ اللہ سے ایک سکول کی بچی نے استفسار کیا کہ اسلام میں عورت کو اپنے آپ کو ڈھانپنے کا حکم ہے لیکن ہم سکارف وغیرہ لے کر سر پر پردہ کیوں کرتے ہیں؟ لڑکیاں سکول میں لڑکوں سے دوستی کیوں نہیں کر سکتیں؟ اور کیا مَیں Halloween میں پری بن سکتی ہوں؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 26/ جنوری 2021ء میں اس سوال کے جواب میں درج ذیل ارشاد فرمایا:
جواب: اسلام نے پردے کے بارے میں عورت اور مرد دونوں کو نہایت حکیمانہ تعلیم سے نوازا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ مومن مرد اور عورتیں دونوں اپنی نظریں نیچی رکھیں یعنی اپنی آنکھوں کو نامحرموں کو دیکھنے سے بچائیں اور اپنے سِتر کی جگہ کو پردے میں رکھیں۔ اس کے بعد مومن عورتوں کو مزید تاکید فرمائی کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں اور اپنے پاؤں بھی اس طرح زمین پر نہ مارا کریں کہ جس سے ان کی زینت ظاہر ہو۔
اس مختصر لیکن نہایت جامع تعلیم میں پردے کے بارے میں ہر قسم کی تفصیل بیان فرما دی گئی ہے کہ ایک مومن عورت اپنی آنکھ، کان اور سِتر کی جگہوں کی حفاظت کے ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھے کہ اس کا

لباس نہ اتنا تنگ ہو کہ اس سے اس کے جسم کے اعضاء کی نمائش ہو اور نہ ہی اتنا ڈھیلا اور کھلا ہو کہ سینہ اور دوسری سِتر کی جگہوں کی بے پردگی ہو رہی ہو۔

پاؤں زمین پر نہ مارنے کے حکم میں یہ بات سمجھا دی کہ ایک مومن عورت اس طرح کی اچھل کود سے بھی اجتناب کرے جس سے اس کی جسمانی ساخت کے اُتار چڑھاؤ کا اظہار ہو یا یہ کہ اگر پاؤں میں کوئی زیور (پازیب وغیرہ) پہنا ہوا ہے تو اس کی چھنکار سے لوگوں کی توجہ اس کی طرف ہو اور غیروں کی نظریں اس پر اٹھیں یا اگر پاؤں پر مہندی یا نیل پالش وغیرہ لگا کر ان کا سنگھار کیا گیا ہے تو اس کی وجہ سے غیر مردوں کی نظریں اس پر اٹھیں۔ یہ سب باتیں پردے کے احکامات کے منافی ہیں۔

پس اسلام نے عورت کے لیے صرف سر پر سکارف لینا ہی کافی قرار نہیں دیا بلکہ یہ امور بیان کر کے پردے سے متعلقہ تمام لوازمات کو بھی خوب کھول کر بیان کر دیا کہ عورت نے کس طرح اپنے پردے کا خیال رکھنا ہے اور کس طرح خود کو ڈھانپنا ہے .... جہاں تک لڑکیوں اور لڑکوں کی دوستی کی بات ہے تو اس میں بھی بنیادی حکمت عورت کی عِفت کی حفاظت ہی ہے۔ انسان کے اپنی مخالف جنس کے ساتھ میل جول سے کئی قسم کی برائیاں پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام نے اس پہلو سے بھی محرم اور غیر محرم رشتوں کا امتیاز قائم کر کے مرد وعورت کے تعلقات کی حدود بیان فرما دیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں اپنے متبعین کو بڑی واضح تعلیم سے نوازا۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی نامحرم عورت سے تنہائی میں نہ ملے کیونکہ ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔(سنن ترمذی کتاب الفتن)

Halloween کی رسم جسے اب ایک Fun خیال کیا جاتا ہے، اس کی بنیاد شیطانی نظریات اور مشرکانہ عقائد پر ہے اور ایک چھپی ہوئی برائی ہے۔ ایک سچے مسلمان اور خصوصاً ایک احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر وہ کام جس کی بنیاد شرک پر ہو اگرچہ وہ Fun کے طور پر ہی ہو اسے اس سے بچنا چاہیے، کیونکہ اس قسم کی رسومات انسان کو مذہب سے دور لے جاتی ہیں۔ پھر اس تہوار کے موقع پر تفریح کے نام پر بچے لوگوں کے گھروں میں فقیروں کی طرح جو مانگتے پھرتے ہیں وہ بھی ایک احمدی بچہ کے وقار کے خلاف

ہے۔ ایک احمدی کا اپنا ایک وقار ہوتا ہے اور اس وقار کو ہمیں بچپن سے ہی بچوں کے ذہنوں میں قائم کرنا چاہیے۔ ان باتوں کے علاوہ بھی اس رسم کے اور بہت سے معاشرتی بد اثرات نئی نسل پر ہو رہے ہیں۔

پس Halloween کی رسم میں کسی احمدی کو شامل ہونے کی اجازت نہیں، چاہے بھوت، چڑیل بنا ہو یا پری بنا ہو، کیونکہ یہ رسم ایک غلط اور مشرکانہ عقیدہ پر مبنی ہے۔

معزز بچو! احمدی ماؤں کو بچیوں میں چھوٹی عمر سے ہی حیا اور پردہ کا احساس دلانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اس معاشرے میں ہمیں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو حجاب اور پردے اور حیا کا تصوّر پیدا کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حیادار حجاب کی جھجک اگر کسی بچی میں ہے تو ماؤں کو اسے دُور کرنا چاہئے بلکہ اسے خود اپنے آپ بھی دُور کرنا چاہئے اگر اس کی عمر ایسی ہے۔ مائیں اگر گیارہ بارہ سال کی عمر تک بچیوں کو حیا کا احساس نہیں دلائیں گی تو پھر بڑے ہو کر ان کو کوئی احساس نہیں ہو گا۔

پس اس معاشرے میں جہاں ہر ننگ اور ہر بیہودہ بات کو اسکول میں پڑھایا جاتا ہے پہلے سے بڑھ کر احمدی ماؤں کو اسلام کی تعلیم کی روشنی میں، قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اپنے بچوں کو بتانا ہو گا۔ **حیا کی اہمیت کا احساس شروع سے ہی اپنے بچوں میں پیدا کرنا ہو گا۔ پانچ چھ سات سال کی عمر سے ہی پیدا کرنا شروع کرنا چاہئے۔** پس یہاں تو ان ملکوں میں چوتھی اور پانچویں کلاس میں ہی ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں کہ بچے پریشان ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی عمر میں حیا کا مادہ بچیوں کے دماغوں میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ بعض عورتوں کے اور لڑکیوں کے دل میں شاید خیال آئے کہ اسلام کے اور بھی تو حکم ہیں۔ کیا اسی سے اسلام پر عمل ہو گا اور اسی سے اسلام کی فتح ہونی ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔“

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 8/ اکتوبر 2016ء)

معزز بچو! پھر دورہ جرمنی میں لجنہ کی عاملہ کے اجلاس سے مخاطب ہو کر حضور انور نے فرمایا:

”امریکہ میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ کس طرح 12 سال کی لڑکیوں کو حجاب کی طرف مائل کریں۔ مَیں نے انہیں بتایا تھا کہ بچے کی تربیت تو اس کی پیدائش سے شروع ہو جاتی ہے۔ پیدائش کے بعد کانوں میں اذان

دی جاتی ہے۔ پھر تین سال کی عمر سے بچے کو ایسا لباس پہنائیں کہ احساس ہو کہ ڈھکا ہوا لباس ہے۔ تو پھر یہی لباس عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ آگے چلے گا اور بچیاں بڑی عمر میں جا کر بھی ایسا ہی لباس پہنیں گی جو سارے جسم کو ڈھانپ رہا ہو گا۔ کیونکہ بچپن سے اس کی عادت آپ نے ڈالی ہو گی۔ لیکن اگر چھوٹی عمر میں ایسا لباس پہنایا ہے جس سے جسم ڈھکا ہوا نہیں ہے اور پھر بعد میں بھی بچی اسی طرح کا لباس پہنتی رہے گی جس سے جسم پوری طرح ڈھکا ہوا نہیں ہو گا تو پھر 12-11 سال کی عمر میں کہے گی کہ یہی میرا لباس ہے۔"

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جینز پہننے کے بارہ میں سوال پر فرمایا:

"جین پہننا منع نہیں ہے بشرطیکہ قمیص اتنی لمبی ہو کہ ننگ ڈھانپا ہوا ہو۔ جین کے ساتھ چھوٹی قمیص پہننے کی اجازت نہیں ہے۔"

پھر فرمایا:

"اتنی شرم و حیا ہونی چاہئے کہ لباس مکمل ہو اور ننگ نہ ہو۔"

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کا ذکر فرمایا جس کا بیان قرآن کریم کی سورۃ القصص میں ہوا ہے کہ جب آپ مدین کے پانی کے گھاٹ پر پہنچے اور دو عورتوں کے جانوروں کو پانی پلایا تو بعد میں ان میں سے ایک "تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ" حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حیا سے لَجاتی ہوئی آئی۔

حضور انور نے فرمایا: "اصل حیا یہی ہے۔ یہ ماؤں کا فرض ہے کہ بچیوں کی تربیت کریں اور ان کے ذہنوں میں ڈالیں اور ان کو بتائیں کہ یہ نقصانات ہیں اور یہ فوائد ہیں۔"

(میٹنگ نیشنل مجلسِ عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 18؍ دسمبر 2009ء)

معزز بہنو! سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی ماؤں کو تربیت اولاد کی اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو پردہ کرنے کی تربیت دینے کی ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جو مائیں بچپن سے ہی اپنے بچوں کے لباس کا خیال نہیں رکھیں گی وہ بڑے ہو کر بھی ان کو سنبھال نہیں سکیں گی۔ بعض بچیوں کی اُٹھان ایسی ہوتی ہے کہ دس گیارہ سال کی عمر کی بچی بھی چودہ پندرہ سال کی لگ رہی ہوتی ہے۔ ان کو اگر حیا اور لباس کا تقدّس نہیں سکھائیں گی تو پھر بڑے ہو کر بھی ان میں یہ تقدّس کبھی

پیدا نہیں ہو گا۔ بلکہ چاہے بچی بڑی نہ بھی نظر آرہی ہو، چھوٹی عمر سے ہی اگر بچیوں میں حیا کا یہ مادہ پیدا نہیں کریں گی اور اس طرح نہیں سمجھائیں گی کہ دیکھو! تم احمدی ہو، تم یہاں کے لوگوں کے ننگے لباس کی طرف نہ جاؤ تم نے دنیا کی رہنمائی کرنی ہے، تم نے اس تعلیم پر عمل کرنا ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہے اس لئے تنگ جینز اور اس کے اوپر چھوٹے بلاؤز جو ہیں ایک احمدی بچی کو زیب نہیں دیتے۔ تو آہستہ آہستہ بچپن سے ذہنوں میں ڈالی ہوئی بات اثر کرتی جائے گی اور بلوغت کو پہنچ کر حجاب یا سکارف اور لمبا کوٹ پہننے کی طرف خود بخود توجہ پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ پھر ان کی یہی حالت ہو گی جس طرح بعض بچیوں کی ہوتی ہے۔ مجھے شکایتیں ملتی رہتی ہیں دنیا سے اور یہاں سے بھی کہ مسجد میں آتے ہوئے، جماعتی فنکشن پر آتے ہوئے تو سر ڈھکا ہوا ہوتا ہے، لباس بڑا اچھا پہنا ہوا ہوتا ہے اور باہر پھرتے ہوئے سر پر دوپٹہ بھی نہیں ہوتا بلکہ دوپٹہ سرے سے غائب ہوتا ہے، سکارف کا تو سوال ہی نہیں۔ پس مائیں اگر اپنے عمل سے بھی اور نصائح سے بھی بچیوں کو توجہ دلاتی رہیں گی، یہ احساس دلاتی رہیں گی کہ ہمارے لباس حیادار ہونے چاہئیں اور ہمارا ایک تقدّس ہے تو بہت سی قباحتوں سے وہ خود بھی بچ جائیں گی اور ان کی بچیاں بھی بچ جائیں گی۔ اگر ہم اپنے جذبات کی چھوٹی چھوٹی قربانیوں کے لئے تیار نہیں ہوں گے تو بڑی بڑی قربانیاں کس طرح دے سکتے ہیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 28/ جون 2008ء)

معزز بہنو! لڑکیوں اور لڑکوں کے بے حجابانہ میل جول سے جو برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اس حوالہ سے ماؤں کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ایک عمر کے بعد بچیاں اپنے کلاس فیلو اور اسکول فیلو لڑکوں سے بھی ایک حجاب پیدا کریں۔ جب بھی ضرورت ہو ایک حجاب کے اندر رہتے ہوئے بات ہونی چاہئے۔ لڑکیاں خود بھی اس بات کا خیال رکھیں اور ماں باپ بھی خاص طور پر مائیں اس بات کی نگرانی کریں کہ ایک عمر کے بعد لڑکی اگر دوسرے گھر میں جاتی ہے تو محرم رشتوں کے ساتھ جائے اور خاص طور پر جس گھر میں کسی سہیلی کے بھائی موجود ہوں کسی وقت، تو خاص طور پر ان اوقات میں ان گھروں میں نہیں جانا چاہئے۔ پھر بعض جگہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی احساس نہیں دلایا جاتا تو جو کلاس فیلو لڑکے ہوتے ہیں گھروں میں بڑی عمر تک آتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ کا

فضل ہے کہ احمدی معاشرے میں ایسی برائیاں بہت اِکّا دُکّا شاذ ہی کہیں ہوتی ہیں۔ اکثر بچ رہے ہیں لیکن اگر اس کو کھلی چھٹی دیتے چلے گئے تو یہ برائیاں بڑھنے کے امکانات ہیں۔ رشتے برباد ہونے کے امکانات ہیں۔ لڑکیوں نے اگر اس معاشرے میں تفریح کرنی ہے تو ہر جگہ پر اس کا سامان کرنا لجنہ کا کام ہے۔ پھر مسجد کے ساتھ یا نماز سینٹرز کے ساتھ کوئی انتظام کریں جہاں احمدی بچیاں جمع ہوں اور اپنے پروگرام کریں۔ اگر بچپن سے ہی بچیوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنی شروع کر دیں گی کہ تمہارا ایک تقدّس ہے اور اس معاشرے میں جنسی بے راہ روی بہت زیادہ ہے تم اب شعور کی عمر کو پہنچ گئی ہو تو اس لئے خود اپنی طبیعت میں حجاب پیدا کرو جو تمہارے اور تمہارے خاندان کے اور جماعت کے لئے نیک نامی کا باعث بنے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِلا ماشاء اللہ تمام بچیاں اس بات کو سمجھتے ہوئے نیکی کی راہ پر قدم مارنے والی ہوں گی۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 11/جون 2006ء)

اسی طرح موجودہ زمانے میں حیا کے گرتے ہوئے معیار کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے احمدی بچوں اور بچیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"آجکل کے معاشرے میں جو برائیاں ہمیں نظر آرہی ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ایک لفظ کی تصدیق کرتی ہیں۔ پس ہر احمدی لڑکی، لڑکے اور مرد اور عورت کو اپنی حیا کے معیار اونچے کرتے ہوئے معاشرے کے گند سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ یہ سوال یا اس بات پر احساس کمتری کا خیال کہ پردہ کیوں ضروری ہے؟ کیوں ہم ٹائٹ جینز اور بلاؤز نہیں پہن سکتیں؟ یہ والدین اور خاص طور پر ماؤں کا کام ہے کہ چھوٹی عمر سے ہی بچوں کو اسلامی تعلیم اور معاشرے کی برائیوں کے بارے میں بتائیں تبھی ہماری نسلیں دین پر قائم رہ سکیں گی اور نام نہاد ترقی یافتہ معاشرے کے زہر سے محفوظ رہ سکیں گی۔ ان ممالک میں رہ کر والدین کو بچوں کو دین سے جوڑنے اور حیا کی حفاظت کے لئے بہت زیادہ جہاد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے اپنے نمونے بھی دکھانے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/جنوری 2017)

خواتین احساسِ کمتری کے بجائے جرأت سے کام لیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے اُنہیں احساسِ کمتری کو ترک کرتے ہوئے جرأت کے ساتھ پردہ جیسے اسلامی احکامات پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اسی حوالہ سے ایک اور موقع پر احمدی خواتین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ جو پردہ چھوڑنے والی ہیں ان میں ایک طرح کا احساسِ کمتری ہے۔ احمدی عورت کو تو ہر طرح کے احساسِ کمتری سے پاک ہونا چاہئے۔ کسی قسم کا complex نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی پوچھتا بھی ہے تو کھُل کر کہیں کہ ہمارے لئے پردہ اور حیا کا اظہار ایک بنیادی شرعی حکم ہے اور مَیں نے دیکھا ہے کہ جن عورتوں کو کوئی complex نہیں ہوتا، جو پردہ کرنے والی عورتیں ہیں اس مغربی ماحول میں بھی اسی پردے کی وجہ سے اُن کا نیک اثر پڑ رہا ہوتا ہے، اُن کو اچھا سمجھا جا رہا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ احساسِ کمتری اپنے دل سے نکال دیں کہ پردے کی وجہ سے کوئی آپ پر اُنگلی اُٹھا رہا ہے۔ اپنی ایک پہچان رکھیں۔ افریقہ میں مَیں نے دیکھا ہے جہاں لباس نہیں تھا اُنہوں نے لباس پہنا اور پورا ڈھکا ہوا لباس پہنا اور بعض پردہ کرنے والی بھی ہیں، نقاب کا پردہ بھی بعضوں نے شروع کر دیا ہے۔ یہاں بھی ہماری افرو امریکن بہنیں جو بہت ساری امریکہ سے آئی ہوئی ہیں اُن میں سے بعض کا ایسا اعلیٰ پردہ تھا کہ قابل تقلید تھا، ایک نمونہ تھا بلکہ کل ملاقات میں مَیں نے اُن کو کہا بھی کہ لگتا ہے کہ اب تم لوگ جو ہو تم پاکستانیوں کے لئے پردے کی مثالیں قائم کرو گے یا جو انڈیا سے آنے والے ہیں اُن کے لئے پردے کی مثالیں قائم کرو گے۔ اس پر جس طرح انہوں نے ہنس کر جواب دیا تھا کہ یقیناً ایسا ہی ہو گا تو اس پر مجھے اور فکر پیدا ہوئی کہ پُرانے احمدیوں کے بے پردگی کے جو یہ نمونے ہیں یقیناً نئی آنے والیاں وہ دیکھ رہی ہیں جبھی تو یہ جواب تھا... اور یہ بھی بتا دوں کہ بچیاں اس وقت تک پردے نہیں کریں گی جب تک آپ اپنے نمونے اُن کے سامنے قائم نہیں کریں گی، مائیں ان کے سامنے اپنے نمونے قائم نہیں کریں گی۔ پس اگر آپ نے جماعت کا بہترین مال بننا ہے خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے خود بھی اور اپنی اولادوں کو بھی اُس کی پناہ میں لانا ہے، اُس کو اپنا ولی اور دوست بنانا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اپنے اوپر نازل ہوتے دیکھنا ہے، اپنے بچوں اور بچیوں کو اس معاشرے کے گند سے بچانا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بھی تعمیل کرنی ہو گی اس پر بھی عمل کرنا

ہو گا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق دے اور آپ لوگ ہر معاملے میں وہ نمونے قائم کرنے والی بن جائیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔“

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 25/ جون 2005ء)

معزز خواتین! حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حیا کے احساس کو قائم رکھنے کے اہم پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

”عورتوں کے لئے بھی مَیں ایک مثال دوں گا۔ پردہ اور حیا کی حالت ہے۔ اگر ایک دفعہ یہ ختم ہو جائے تو پھر بات بہت آگے بڑھ جاتی ہے۔ آسٹریلیا میں مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض بڑی عمر کی عورتوں نے جو پاکستان سے وہاں آسٹریلیا میں اپنے بچوں کے پاس نئی نئی گئی تھیں، اپنی بچیوں کو یہ دیکھ کر کہ پردہ نہیں کرتیں اُنہیں پردے کا کہا کہ کم از کم حیادار لباس پہنو، سکارف لو تو اُن کی لڑکیوں میں سے بعض جو ایسی ہیں کہ پردہ نہ کرنے والی ہیں، انہوں نے یہ کہا کہ یہاں پردہ کرنا بہت بڑا جرم ہے اور آپ بھی چھوڑ دیں تو مجبوراً ان عورتوں نے بھی جو پردہ کا کہنے والی تھیں، جن کو ساری عمر پردے کی عادت تھی اس خوف کی وجہ سے کہ جرم ہے، خود بھی پردہ چھوڑ دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہاں کوئی ایسا قانون نہیں ہے، نہ جرم ہے۔ کوئی پابندی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس طرف توجہ دیتا ہے۔ صرف فیشن کی خاطر چند نوجوان عورتوں اور بچیوں نے پردے چھوڑ دیئے ہیں۔ پاکستان سے شادی ہو کر وہاں آنے والی ایک بچی نے مجھے لکھا کہ مجھے بھی زبردستی پردہ چھڑوا دیا گیا تھا۔ یا ماحول کی وجہ سے مَیں بھی کچھ اس دام میں آگئی اور پردہ چھوڑ دیا۔ اب مَیں جب وہاں دورے پر گیا ہوں تو اُس نے لکھا کہ آپ نے جلسہ میں جو تقریر عورتوں میں کی اور پردے کے بارے میں کہا تو اُس وقت مَیں نے برقع پہنا ہوا تھا، تو اُس وقت سے مَیں نے برقع پہنے رکھا ہے اور اب مَیں اُس پر قائم ہوں اور کوشش بھی کر رہی ہوں اور دعا بھی کر رہی ہوں کہ اس پر قائم رہوں۔ اُس نے دعا کے لئے بھی لکھا۔ تو پردے اس لئے چُھٹ رہے ہیں کہ اس حکم کی جو قرآنی حکم ہے، بار بار ذہن میں جگالی نہیں کی جاتی۔ نہ ہی گھروں میں اس کے ذکر ہوتے ہیں۔ پس عملی اصلاح کے لئے بار بار برائی کا ذکر ہونا اور نیکی کا ذکر ہونا ضروری ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ دسمبر 2013ء)

تعلیمی اداروں میں پردہ کا معیار قائم رکھیں

معزز بہنو! دورۂ جرمنی کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی طالبات کے ساتھ ایک نشست میں اُن کے سوالات کے جواب بھی عطا فرمائے۔ ایک طالبہ نے سوال کیا کہ بعض اوقات انگلینڈ وغیرہ سیر کے لئے جانے کا پروگرام بنتا ہے۔ اگر ہم اپنی بچیوں کو نہ بھیجیں تو کہا جاتا ہے کہ پھر اسکول بدل لیں۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟ حضور انور نے فرمایا کہ:

”اگر اضطراری حالت ہے تو اُنہیں کہیں کہ بچیوں کے ساتھ parents کو بھی جانے دیں۔ وہ نہ مانیں تو اسکول بدل لیں۔ فرمایا: اصل میں بچیوں کی تربیت اس طرح کریں کہ وہ اُنہیں خود کہیں کہ ہم ماں باپ کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمارا اپنا ماحول ایسا ہے کہ ہم اس طرح جانا اچھا نہیں سمجھتیں۔ جب بچی جوان ہو جاتی ہے تو پھر اس کا خیال رکھنا ماحول کا کام ہے۔ اسلام کا توجّ کے بارہ میں بھی یہ حکم ہے کہ عورت اکیلی نہ جائے بلکہ اپنے محرم کو ساتھ لے کر جائے۔ ... عموماً پرائیویٹ اسکول زیادہ زور نہیں دیتے لیکن وہ مہنگے ہوتے ہیں۔ بہر حال بچیوں کو realise کرائیں کہ فلاں فلاں باتیں برائیاں ہیں اور ان سے آپ نے بچنا ہے۔“

(کلاس طالبات جرمنی 10/جون 2006ء)

اسی طرح لڑکیوں کے دوسرے شہروں میں جا کر تعلیم حاصل کرنے کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر ماں باپ اجازت دیں تو پھر سوچا جا سکتا ہے کہ جہاں جانا ہے وہاں کس کے پاس رہنا ہے۔ لڑکیوں کا علیحدہ ہوسٹل ہونا چاہیئے۔ اگر علیحدہ ہے تو ٹھیک ہے۔ پھر وہاں پڑھتے ہوئے اپنے تقدّس کا، پاکیزگی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

حضور انور نے مزید فرمایا کہ ربوہ کی لڑکیاں جب باہر پڑھنے جاتی تھیں تو ہر لڑکی نظارت تعلیم کے ذریعہ مجھ سے اجازت لیتی تھی۔ co-education کی صورت میں بھی مجھ سے اجازت حاصل کرتی ہیں۔ پھر لکھ کر دیتی ہیں کہ پردے میں رہ کر پڑھائی کریں گی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچیوں سے فرمایا کہ

”اگر والدین کو تسلّی نہیں ہے تو پھر بہتر ہے کہ اپنے علاقہ میں رہو اور یہیں پڑھائی کرو۔“

(کلاس واقفاتِ نو جرمنی 8 اکتوبر 2011ء۔)

ایک دوسری مجلس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ کیا اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کسی اور ملک میں جاکر تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے؟ اس کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"اگر آپ higher ایجوکیشن کے لئے باہر جانا چاہتی ہیں اور اپنے ملک میں اس کا انتظام نہیں ہے تو والدین کی اجازت لے کر جائیں۔ لیکن اپنے تقدّس اور حرمت کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اپنی پاکیزگی کا بھی خیال رکھنا چاہئے اور پھر وہاں اسلامی تعلیمات پر عمل کریں۔ اسی طرح وہاں آپ نے دوستیاں بنانے سے پرہیز کرنا ہے اور اپنی پڑھائی سے تعلق رکھنا ہے۔"

(کلاس طالبات جرمنی 10/جون 2006ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ کینیڈا کے دوران منعقد ہونے والی ایک نشست میں طالبات نے حضور انور ایدہ اللہ کی اجازت سے سوالات دریافت کئے۔ ایک طالبہ نے سوال کیا کہ **ہم اپنے غیر مذہب والے دوستوں کو کس طرح سمجھائیں کہ پردہ کیوں ضروری ہے؟**

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ایک تو یہ بتاؤ کہ ہم نے ایک عہد کیا ہے کہ ہم اس دین پر عمل کرنے والے ہیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے کہ تم پردہ کرو تاکہ تمہاری جو ایک sanctity ہے وہ قائم رہے اور تمہیں یہ احساس رہے کہ مَیں نے سوسائٹی میں لڑکوں میں زیادہ mixup نہیں ہونا اور اپنے درمیان اور لڑکوں کے درمیان ایک barrier رکھنا ہے"

حضور انور ایدہ اللہ نے مزید فرمایا کہ: **یونیورسٹی میں لڑکے اور لڑکیاں پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اس میں بعض دفعہ interaction ہو جاتا ہے، لیکن اس میں صرف جہاں تک تمہاری پڑھائی کا تعلق ہے کوئی بات سمجھنی ہے، کرنی ہے صرف اس حد تک ہونا چاہئے۔** اس کے علاوہ کوئی free relationship قائم نہیں ہونا چاہئے۔ دوستی نہیں ہونی چاہئے۔ لڑکیاں دوستی صرف لڑکیوں کے ساتھ کریں"۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پردہ کے احکامات کے حوالہ سے فرمایا کہ:

"پردہ کے جو احکامات ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارہ میں جو ارشادات ہیں۔ اس کی background ہے۔ پرانے زمانے میں جب پردہ اتنا زیادہ نہیں تھا تو اس وقت ایک مسلمان عورت کسی

یہودی کی دکان پر کام کروانے گئی۔ اس وقت باقاعدہ ایسے لباس نہیں ہوتے تھے کہ undergarments بھی پہنے ہوں۔ اس یہودی نے شرارت سے اس کا کپڑا باندھ دیا تو جب وہ کھڑی ہوئی تو وہ کپڑا اتر گیا۔ اس کے بعد وہاں لڑائی شروع ہوگئی۔ بلکہ قتل بھی ہوگیا۔ تو پھر پردے کے بارہ میں حکم ہوا کہ مسلمان عورت اپنی sanctity اور chastity کی حفاظت کرے پس سب سے بہتر یہ ہے کہ تمہارے اور دوسرے لڑکوں کے درمیان ایک فاصلہ ہونا چاہئے۔

دوسرے قرآن کریم میں جہاں حکم آیا ہے کہ پردہ کرو، وہاں پہلے مَردوں کو حکم ہے کہ تم اپنی نظریں نیچی رکھو اور عورتوں کو گھور گھور کر نہ دیکھا کرو۔ اس کے بعد عورتوں کو حکم آیا کہ تم بھی اپنی نظریں نیچی رکھو اور نہ دیکھو لیکن مَردوں کا پھر بھی اعتبار نہیں اس لئے اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اگر تم مجھے یہ گارنٹی دلوادو کہ مرد جو ہیں اُن کے دماغ اور ذہن بالکل پاک ہوگئے ہیں تو مَیں کہوں گا کہ اتنی سختی پردے میں نہ کرو۔ لیکن نہیں ہوا۔ گو ہر مرد ایسا نہیں ہوتا لیکن بہت سے لوگ اس طرح کے ہوتے ہیں کہ جب سوسائٹی میں majority یا ایک خاص تعداد ایسی ہو جس سے نقص پیدا ہوتے ہوں تو بہتر ہے کہ اس سے بچنے کے سامان کئے جائیں تو اس لئے پردہ ہونا ضروری ہے تاکہ آزادانہ تعلقات قائم نہ ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

"ہر مذہب میں پردے کا کہا گیا ہے۔ پرانے زمانے میں عیسائیوں میں جو اچھے خاندان تھے ان میں پردے ہوتے تھے۔ ان کے پرانے لباس دیکھ لو، لمبی maxi ہوتی تھیں اور بازو کلائیوں تک ہوتے تھے اور سر کے اوپر سکارف ہوتا تھا۔ بائبل میں تو یہ ہے کہ کسی عورت کا سر نظر آجائے تو اس کے بال ہی کاٹ دو، منڈوا دو، اس طرح کی سختیاں ہیں جبکہ اسلام نے تو اس طرح کی سختیاں نہیں کیں۔ لیکن اسلام نے عورت کی حیا کو بہرحال قائم رکھا ہوا ہے اور حیا کا تصور ہر جگہ ہے اور ہر قوم میں ہے"۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قرآن کریم میں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ قصہ پڑھتی ہو کہ جب مدین میں دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو پانی پلانا چاہتی تھیں۔ وہاں مرد پانی پلا رہے تھے تو وہ پیچھے ہٹ گئیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ

مَردوں کے ساتھ ہو۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ تو direct interaction انہوں نے بتایا کہ اس طرح ہے۔ انہوں نے ساری بات بیان کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جانوروں کو پانی پلایا۔ اس کے بعد قرآن کریم یہ ذکر کرتا ہے کہ جب وہ چلی گئیں تو پھر اُن میں سے ایک واپس آئی اور بڑی حیا سے اپنے آپ کو سنبھالتی ہوئی آئی، کھلی open ہو کے نہیں آگئی تھی کہ میرا باپ تمہیں بلاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ سارا قصہ لکھا ہوا ہے تم اسے پڑھو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ جب گئے تو باپ بھی بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ میری جوان بچیاں بھی گھر میں ہیں تو مَیں ایک لڑکا گھر میں رکھ لوں کیونکہ یہاں پھر عورت کی sanctity کا سوال آجاتا ہے۔ اس لئے اس نے کہا کہ تمہیں گھر میں رکھ تو لیتا ہوں اور تمہارے پاس گھر میں رہنے کی جگہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے تم میری دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی سے شادی کر لو تا کہ تمہارے رہنے کا کوئی جواز بن جائے۔

پس اصل چیز یہ ہے کہ پردے میں عورت کی حفاظت کی گئی ہے اور اس کے لئے مرد کو بھی روکا گیا ہے لیکن پھر بھی مرد کی بے اعتباری کی وجہ سے عورت کو کہا گیا ہے کہ تم اپنے آپ کو زیادہ سنبھالو۔"

(کلاس طالبات کینیڈا 14/جولائی 2012ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12/اکتوبر 2012ء)

اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدی طالبات کو تبلیغ کے میدان میں اسلامی حکم پردہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کام کرنے کا ارشاد یوں فرمایا:

"یونیورسٹی کی احمدی طالبات سے کہیں کہ اگر انہیں ان کی زبانیں نہیں آتیں تو ان زبانوں میں لٹریچر حاصل کرلیں۔ فرمایا: **انٹرنیٹ پر اگر تبلیغی رابطے کرنے ہوں تو عورتوں کا تبلیغی رابطہ صرف عورتوں سے ہونا چاہئے۔** حضور انور نے پردے کی اہمیت بھی واضح فرمائی۔ فرمایا اگر کہیں مَردوں سے رابطہ ہو جائے تو انہیں پھر مَردوں کے پتے دے دیں۔ اپنے فورم میں صرف عورتوں کو لے کر آئیں۔ اور اگر کسی جگہ عورتیں پوری طرح جواب نہ دے سکتی ہوں اور کوئی مکس گیدرنگ (mix gathering) ہو تو اپنے ساتھ لائی ہوئی مہمان خاتون کو لے کر ایک سائیڈ میں بیٹھیں اور پردے کا خیال رکھیں لیکن جب کھانے پینے کا وقت آئے تو اس وقت مکس گیدرنگ میں نہیں بیٹھنا بلکہ علیحدہ انکلوژر (en-closure) میں چلی جائیں اور جو عورتیں اکٹھی مجالس میں ملیں ان کے پتے حاصل کر کے ان کو صرف عورتوں کی مجالس میں بلائیں۔

اس صورت میں ان کے ذہنوں میں یہ سوال بھی اٹھیں گے کہ آپ مکس مجالس میں کیوں نہیں آتیں؟ اس پر آپ اسلامی پردہ کے متعلق وہاں ان کی غلط فہمیاں بھی دور کر سکتی ہیں۔ (یہاں پر حضور انور نے دریافت فرمایا کہ یہ مکس گیدرنگ وہی ہیں نا جن کو آپ open day کہتی ہیں؟ حضور کو بتایا گیا۔ جی) حضور نے فرمایا کہ یونیورسٹی کی طالبات کے جن سے روابط ہوں ان کی علیحدہ gathering ہو سکتی ہیں۔"

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 9/ جون 2006ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی کے ساتھ میٹنگ میں کئی اہم ہدایات سے نوازا جن میں سے بعض کا تعلق پردہ سے بھی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

"پڑھی لکھی لڑکیوں کو شامل کر کے پردہ کے موضوع پر ایم ٹی اے کے لئے گفتگو کا پروگرام بنائیں، جس میں اس اسلامی حکم کا مقصد بیان کریں۔ اس موضوع پر بائبل کے حوالہ جات سے بات کریں اور بتائیں کہ عیسائیت نے عورت کو کمتر سمجھتے ہوئے پردہ کا حکم دیا ہے جبکہ اسلام نے عورت کے تقدّس اور اس کے مقام کو بلند کرنے کے لئے یہ حکم دیا ہے۔ پھر پردہ کی مخالفت کرنے والے لوگوں کو بتائیں کہ تم نے اپنے مذہب کو اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ پریکٹیکل مذہب نہیں تھا اور آجکل کے حالات میں چل نہیں سکتا تھا لیکن اسلام ایک پریکٹیکل مذہب ہے اور ہم حجاب اور پردہ کے ساتھ ہر کام کر سکتی ہیں۔ ایسے پروگرام بنا کر ایم ٹی اے کے لئے بھجوائیں۔ ایم ٹی اے پر لجنہ اماء اللہ کے جو پروگرام آتے ہیں وہ میری ہدایات اور نگرانی میں بنتے ہیں، اگرچہ وہ ساری دنیا کے لئے ہوتے ہیں لیکن یہاں کے ماحول کے لحاظ سے خاص طور پر یورپ کے ممالک کے لئے ہوتے ہیں۔ حضور انور نے مزید فرمایا کہ جو احمدی بچیاں پردہ وغیرہ پر اعتراض کرتی ہیں، جیسا کہ میں نے لجنہ اماء اللہ یوکے کے اجتماع میں کہا تھا، انہیں بتائیں کہ آپ جب کوئی کلب جوائن کرتی ہیں تو اس کے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں، اگر ان اصول وضوابط کی پابندی نہ کی جائے تو اس کلب کی ممبر شپ منسوخ ہو جاتی ہے۔ پس اسلام نے بھی کچھ اصول بنائے ہیں اس میں نماز پڑھنی، قرآن پڑھنا اور اس کے تمام حکموں پر عمل کرنا شامل ہے۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے آپ نے یہ عہد کیا ہے کہ آپ جو کہیں گے وہ کروں گی۔ ان باتوں کے پیش نظر خود دیکھ لو کہ تم کس مقام پر ہو۔ پھر ان سے پوچھیں کہ کیا تم خود کو

احمدی سمجھتی ہو؟ اگر سمجھتی ہو تو کیا اسلام کے بنیادی حکموں پر یقین رکھتی ہو؟ اگر رکھتی ہو تو کیا اس کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہو؟ اگر کرتی ہو تو اس میں ایک حکم پردہ کا بھی ہے۔ اس طریق پر سمجھاتے ہوئے ان سے پوچھیں کہ اب بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتی ہو، منافقت کے ساتھ جماعت میں دکھاوے کے لئے رہنا چاہتی ہو یا اپنے آپ کو بدل کر نیک ارادہ کے ساتھ خود کو ٹھیک کرنا چاہتی ہو؟

(میٹنگ نیشنل مجلسِ عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 25/ دسمبر 2006ء۔ مطبوعہ الفضل انٹر نیشنل 19/ جنوری 2007ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ جرمنی کی نیشنل مجلس عاملہ کے ساتھ میٹنگ میں پردہ کے حوالے سے جو ہدایات بیان فرمائیں اُن میں فرمایا:

”جرمنی کی خواتین نے اور افریقن خواتین نے پردہ میں ترقی کی ہے اور آپ پیچھے جا رہی ہیں۔ ابھی چند دن پہلے ایک جرمن لڑکی ملاقات میں آئی تھی۔ اس کا بڑا اچھا پردہ تھا۔ ایک انگریز لڑکی یوکے میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں Ph.D. کر رہی ہے، اس کا اتنا اچھا پردہ ہے، اس کو تو شرم نہیں آتی۔“

حضور انور نے فرمایا:

”یونیورسٹیوں میں احمدی لڑکیاں یہ خیال رکھیں کہ لڑکوں کے ساتھ علیحدہ بیٹھ کر گپ شپ نہ لگائیں۔ اس سے دوستیاں بڑھتی ہیں اور پھر اِدھر اُدھر بازاروں میں جانا شروع ہو جاتا ہے۔ یونیورسٹی میں اپنی پڑھائی کے سلسلہ میں اگر کسی طالبعلم سے کوئی مدد لینی ہے تو اس میں روک نہیں۔ جہاں تک یونیورسٹی میں انفرادی تبلیغ کا تعلق ہے اس بارہ میں پہلے ہی ہدایت دی ہوئی ہے کہ لڑکیاں لڑکیوں کو تبلیغ کریں اور لڑکے لڑکوں کو تبلیغ کریں۔“

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 18/ دسمبر 2009ء)

ہدایت پر قائم رہنے کے لئے دعا کی تلقین

ہر قسم کے شیطانی اثرات سے بچنے اور نیکی کی راہ پر قائم رہتے ہوئے زندگی گزارنے کے لئے دعا بہت اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ احمدی خواتین سے ایک موقع پر خطاب فرماتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے دعا کی مدد سے خدا تعالیٰ کے احکامات کی پابندی اختیار کرنے کا مضمون بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ دعاؤں کو بھی سنتا ہے اور دلوں کا حال بھی جانتا ہے۔ اس لئے نیک نیتی کے ساتھ اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور ہر احمدی کو، عورت مرد کو یہ حکم ہے کہ دعائیں کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ

نے ہدایت دی ہے تو اس پر قائم بھی رکھے اور شیطانی خیالات کو اللہ تعالیٰ مجھ پر حاوی نہ ہونے دے۔ اگر یہ سب کچھ ہو گا تو دنیا کی جو لذات ہیں، دنیا کے فیشن ہیں یا یہ احساسِ کمتری کہ اگر ہم دنیا کے مطابق نہ چلے تو ہمیں دنیا کیا کہے گی، یہ سب چیزیں بے حیثیت ہو جائیں گی۔ دین اور جماعت مقدّم ہو جائے گی۔ ایک احمدی لڑکی اپنی حیا کی حفاظت کرنے والی ہو جائے گی۔ اُس کو یہ خیال نہیں آئیں گے کہ کیا حرج ہے اگر میری تصویر رسالوں میں چھپ جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا جو پردہ کا حکم ہے اُسے اس بات سے روکے رکھے گا کہ یہ حرکت نہیں کرنی۔ یہ خیال پیدا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے اور یہ حکم بھی پردہ کا اور اپنی حیا کا قرآنِ کریم کے حکموں میں سے ایک حکم ہے۔ اس لئے میں نے بہر حال اپنی حیا اور اپنے پردہ کی حفاظت کرنی ہے۔ تمام اُن باتوں پر عمل کرنا ہے یا کرنے کی کوشش کرنی ہے جن کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُن راستوں پر چلنے کی دعا مانگنی ہے جو اُس کی پسند کے راستے ہوں۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے ملنے والے ہر حکم کی تعمیل کر کے اپنے عہد کو پورا کرنا ہے کہ جو بھی معروف فیصلہ وہ کریں گے اُس کی پابندی ضروری سمجھوں گا اور یہ پابندی قرآنِ کریم میں ہے۔ جب اس سوچ کے ساتھ ہر عورت زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے گی، ہر مرد زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے گا تو پھر یہ کڑا جس پر اُس نے ہاتھ ڈالا ہے اُسے شیطانی اور دنیاوی خیالات سے بچانے کی ضمانت بن جائے گا۔ اس کی وضاحت بھی جو پہلے میں نے آیت تلاوت کی اُن میں سے اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے کہ: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرۃ:258) کہ اللہ تعالیٰ اُن کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ پس اس بات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ جس کا دوست ہو جائے، شیطان وہاں آسکے۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ یوکے 8/ ستمبر 2012ء)

پردہ ہے علامت عصمت کی، پردہ ہے روایت عظمت کی
عورت کے تقدس کی خاطر کوئی اس سے حسیں تدبیر نہیں
پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگِ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں

۞۞۞۞

﴿34﴾ ﴿مشاہدات۔357﴾

مَدَّرز ڈے

(Mother's day)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا (الاحقاف:16)

ترجمہ: ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ وہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اُسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اُسے جنم دیا۔

دعا دیتے ہیں لب اور لوریاں لہجہ سناتا ہے
مری ماں کے تکلم میں فرشتہ گنگناتا ہے
بدل کوئی نہیں اس کا، خریدا جا نہیں سکتا
جو چین آغوشِ مادر میں کسی بچے کو آتا ہے

پیارے بھائیو! مجھے آج آپ کے سامنے مدَّرز ڈے کے حوالے سے گفتگو کرنی ہے جس سے ماں جیسی عظیم شخصیت کا مقام و بلند مرتبہ ہم پر واضح ہو جائے۔

سامعین! آج کل دنیا کے مختلف علاقوں اور خطوں میں یومِ مادر یعنی مدرز ڈے یا ماؤں کا دن بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ دنیا کے مختلف جگہوں میں قوموں، سوسائٹیوں اور جماعتوں نے اپنی اپنی سہولت کے مطابق سال میں 37 کے قریب دن، یوم مادر کے طور پر مقرر کر رکھے ہیں تاہم ماہِ مئی کا دوسرا اتوار اور بعض مقامات پر ماہ مئی کا آخری اتوار دنیا کے اکثر حصوں میں مدرز ڈے کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اِسے یوم امن کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اس روز ماؤں کو happy wish کرتے، اُن سے ملتے، اُنہیں تحفے دیتے بالخصوص گلابی خوشبودار پھول دیئے جاتے ہیں اور جن کی مائیں اس دارِ فانی سے کوچ کر چکی ہوتی ہیں وہ اپنے سینوں پر سفید رنگ کے پھول علامتی طور پر لگا لیتے ہیں۔ اِس روز اولڈ ایج ہاؤسز میں کافی رش دِکھنے کو

ملتا ہے اور ماؤں کو خوبصورت کارڈز کے ذریعہ ہیپی مدَر ڈے کہا جاتا ہے چاہے یہ بچے سال کے باقی دنوں اپنی ماؤں کو پوچھیں بھی نہ۔ ہوٹلوں میں مدَرز ڈے سے ایک ایک مہینہ قبل اُس روز کا مینو ہوٹلوں کے باہر آویزاں کر دیا جاتا ہے اور ہوٹلوں اور کلبوں میں تِل رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔

ویسے تو خاندان میں ہر رشتہ ہی عزیز اور مقدس ہے۔ بڑوں کی عزت واحترام اور چھوٹوں سے پیار سے پیش آنے اور رحم کرنے کی تلقین اسلام مذہب میں ملتی ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے، عزت واحترام اور عقیدت سے پیش آنے کی تعلیم قرآن و احادیث میں واضح طور پر بیان ہوئی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور سنت سے والدین سے عزت سے پیش آنے کو بطور نمونہ چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں ماں باپ کو اُن کے بڑھاپے میں اُف تک نہ کرنے کے قرآنی حکم کے علاوہ حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو والدین سے احترام سے پیش آنے کی تلقین موجود ہے اور اللہ کریم کے شکر ادا کرنے کے تعلیم اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمٰن: 15) کے الفاظ میں ملتی ہے جس کے ساتھ والدین کا شکریہ ادا کرنے کی تلقین ہے۔ شاید اِس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی وجود کو دنیا میں لانے کا فیصلہ کرتا ہے تو والدین کو اِس کا ذریعہ بناتا ہے۔ اگر ہم اپنی روزمرہ نمازوں کے الفاظ کا جائزہ لیں تو نوافل کے علاوہ ایک درجن کے لگ بھگ ہم اپنے والدین کے لئے اِن الفاظ میں دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ۔

سامعین! احادیث میں ماں کو باپ پر فوقیت دی گئی ہے۔ بخاری کتاب الادب کی حدیث ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ! لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری والدہ! پھر اُس شخص نے اپنے سوال کو دہرایا۔ آپؐ نے پھر یہی جواب دیا کہ تمہاری والدہ! اُس کے تیسری مرتبہ دریافت کرنے پر بھی والدہ کا ہی نام حضورؐ نے فرمایا۔ پھر اُس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا ماں کے بعد تیرا باپ تیرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔

ماں کو باپ پر فوقیت دینے کی کچھ وجوہات ہو سکتی ہیں جو سمجھ میں آتی ہیں حالانکہ باپ ہی کی وجہ سے کوئی خاتون ماں کے درجہ تک پہنچتی ہے۔ اگر باپ نہ ہوتا تو ماں نہ بنتی لیکن اولاد کے لئے دونوں کی ذمہ داریاں

الگ الگ ہیں۔ باپ کا دن بھی فادر ڈے کے طور پر گو منایا جاتا ہے لیکن ذرا قدرے کم دلچسپی کے ساتھ۔ والد کی ذمہ داری گھر اور گھر سے باہر ذریعہ معاش کی ہے لیکن ماں کی ذمہ داری گھر میں بچوں کی دیکھ بھال، پرورش اور تعلیم و تربیت کی ہوتی ہے۔ ویسے بھی بچہ نو ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہ کر ماں کے خون سے غذا حاصل کر چکا ہوتا ہے اور کسی حد تک ماں کا جزوِ بدن بن چکا ہوتا ہے۔ پھر پیدائش کے بعد اڑھائی سال تک ماں کے پستانوں سے دودھ پی کر باپ کی نسبت ماں سے زیادہ مانوس ہو جاتا ہے۔ نو ماہ پیٹ میں تکلیف اُٹھانے کے بعد پالنے پوسنے تک ماں ہی تکلیف برداشت کرتی ہے۔ اول تو بچہ جننے کا مرحلہ اپنی ذات میں بہت تکلیف دہ ہے پھر جب وہ رات کو بستر پر پیشاب کر دیتا ہے تو بستر کے گیلے حصہ میں ماں خود سو جاتی ہے اور اپنے جگر سے الگ ہوئے ننھے منے بچے کو سوکھی جگہ پر لٹاتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کرنے میں ماں کو باپ پر فوقیت دی ہے۔ حضرت امام بخاریؒ اپنے مجموعہ احادیث صحیح بخاری میں بعض ایسی حکایات اور کہانیاں بیان کرتے ہیں جو بہت سبق آموز ہوتی ہیں مثلاً ایک حکایت یوں بیان ہوئی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ تین اشخاص اکٹھے سفر پر تھے۔ ایک رات آندھی اور بارش نے اُن کو آلیا۔ اُن تینوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ ہوا اور آندھی اتنی تیز تھی کہ ایک بڑی چٹان لڑھک کر غار کے سرہانے آرُکی اور تینوں کے باہر نکلنے کا راستہ بند ہو گیا۔ جس سے وہ بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اپنی کسی پرانی نیکی کو یاد کر کے اپنے ربّ سے اُس نیکی کا واسطہ دے کر دُعا کی جائے کہ اے اللہ! مَیں نے کسی وقت تیری رضا کے لئے یہ نیک کام کیا تھا۔ اس کے طفیل تو اس پتھر کو ہٹا دے۔ امام بخاری لکھتے ہیں کہ پہلے دو نے اپنی اپنی نیکیاں گن کر اللہ تعالیٰ سے پتھر ہٹ جانے کی دعا کی تو پتھر تھوڑا تھوڑا سرکا مگر ابھی بھی وہ باہر نکلنے کے قابل نہیں تھے۔ اب تیسرا بندہ اپنے اللہ سے یوں گویا ہوا کہ اے اللہ تبارک و تعالیٰ! مَیں تلاشِ معاش میں سارا سارا دن گھر سے باہر رہتا تھا جب مَیں گھر واپس لوٹتا تو ماں باپ سو چکے ہوتے۔ مَیں بکریوں کا دودھ دھو کر گلاس میں ڈال کر ساری ساری رات اُن کے سرہانے کھڑا رہتا کہ جونہی وہ اٹھیں مَیں اُن کو دودھ پلا کر اُن کی خدمت کروں۔ اے اللہ! اگر یہ نیکی ہے تو اِس کو قبول فرما اور غار کے سر سے پتھر ہٹا کر ہمیں اس مشکل سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ

ادا بہت پسند آئی اور آواز سنائی دی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ پتھر آگے سے ہٹ جاؤ اور ان تین نیکو کاروں کو باہر نکلنے کا راستہ دے دو اور یوں اُن تینوں نے مشکل سے نجات پائی۔

سامعین! والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور عزت و احترام سے پیش آنے کے حوالہ سے بہت سی اسلامی تعلیمات ہمیں ملتی ہیں۔ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ اور متبعینِ امت کو اپنی عمریں دراز کرنے اور رزق میں فراوانی یعنی برکت کے لئے نہایت ہی عمدہ نسخہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی خواہش ہے کہ اُس کی عمر دراز ہو اور رزق میں برکت پڑے اور رزق میں فراوانی ہو تو اُسے چاہئے کہ اپنے والدین سے حُسنِ سلوک کرے اور عزیز و اقارب سے صِلہ رحمی کرے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 422)

میرے بھائیو و بہنو! ہم بات کر رہے تھے کہ ماں کو باپ پر فوقیت دی گئی ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ بچے کی پرورش اور upgrading میں ماں کا عمل دخل باپ سے زیادہ ہے۔ ماں بچے کی خاطر بہت دکھ، درد اور تکلیف برداشت کرتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اُس کو نہیں چھوڑتی اپنے بچے کے ساتھ ایک وجود بن کر رہتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مختلف مذاہب، سوسائیٹیوں اور علاقوں میں "ماں" کے لئے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں اُن میں "میم" مشترکہ ہے جیسے ماما، اُمّ، امی، ممی، اماں، ممتا، ممّا، مدَر، ماتا، مادرے، مادر، ماتے، مورے اور مُوو غیرہ اور ہم نے اپنی زبان میں جب والدین کا اکٹھا ذکر کرنا ہو تو اُمی ابا اور ماں باپ کہتے ہیں جن میں والدہ پہلے اور باپ بعد میں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ماں تو بچے کی خدمت خاطر میں تو کوئی وقفہ نہیں ڈالتی اور نہ ہی کوئی خاص وقت مخصوص کرتی ہے کہ صبح کے وقت مَیں دیکھ بھال کروں گی شام یا دوپہر کو نہیں۔ وہ ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروفِ خدمتِ اولاد رہتی ہے اور ہر ماں کی ادا دوسری ماں سے مختلف نظر آتی ہے تو پھر سال میں ایک یا دو دن مدرز ڈے کیوں؟ سارا سال کیوں نہیں بلکہ بچے کی زندگی کا لمحہ لمحہ مدر ڈے کیوں نہیں۔ جس طرح ماں لمحہ بہ لمحہ بچے کی خدمت اور پرورش میں مصروف نظر آتی ہے ویسا ہی بچہ یا بچی کو بھی ماں کی خدمت میں ہر وقت مصروفِ عمل رہنا چاہئے۔ بالخصوص جب ماں بڑھاپے میں داخل ہو رہی ہو یا داخل ہو چکی ہو۔

میرے ساتھیو! سال میں ایک یا دو دن مدر ڈے یا فادر ڈے منانے کا رواج اب زور پکڑ گیا ہے گو یورپین اور مغربی معاشرے میں بھی ماؤں اور باپوں بالخصوص ماؤں کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ انگریز اور یورپین لوگ اپنی ماؤں کے علاج معالجہ اور دیگر سہولیات بہم پہنچانے کے لئے بہت قربانی کرتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھنے کو ملا ہے کہ مائیں جب بوڑھے یا عمر رسیدہ ہو کر بسا اوقات بچوں جیسی حرکات کرنے لگتیں ہیں اور اولاد کے آرام میں خلل آنے لگتا ہے تو وہ اِن کو Old age houses میں چھوڑ آتے ہیں جبکہ مشرقی معاشرے میں ایسا نہیں اور نہ ہی اسلام اِس کی اجازت دیتا ہے۔ یومِ مادر (مدر ڈے) منانے کے حوالہ سے سوالات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے بھی ہوتے رہے اور اب موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے بچے اور بچیاں یہ سوال کرتے رہتے ہیں کہ یہاں یورپ میں مدر ڈے اور فادر ڈے مناتے اور ہمارے گھروں میں تحفے بھجواتے ہیں۔ ایک موقع پر ایسے ہی سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"ٹھیک ہے تحفے بے شک لے لیا کرو لیکن اسلام تو کہتا ہے کہ ہر دن مدر ڈے ہے تم ہر روز مدر ڈے مناؤ۔ مَیں نے یہاں ایک دفعہ لندن میں ایک فنکشن تھا۔ مسجد کا افتتاح تھا۔ انگریز آئے ہوئے تھے۔ اُس دن مدر ڈے تھا اُن کو مَیں نے یہی کہا تھا کہ تمہارا مدر ڈے آج ہے اسلام تو ہر روز کو مدر ڈے کہتا ہے۔ والدین کی عزت کرو، اُن سے حسن سلوک کرو۔ اُن کو اُف نہ کہو اُن کی خدمت کرو۔ تحفہ روز دو ماں باپ کو اگر تمہیں توفیق ہے تو"

سامعین! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر ایک بار پھر مختصراً ماں کی خدمت کے حوالے سے چند فقرات کہہ کر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ امید ہے کہ یہ فقرات بھی ہم سب کو اپنی ماؤں کی خدمت اور اُن سے حسن سلوک کرنے کی طرف راغب کریں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَات کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ یہ ایک ایسی مقدس لازوال نصیحت ہے جو رہتی دنیا تک ہم مسلمانوں کے لئے رہنما اصول اور رہبر کے طور پر کام کرتی رہے گی۔ اِس میں سبق یہ ہے کہ ہمیں اپنی ماؤں کی ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر لحظہ اتنی خدمت بجالانی چاہیئے کہ ہمیں اپنے سامنے جنت نظر آنے لگے۔ حضرت اویس قرنیؓ یمن میں رہا کرتے تھے اُن تک اسلام کا پیغام پہنچ چکا تھا وہ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی

صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کے خواہاں تھے مگر وہ اپنی والدہ محترمہ کی خدمت کی وجہ سے مدینہ کا سفر اختیار نہ کرسکے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جان کر ایک دن یمن ملک کی طرف اپنا رُخِ مبارک کرکے فرمانے لگے مجھے اِس طرف سے رحمان خدا کی خوشبو آتی ہے۔ یمن میں میرا ایک پرستار رہتا ہے جو اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے آستانۂ نبوت پر حاضر نہیں ہو پا رہا۔ بلکہ ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ جو اُسے ملے اُسے میرا اسلام پہنچائے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے یمن کا سفر اختیار فرمایا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا السلام علیکم حضرت اویس قرنیؓ کو پہنچانے کی سعادت پائی۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیوبت میں دو افراد کو ہی سلام پہنچانے کی خواہش کا اظہار فرمایا ایک مسیح اور مہدی جو آخری زمانہ میں امت محمدیہ کا روحانی باپ بن کر آنا تھا اور دوسرا حضرت اویس قرنیؓ جو اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف رہ کر زیارتِ رسولؐ نہ کرسکا اور ان کا تو ہر لمحہ ہی مدرڈے تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولاد جب اپنے والدین پر محبت بھری نگاہ ڈالتی ہے تو اِس کے بدلے میں اُسے حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے۔

(مسلم)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اُس کے تمام ہمّ و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو، چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو نہیں چھوڑ سکتی۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کرسکتی۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”بڑے بد قسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔ باپ کی رضامندی کو مَیں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔“

پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جب ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ مَیں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔ اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں، ہر بات مانیں، ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں، لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے، عزت سے، احترام سے پیش آنا ہے اور نہ صرف نرمی اور عزت واحترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنا ہے اور اتنی پیار، محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہوں۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 جنوری 2004ء از بچوں کی تقاریر مرتبہ حنیف محمود صفحہ 53-54)

گلشن میں گل و لالہ کو جو رنگ ملا ہے
یہ تیری ہی محنت کا دعاؤں کا صلہ ہے
انصار ہیں خدّام ہیں اطفال ہیں ان میں
ہر پھول ترے دامنِ اَطہر میں کِھلا ہے

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴾35﴿ ﴾مشاہدات۔28﴿

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

(جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے)

یہ رب العالمیں کا سایہ رحمت ہے دنیا میں
دعا ماں باپ کی لے لو خدا کے پاس جانا ہے

پیاری اور معزز بہنو! آج میری گفتگو کا محور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پُر معارف اور نصیحت آموز ارشاد **اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ** ہے جس کے معانی ہیں جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

اس ارشاد کے دو معانی ہیں۔ پہلے معنی ہیں کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ یہ حدیث بالعموم بچوں کو اپنی ماؤں کی خدمت کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لیے بولی جاتی ہے کہ ماں کی خدمت جنت کی طرف لے جاتی ہے اور دوسرے معانی اس حدیث سے جڑی ہوئی ایک احمدی عورت کی ذمہ داریوں سے ہے کہ مائیں ایسے رنگ میں اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کریں کہ بچے جنت کی راہ دیکھنے لگیں۔

دوسرے معنوں میں مضمون کا خلاصہ ایک سادہ سے الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ احمدی مائیں اپنے بچوں کی ایسے رنگ میں تربیت اور اصلاح کریں کہ ان بچوں کو جنت اپنی منزل نظر آئے اور وہ ماؤں کی خدمت کرنے والے، ان کی اطاعت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ حقیقت میں بچوں کی جنت اور جہنم ماؤں سے جڑی ہوئی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے ماں باپ ہی اُسے یہودی، نصرانی، مشرک اور مسلمان بناتے ہیں۔ مائیں اگر اچھی تربیت کریں گی تو بچے جنت کا رُخ کریں گے ورنہ دوزخ کا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بانی لجنہ تنظیم فرمایا کرتے تھے کہ اگر مائیں بچوں کو نماز کی عادی بنائیں گی تو مرنے کے بعد جب وہ قبر میں سو رہی ہوں گی اور ان کے بچے ظہر کی نماز پڑھیں گے تو فرشتے ماؤں کو مخاطب ہو کر کہہ رہے ہوں گے کہ آپ نے بھی ظہر کی نماز پڑھی۔ اسی طرح

علی ھذا القیاس عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کے وقت فرشتے نمازوں کا ثواب ماؤں کے حق میں لکھ رہے ہوں گے۔ جب ان کے بچے دیگر نمازیں ادا کریں گے۔

بچوں کی تربیت والدین کے لیے ایک صدقہ جاریہ ہوتا ہے۔ جب بچوں کے نیک اعمال کا اجر ماں باپ کو ان کی وفات کے بعد بھی ملتا ہے۔ تو یہی معنی ہیں اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ کے۔ ماں گھر کے انسٹیٹیوٹ کی انچارج ہوتی ہے۔ ماں کو اگر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مربی کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ مربی کا لفظ رب سے لیا گیا ہے جس طرح رب ان بچوں کی تعلیم و تربیت کے سامان مہیا کرتا ہے ویسے ہی ماں بطور مربی اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ دار ہے۔ مربی کے ایک معنی مالی اور باغبان کے بھی ہیں جو پودے کی شاخوں کی کانٹ چھانٹ کرتا اور گوڈی کرکے جڑی بوٹیوں کو الگ کرتا اور پودے کو خوبصورت بناتا ہے۔

تربیت کے ایک معنی Breeding کے بھی ہیں جس طرح ماں، بچوں کو Breed کرتی، ان کے لیے دعائیں کرتی اور پیار بھری نظر سے دیکھتی ہے اسی طرح تربیت کے ایک معنی Nursing کے ہیں۔ ان معنوں میں ماں اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتی اور نشوونما کرتی ہے اور وہ ان کو جنت کی راہ دکھلاتی ہے اور یوں بچے ماں کے قدموں میں رہ کر جہاں تربیت پاتے ہیں وہاں جنت کی راہ بھی متعین کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بچوں کا ماں سے نیکیاں سیکھنے اور بچوں کو بُری باتوں سے بچانے کی مثال مرغی اور چوزوں سے دیا کرتے تھے۔ جس طرح مرغی اپنے چوزوں کو پروں کے نیچے لے کر اُچک کر لے جانے والے پرندوں سے محفوظ کرتی ہے اِسی طرح مائیں بچوں کو اپنے ساتھ چمٹائے رکھ کر بُری باتوں سے بچوں کو محفوظ رکھتی ہیں۔ اور جنت کی طرف لے جاتی ہیں۔

سامعات! بانی تنظیم لجنہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس حوالے سے ماؤں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ یہ کتنا لطیف فقرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کی کتنی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ عام طور پر لوگ اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ ماں کی اطاعت اور فرمانبرداری میں جنت ملتی ہے یہ بھی درست ہے۔ لیکن اس کے اصل معنے یہ ہیں کہ درحقیقت قوم میں جنت تبھی آتی ہے جب مائیں اچھی ہوں اور اولاد کی صحیح تربیت کرنے

والی ہوں۔ اگر مائیں اچھی نہ ہوں اور اولاد کی صحیح تربیت نہ کریں تو اولاد کبھی بھی اچھی نہیں ہو گی اور جس قوم کی اولاد اچھی نہیں ہو گی اُس قوم میں جنت بھی نہیں آئے گی۔ پس در حقیقت قوم میں جنت ماؤں کے ذریعے سے ہی آتی ہے۔ قوم کی مائیں جس رنگ میں بچوں کی تربیت کریں گی اُسی رنگ میں اُس قوم کے کاموں کے نتائج بھی اچھے یا بُرے پیدا ہوں گے۔ اگر مائیں بچوں کی صحیح تربیت کریں گی تو اُس قوم کے کاموں کے نتائج بھی اچھے پیدا ہوں گے اور وہ قوم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گی اور اگر مائیں بچوں کی صحیح تربیت نہیں کریں گی تو اس قوم کے کاموں کے نتائج بھی اچھے پیدا نہیں ہوں گے اور وہ قوم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کی تعلیم پر خاص زور دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ وعظ فرمار ہے تھے کہ اگر کسی شخص کے ہاں تین لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ شخص جنت کا مستحق ہو جائے گا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر کسی کے ہاں تین لڑکیاں نہ ہوں بلکہ دو ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کے دو لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ بھی جنت کا مستحق ہو جائے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کے ہاں ایک ہی لڑکی ہو اور وہ اس کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ جنت کا مستحق ہو جائے گا۔

اَب دیکھو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تعلیم دلانے کی کتنی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ **مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فیصد عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔** گویا خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کر لو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہی ہے کہ جب تک دنیا پر ظاہر نہ کر دیا جائے کہ اسلام نے عورت کو وہ درجہ دیا ہے اور عورتوں کو ایسے اعلیٰ مقام پر کھڑا کیا ہے دنیا کی کوئی قوم اس میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی اُس وقت تک ہم غیروں کو اسلام کی طرف لانے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایک غیر مذہب کا آدمی قرآن مجید کا مطالعہ اور اس پر غور اور اس پر عمل تو تب کرے گا جب مسلمان ہو جائے گا۔ مسلمان ہونے سے پہلے تو وہ ہمارے عمل اور ہمارے نمونہ سے ہی اسلام کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ پس عورتوں کی

اصلاح نہایت ضروری ہے۔ قادیان میں تو اس کام کے لیے ہر قسم کی جدوجہد ہو رہی ہے۔ یہاں تعلیم کا انتظام بھی موجود ہے، لڑکیوں کے لیے مدرسہ اور دینیات کالج بھی ہے، مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اور جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یہ کام ہمارے بس کا نہیں بلکہ یہ کام تمہارے ہاتھوں سے ہو سکتا ہے۔ جب تک ہماری مدد نہ کرو اور ہمارے ساتھ تعاون نہ کرو اور جب تک تم اپنی زندگیوں کو اسلام کے فائدے کے لیے نہ لگاؤ گی اس وقت تک ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"**

(اُوڑھنی والیوں کے لیے پُھول صفحہ 392-391)

سلام ماں کو قدموں میں جس کے جنت ہے
سلام باپ کو ہے سائباں کریمانہ
اگر حیات ہوں ماں باپ خوش نصیبی ہے
ہمارا فرض ہے ہر وقت ان کے کام آنا

معزز بہنو! اللہ تعالیٰ نے ماں کو بہت بلند مقام دیا ہے وہ اس لیے کہ ماں کی گود میں ہی رہ کر ایک بچہ پرورش پاتا ہے۔ پیدائش سے قبل بچہ جب اس کی ماں کی کوکھ میں ہوتا ہے وہاں سے ہی اس کی تربیت شروع ہو جاتی ہے اور جب وہ بچہ اس دنیا میں آتا ہے تو اس کا سب سے گہرا تعلق ماں کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ باپ سے کئی گنا زیادہ ایک بچہ اپنی ماں کے زیرِ سایہ پروان چڑھتا ہے۔ اسی لیے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اتنا بڑا مقام عطا فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں تلے کر دی۔ جنت اِنہیں ماؤں کے قدموں تلے ہے جو اپنے بچوں کی اچھے رنگ میں پرورش کرتی ہیں۔

سامعات! قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ نے 1961ء میں مکرمہ مدیرہ مصباح کی درخواست پر ممبرات لجنہ کے نام جو پیغام بھجوایا اُسے آج کی تقریر سے بہت مناسبت ہے اس لئے بیان کر دیتی ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔

"یاد رکھنا چاہئے کہ تربیت کا زمانہ بچے کی ولادت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کے پیدا ہوتے ہی اس کے

دائیں کان میں اذان کے الفاظ دُہرائے جائیں اور اُس کے بائیں کان میں اقامت کے الفاظ دُہرائے جائیں۔ اس حدیث میں اذان، ایمان کی قائم مقام ہے اور اقامت، عمل کی قائم مقام ہے۔ گویا یہ تعلیم دی گئی ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے ایمان اور عمل کی تربیت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور ماں باپ کو شروع سے ہی اِس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ بعض والدین اس غلطی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ پیدا ہونے والا بچہ تو گویا صرف گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے اور بعد میں بھی وہ کئی سال تک دینی اور اخلاقی باتوں کو سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ مگر ایسا خیال کرنا بڑی غلطی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر شعوری طور پر ولادت کے ساتھ ہی تاثر اور تاثیر کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور والدین کا فرض ہے کہ اِسی زمانہ سے بچوں کی تربیت کا خیال رکھیں اور نگرانی شروع کر دیں۔ آجکل علم النفس کی ترقی نے بھی یہی بات ثابت کی ہے جو ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے بظاہر اُمّی ہونے کے باوجود عرب کے صحراء میں فرمائی تھی کہ بچہ کی ولادت کے ساتھ ہی اس کی تربیت کا انتظام کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ **ماؤں کے قدموں کے نیچے بچوں کے لئے جنت ہے اِس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر مائیں بچپن سے ہی بچوں کی اچھی تربیت کریں اور ان کے اعمال کی نگرانی رکھیں تو وہ ان کو جنت کے رستہ پر ڈال کر ابدالآباد کی نعمتوں کا وارث بنا سکتی ہیں۔**

پس میں اپنے اس مختصر سے نوٹ کے ذریعہ احمدی ماؤں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بچپن سے ہی بلکہ بچوں کی ولادت کے ساتھ ہی ان کی تربیت کا خیال رکھنا شروع کر دیں اور ان کو ایسے رستہ پر ڈال دیں جو جنت کا رستہ ہے تاکہ بڑے ہو کر وہ اسلام اور احمدیت کے بہادر سپاہی بن سکیں اور ان کے دلوں میں خدا کی محبت اور رسولؐ کی محبت اور مسیح موعودؑ کی محبت ایسی راسخ ہو جائے کہ وہ اس کے لئے ہر جائز قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

(محررہ 18 نومبر 1961ء از ماہنامہ مصباح دسمبر 1961ء و جنوری 1962ء)

چلتی پھرتی ہوئی آنکھوں سے اذاں دیکھی ہے
مَیں نے جنت تو نہیں دیکھی ہے ماں دیکھی ہے

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2022ء کے موقع پر ماؤں کو درج ذیل نصائح فرمائیں۔

”یاد رکھیں کہ بچے بہت عقلمند ہوتے ہیں اور نہایت ہی عمیق نظر سے دیکھتے ہیں اس لیے آپ کے اقوال وافعال اور کردار میں کوئی تضاد نہیں ہونا چاہیے یقیناً اگر احمدی والدین اپنے اندر اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی عادت پیدا کرنے سے قاصر رہے تو پھر ان کے بچے بھی بڑے ہو کر دنیاداری اور آج کل کے معاشرے میں بے دینی سے بہت متاثر ہوں گے۔ لہٰذا احمدی والدین کیلئے نہایت ضروری ہے کہ وہ بڑے احتیاط کے ساتھ اپنے آپ میں بہتری لانے کی کوشش کریں تاکہ وہ اپنے بچوں کی صحیح تربیت اور رہنمائی کر سکیں۔ روزانہ اپنے بچوں سے بات چیت کریں اور ان کو وہ چیزیں بتائیں جن کے ذریعہ سے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے قریب ہو جائیں۔ جیسا کہ کئی دفعہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ احمدی والدین کو شروع سے ہی اپنے بچوں کے ساتھ ایک حقیقی دوستی اور باہمی اعتماد کا تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ گو ہے تو یہ والدین کی، دونوں کی ذمہ داری ہے لیکن احمدی ماؤں پر خصوصی طور یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں سے ایک محبت اور قریبی تعلق پیدا کریں اور ان کے اندر دینی اقدار قائم کریں۔ آپ کو اپنے بچوں کا حوصلہ بڑھانا چاہیے تاکہ وہ آپ سے کھل کر اور بغیر کسی جھجھک کے بات کر سکیں۔ بچے فطرتاً متجسس ہوتے ہیں اور ماؤں کی ذمہ داری ہے کہ ان کے سوالوں کے جوابات دیں۔ اگر ماں کو اس کا جواب نہ آئے تو اسے چاہئے کہ اس کا جواب تلاش کرے بجائے اس کے کہ اسے بلا جواب چھوڑ دیا جائے۔ اس سلسلہ میں احمدی لڑکیوں اور خواتین کو اپنے دینی علم کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے اور عصر حاضرہ کے مسائل سے واقفیت ہونی چاہیے۔ اگر آپ اپنا علم بڑھائیں گی تو اس کے ذریعہ سے آپ کے دین میں بھی ترقی ہو گی۔ اپنے بچوں میں دین کیلئے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ان کو بتائیں کہ دین کی کیا ضرورت ہے اور کیوں اس کو تمام امور پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اپنے بچوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کو یقینی بنانا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اور ان احمدیوں کیلئے ایک بڑا چیلنج ہے جن کے بچے اس معاشرہ میں پروان

چڑھ رہے ہیں اور اس کوشش کی انجام دہی میں ماؤں کا بنیادی کردار ہے۔ آخر میں دوبارہ اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''صرف وہ جو اسے یاد کرتے ہیں اور اپنے دین کو ترجیح دیتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں''۔ پس اپنی نمازوں کو اہتمام کے ساتھ ادا کریں اور ہر لفظ پر غور کریں بجائے اس کے کہ (بغیر سمجھے) محض نماز کی حرکات وسکنات کو ادا کریں یا ہونٹ ہلا کر اس کے الفاظ پڑھ دیں۔ ایک مخلص خاتون کی دعائیں ایک بے حساب سرمایہ ہے اور اس لحاظ سے ہمیشہ اپنے لئے، اپنے بچوں کیلئے، اپنے خاوند کیلئے، اپنے معاشرہ کیلئے اور اپنی جماعت کیلئے دعائیں کریں۔ ہمیشہ اس بات کو ذہن میں رکھیں اور دعا کریں کہ آپ خداتعالیٰ کے سامنے جھکے رہیں جو آپ کا خالق ہے اور صرف وہی ہے جو آپ کی پریشانیاں اور مشکلات دور کر سکتا ہے صرف وہی ہے جو آپ کو اسلام قبول کرنے کے بنیادی معیار سے بلند کر کے ایک حقیقی مومن جو ایمان میں مضبوط ہو کے معیار تک لے جا سکتا ہے، صرف وہی ہے جس کے رحم وکرم سے آپ کے بچے اپنے ایمان سے اور دین سے جڑے رہ سکتے ہیں۔ وہی ہے جو آپ کے خاوندوں کو غلط کاموں سے روک سکتا ہے اور ان کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے۔ اگر احمدی خواتین اپنی ذمہ داریاں اور مقاصد کو پورا کریں گی تو وہ اپنے گھروں، اپنے شہروں اپنے ملکوں اور پوری دنیا میں ایک بڑا اخلاقی اور روحانی انقلاب لا سکتی ہیں اور لائیں گی۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ آپ ان میں سے ہوں جو ایسے روحانی انقلاب کو ظہور میں لائیں اور اللہ کرے کہ آنے والی نسلیں یہ کہیں کہ اس دور کی احمدی ماؤں اور بچیوں نے ہمیں بچانے اور حقیقی روحانی نجات کی راہ پر ثابت قدم رہنے میں ایک غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ لجنہ اماء اللہ پر ہر لحاظ سے اپنا فضل فرماتا رہے۔ آمین''

(روزنامہ الفضل آن لائن 6/دسمبر 2022ء)

اللہ تعالیٰ ہماری سب ماؤں کو اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ کے حقیقی معنوں کو سمجھتے ہوئے بچوں کی ایسے رنگ میں تعلیم و تربیت کرنے والا بنائے کہ ہمارے بچے اس تربیت کی وجہ سے جنت کے وارث ٹھہریں۔ آمین

سر پہ سایہ رہے ماں کا تو سکون ملتا ہے
میرے سر پر میری چھاؤں کو سلامت رکھنا
ہم کو ماں اتنی پیاری ہے دعا کرتی ہوں
میرے مولا سبھی ماؤں کو سلامت رکھنا

(کمپوزڈ: مسز بُقعةُ النور عمران۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿36﴾ ﴿مشاہدات۔976﴾

سچے احمدی کی ماں۔ زندہ باد

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ (التحریم:7)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا، اَلَم کا، بے بسی کا
یہ ہو مَیں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

معزز سامعات! مجھے آج اپنی بہنوں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ممبراتِ لجنہ اماء اللہ کو دیئے گئے ایک سلوگن **"سچے احمدی کی ماں۔ زندہ باد"** پر گفتگو کرنی ہے۔

اِس نعرہ پر اگر گہرائی سے غور کریں تو سب سے اوّل چیز جو ذہن میں اُبھر کر سامنے آتی ہے۔ اُسے **"تربیتِ اولاد میں ایک احمدی ماں کا کردار"** کا نام دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرے کہ اُس کا ہر بچہ اور بچی سچّا اور سُچّا احمدی ثابت ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے اِس دیئے گئے سلوگن میں دو کرداروں پر زور دیا گیا ہے۔ ایک سچّا احمدی اور دوسرا اپنی اولاد کو سچّا بنانے والے کردار یعنی ماں اور وہ بھی نیک اور پارسا ماں جس کے حق میں زندہ باد کا نعرہ بلند کیا جا سکے۔ جس کو سلامت رہو اور جیتی رہو کی دعائیں دی جا سکیں۔ آج تقریر کو اِنہی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اوّل سچّا احمدی اور دوم احمدی ماں جس کو ہم ایک مربّی اور معلّم کہہ سکتے ہیں۔ ماں کو اپنی اولاد کے لیے ایک محسنہ کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔

مکرم بہنو! ماں وہ مبارک وجود ہے جو دنیا اور دین کی آباد کاری کے لیے بچے جَنتی اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق اُن کی تعلیم و تربیت کرتی ہے۔ جماعت احمدیہ میں ماں وہ عظیم ہستی ہے جو قرآن و احادیث اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلفاء کے ارشادات و ہدایات کے تیز دھار نشتر سے اپنی اولاد کو تراش خراش کر کے ایسے چمک دار ہیروں میں بدلتی ہے جو جماعت احمدیہ کی انگشتری میں جب جڑے جاتے ہیں تو وہ انگشتری اَور زیادہ خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ ایک احمدی ماں ایک سچّا احمدی بچہ پیدا کرنے کے لئے دعاؤں کا آغاز اُس وقت سے ہی کر دیتی ہے جب میاں بیوی کا آپس میں ملاپ ہو رہا ہوتا ہے۔ بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان کو مدنظر رکھ کر وہ ماں اپنی نسبت نیک صالح اور متقی مرد سے کرتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی چار باتوں کو بنیاد بنا کر کی جاتی ہے۔ ایک تو کسی کا حسب نسب دیکھا جاتا ہے یا اُس عورت کا مال و دولت مدّ نظر رہتا ہے یا لڑکی کی خوبصورتی اور حسن و جمال مگر اے مسلمان! تم دیندار لڑکی تلاش کرو۔

جب ایک احمدی مرد، ایک نیک، صالح اور دیندار خاتون تلاش کر کے شادی کرتا ہے تو وہ خاتون ایک ایسے خاندان کی سربراہ بنتی ہے جو زندہ باد کہلاتا ہے کیونکہ اس دیندار خاتون کے والدین بھی زندہ باد ہیں جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مطابق اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ شادی کے بعد وہ اَللّٰھُم اِنِّیْ اَسْئَالُكَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا جَبِلْتَہٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرَّ مَا جَبِلْتَہ (ابو داؤد کتاب النکاح) کی دعا کر کے اُس کی بھلائی چاہنے اور شر سے بچنے کی دعا کرتی ہے۔

ہاں ہاں! یہی وہ ماں، زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے جو اپنی اولاد کو مجوسی، نصرانی، یہودی بنانے کی بجائے احمدی مسلمان بناتی ہے کیونکہ بچہ تو فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو یہی وہ ماں زندہ رہنے والی اور اپنے نام کو اور خاندان کے نام کو زندہ رکھنے والی ماں ہے۔ جو دورانِ حمل اپنے حقیقی اللہ سُبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف مسلسل جُھکتی، دعائیں کرتی اور نیک اولاد کے لئے اپنے اللہ سے التجا کرتی رہتی ہے۔

ہاں ہاں! اس دوران وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتی، کثرت سے اپنے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتی، کثرت کے ساتھ اللہ کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتی، حسبِ توفیق ترجمہ و تفسیر

پڑھتی، احادیث اور کتب حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء کا مطالعہ کرتی اور نیک و سچّی اولاد کے حصول کے لیے اللہ کے حضور سجدہ ریز رہتی ہے۔ اس کے لیے صدقہ و خیرات کثرت سے کرتی ہے۔ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ (ال عمران:36) اور رَبَّنَا ھَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (الفرقان:75) کی استدعا اپنے اللہ کے حضور کرتی رہتی ہے۔ یہ وہ ماں ہے جو زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے۔ جس کے ہاں بچہ یا بچی کی پیدائش پر اس کے نیک اور دیندار خاوند نے بچے کے دونوں کانوں میں اذان اور تکبیر کہہ کر یا کہلوا کر اللہ کا نام اس سچّے نومولود کے اندر ودیعت کیا۔ نیک آدمی کے ہاتھوں گُڑتی دلائی اور نومولود کی جانب سے بلاؤں کی دوری کے لیے صدقہ و خیرات کیا۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں کہ

”یہ اذان، ایمان کی قائمقام ہے اور تکبیر، عمل کی قائمقام ہے گویا پیدائش کے ساتھ ہی ایمان اور عمل کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔“

میری بہنو! جب اولاد ہو جاتی ہے تو یہ ماں اپنی اولاد کے لیے اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الاحقاف:16) کے الفاظ میں اولاد کے سچّے و صالح ہونے اور اولاد ہونے پر اظہار تشکّر کے لیے اپنی طرف سے توبہ کا اظہار کر کے اپنے فرمانبردار ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

میری بہنو! یہی وہ زندہ باد مائیں ہیں جن کے حق میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلۡجَنَّۃُ تَحۡتَ أَقۡدَامِ الاُمَّھَاتِ کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے گویا کہ یہ عظیم زندہ باد ماں ایک اور ماں کی پرورش کا آغاز کرنے جا رہی ہے جو آئندہ قوموں میں زندہ باد ماں کہلائے گی۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں:

”اگر مائیں بچپن سے ہی بچوں کی اچھی تربیت کریں اور اُن کے اعمال کی نگرانی رکھیں تو وہ اُن کو جنت کے راستہ میں ڈال کر ابد الآباد کی نعمتوں کا وارث بنا دیتی ہیں۔“

(ماہنامہ مصباح دسمبر، جنوری 1961-1962ء)

مَیں اپنی بہنوں، ماؤں اور بیٹیوں کو اُن مبارک اور مقدّس ماؤں کے جَلو میں لے جانا چاہتا ہوں جو سچّے بچوں کی زندہ باد مائیں بنیں اور اپنا نام تاریخ میں رقم کر گئیں۔ مَیں اس سلسلہ میں آغاز پر حضرت حاجرہ

علیہ السلام کے ذکر سے کرتا ہوں جنہوں نے اپنے بیٹے ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں اور اپنے عملی نمونہ سے ایسی تربیت کی کہ وہ اپنے باپ کو یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (الصافات:103) کہہ کر اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور یہی وہ حضرت اسماعیلؑ ہیں جن کی نسل سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جن کی والدہ حضرت آمنہ گو زیادہ عرصہ حضورؐ کی تربیت نہ کر سکیں مگر اس نیک پارسا خاتون نے دعاؤں کے ساتھ اس مبارک وجود کی آبیاری کی اور چاند کا ٹکڑا اپنی گود میں گرنے کا خواب بھی دیکھا۔

میری بہنو! پھر آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور ماں ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنے تقویٰ، نیکی اور صالحیت کی بنا پر اپنی اولاد کی نیک تربیت کی۔ آپؓ نے اپنی مادی اولاد حضرت فاطمہؓ کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ ایک خلیفہ راشد حضرت علیؓ کی زوجہ مطہّرہ ٹھہریں۔ حضرت عائشہؓ کو دیکھ لیں جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین کا نصف علم حضرت عائشہؓ سے سیکھیں۔ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ وصحابیات براہ راست آپؐ سے روحانی فیض پا کر اپنے اللہ کے پیارے سچّے بندے ٹھہرے۔

معزز سامعات! آئیں! آج کے دَور میں اُسوہ رسولؐ پر چلنے والی اور آپؐ کی ازواج مطہّرات کو نمونہ بنانے والی سچّے احمدیوں کی مائیں۔ زندہ باد کی تلاش کریں تو سب سے پہلے جس زندہ باد ماں کا نام آئے گا وہ حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ المعروف حضرت اماں جان کا نام آئے گا جنہوں نے اپنی اولاد کی تربیت کے حقوق ادا کیے اور پانچ سَچے اور سُچے ہیرے تراش کر جماعت کے حوالے کیے۔ اُن میں سے ایک مصلح موعود کہلائے اور خلافت کے بابرکت منصب پر فائز ہوئے۔ اسی پر بس نہیں اِس مصلح موعودؓ نے اپنی بیگمات کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کر کے اُن میں دینِ اسلام کے ایسے رنگ بھرے کہ دو ازواج سے دو خلفاء جماعت کو ملے اور اپنی ایک بیٹی کی اولاد سے خلیفۃُ المسیح جماعت کو عنایت فرمائے۔ جو آج اپنی مادی اولاد کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عالمگیر جماعت کی خواتین کی ایسی تربیت فرما رہے ہیں جن کو اچھی مائیں، بہترین مائیں، وفادار مائیں، اسلامی تعلیم سے آراستہ مائیں، خلافت سے وابستہ مائیں اور سچّے احمدی کے

مائیں کہا جا سکتا ہے۔ جو آج بھی زندہ باد ہیں اور آئندہ نہ صرف اپنے نام تاریخ میں زندہ رکھیں گی بلکہ اپنے حلاوتِ ایمان اور لذّتِ دینی سے تیار ہونے والی مزید ماؤں کو تا ابد زندگی بخشتی رہیں گی۔

معزز سامعات! یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ سچّی اولاد کے لیے نیک، صالح ماؤں کا ہونا ضروری ہے۔ مَیں اس وقت دو سبق آموز کہاوتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا جو نیک اور سچّی اولاد پیدا کرنے والی مائیں بننے کی طرف رغبت دلائیں گی۔ ایک مشہور کہاوت یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر کسی بزرگ کے پاس گئی اور عرض کی کہ بابا جی! میرا یہ بچہ گُڑ بہت کھاتا ہے۔ آپ بزرگ ہیں اس کو منع فرماویں۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل لے کر آنا۔ وہ اگلے دن جب اپنے بچے کو بزرگ کے پاس لے کر گئی تو بزرگ نے بچے کو مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا! گڑ نہ کھایا کرو۔ ماں نے حیران ہو کر بزرگ سے پوچھا۔ بابا جی! یہ بات تو آپ کل بھی کہہ سکتے تھے۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل جب تم میرے پاس آئی تھی اُس وقت مَیں کل کے حصّہ کا گڑ کھا چکا تھا۔ جو بات مَیں خود کر رہا ہوں اُس سے مَیں کیسے کسی کو منع کرتا اور میری بات کا بچے پر کیا اثر ہوتا؟ یہ وہ عظیم تعلیم کا عملی نمونہ ہے جو ہماری پیاری کتاب قرآن کریم میں کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:4) میں بیان ہوا ہے۔ جس کے معانی ہیں کہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

معزز بہنو! دوسری سبق آموز کہاوت یہ ہے کہ ایک ماں کے بچے کو اس کی غلط حرکتوں کی وجہ سے پھانسی کی سزا دی گئی۔ حسبِ دستور سزا یافتہ بچے سے پوچھا گیا کہ پھانسی کے تختہ پر لٹکنے سے قبل تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ اُس نے اپنی ماں کے کان میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب اُسے اپنی ماں کے پاس لایا گیا تو اُس بد بخت اور ناخلف بچے نے اپنی ماں کا کان یہ کہتے ہوئے کاٹ کھایا کہ جب میری غلط اور ناپاک حرکتوں کی اطلاع لوگ تجھے دیتے تھے تو یہی کان اِن نازیبا حرکتوں کا سُن کر خاموش رہتے تھے لہٰذا انہی کانوں نے آج مجھے تختہ دار تک پہنچایا ہے۔

یہ کہاوت اچھی ماؤں کو مزید اچھی اور بہترین مائیں بنانے کی طرف رغبت دلانے کے لیے مَیں نے سنائی ہے۔ اپنی اولاد کی نیک تربیت کے لیے بچوں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنا اور دوسروں کی آگاہی پر کان کھڑے کر کے تربیت کی طرف مزید توجہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”ماؤں کو اس لیے ضرورت ہے کہ ماؤں کے قبضے میں بچے ہوتے ہیں۔ آپ اگر بچپن میں خدا کی محبت اُن کے دلوں میں پیدا کر سکیں تو سب سے بڑا احسان اپنی اولاد پر آپ کر سکتی ہیں اور خدا کی محبت پیدا کرنے کے لیے آپ کو خدا کی باتیں کرنی ہوں گی۔ خدا کی باتیں کرتے وقت اگر آپ کے دل پر اثر نہ ہوا۔ اگر آپ کی آنکھوں سے آنسو نہ بہے، اگر آپ کا دل موم نہ ہوا تو یہ خیال کرنا کہ بچے اس سے متاثر ہو جائیں گے، یہ جھوٹی کہانی ہے اس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ایسی ماؤں کے بچے خدا سے محبت کیا کرتے ہیں کہ جب وہ خدا کا ذکر کرتی ہیں تو ان کے دل پگھل کر آنسو بن کر بہنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں کے آثار بدل جاتے ہیں۔ بچے حیرت سے دیکھتے کہ اس ماں کو کیا ہو گیا ہے۔ کس بات کی اداسی ہے، کس جذبے نے اس پر قبضہ کر لیا ہے یہ وہ تاثر ہے جو بچے کے اندر ایک پاک اور عظیم تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ انقلاب کی روح ہے اور انقلاب کی جان ہے، ایسی مائیں بننے کے لیے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے خدا سے مدد مانگتے ہوئے اس سے حُسن کی تلاش کرنی ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ حُسن آپ پر جلوہ افروز ہو اور آپ کے دلوں میں ایسی محبت بھر دے کہ آپ کا وجود پگھل جائے اور پگھلنے کے بعد ایک نئے وجود میں ڈھالا جائے......اگر آج آپ مائیں بن چکی ہیں تو آج بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ استعداد بخشی ہے کہ اپنے گرد و پیش، اپنے ماحول میں خدا کی محبت کے رنگ بھرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ مائیں نہیں بنیں تو آج وہ پاک تبدیلیاں پیدا کریں کہ جب آپ مائیں بنیں تو اس سے پہلے ہی خدا سے محبت کرنے والی وجود بن چکی ہوں۔ وہ چھوٹی بچیاں اور وہ چھوٹے بچے جو آپ کی گود میں پلتے ہیں، آپ کے ہاتھوں میں کھیلتے ہیں، آپ کے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں یا آپ کے ہاتھوں سے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں اسی زمانہ میں ابتدائی دور میں ان کو خدا کے پیار کی لوریاں دیں، خدا کی محبت کی ان سے باتیں کریں۔ پھر بعد کی منازل آسان ہو جائیں گی۔“

(حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ صفحہ 34-35 طبع دوم 2001ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا

”ایک عورت ماں کے ناطے بچوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھنے والی ہوتی ہے، اس کا زیادہ اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ بچپن میں بچے باپ کی نسبت ماں سے زیادہ attach ہوتے ہیں۔ تو اگر ابتدا سے ہی اپنے عمل سے اور اپنی

باتوں سے بچوں کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دیں، بٹھادیں تو نسلاً بعد نسل عبادت گزار پیدا ہوتے چلے جائیں گے اور نتیجتاً احمدیت کے پیغام کو پھیلانے والوں کی ایک کے بعد دوسری فوج تیار ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں اچھے حالات کی وجہ سے پہلے کے گزارے ہوئے تنگی کے دنوں کو زیادہ جلدی بھول جاتی ہیں اور یہ عورت کی فطرت ہے اور اس کی ترجیحات مختلف ہوتی ہیں۔ لیکن ایک احمدی عورت کو چاہئے کہ اپنی ترجیحات کو دنیا داری کی طرف لے جانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے نیچے لائیں۔ اپنے گھروں کو عبادتوں سے ہر وقت سجائے رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ہمیشہ مد نظر رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ پس اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی سے سجائے رکھیں تاکہ آپ کے گھروں میں زندگی کے آثار ہمیشہ نظر آتے رہیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء)

حضور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2006ء کے موقع پر عورت کے مقام کے حوالہ سے نصائح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"یہ آپ کی تربیت ہی ہے جو آپ کے بچوں کو اس دنیا میں بھی جنت کا وارث بنا سکتی ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ بچوں کے یہ عمل اور آپ کے بچوں کی یہ اعلیٰ تربیت ہی ہے جو ہر وقت بچوں کو خدا سے جوڑے رکھے گی اور بچوں کو بھی آپ کے لئے دعائیں کرنے کی عادت پڑے گی۔ تو بچوں کی جو آپ کے لئے دعائیں ہیں وہ آپ کو بھی اگلے جہان میں جنت کے اعلیٰ درجوں تک لے جانے کا باعث بن رہی ہوں گی۔

پس اگر احمدی بچوں کی مائیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والی بنی رہیں۔ آج اگر آپ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح رنگ میں ادا کرتی رہیں، آپ کے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ آپ کی ہر بات سچ اور صرف سچ پر بنیاد رکھنے والی بنی رہی تو جماعت احمدیہ کی آئندہ نسلیں ان شاء اللہ، اللہ سے تعلق جوڑنے والی نسلیں رہیں گی۔ پس ہر وقت اپنے ذہنوں میں اپنے اس مقام کو بٹھائے رکھیں اور اپنی عبادتوں اور اپنے عملی نمونے کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ قرآن کریم کے جتنے حکم ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتی

رہیں۔ تمام اعلیٰ اخلاق جن کی طرف ہمیں اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ نیکیاں بجالانے کے ساتھ ساتھ نیکیوں کی تلقین بھی کرتی رہیں۔ بُرائیوں کو ترک کرنے والی بنیں اور پھر اپنے ماحول میں برائیوں کو روکنے والی بنیں۔ معاشرے میں بھی برائیاں پھیلنے نہ دیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اپنی رنجشوں اور اپنی ناراضگیوں کو بھلا دیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں زیادہ دیر تک اپنی رنجشوں کو دلوں میں بٹھائے رکھتی ہیں۔ اگر آپ کے دل میں بغض و کینہ پلتے رہے تو پھر خدا تعالیٰ تو ایسے دلوں میں نہیں اترتا۔ ایسے دلوں کی عبادت کے معیار وہ نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔"

(جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء خطاب از مستورات)

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ نمایاں تیرا
عمر دے، رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفان تیرا

سامعین! جہاں تک ایک سچّے احمدی کا تعلق ہے تو یہ بتانا ضروری ہے کہ احمدی اپنے آپ کو اُس حضرتِ احمدؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو اَصدقُ الصادقین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ تعریف کرنے والا تھا۔ حضرتِ احمدؑ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرتِ محمدؐ کے تمام اوصاف حسنہ اور خوبیوں کو اپنایا اور حضرتِ محمدؐ کا روحانی فرزند، عاشقِ صادق کہلایا۔ حضرتِ احمدؑ پر ایمان لانے والے تمام احمدی "سچّے احمدی" اُس وقت کہلوائے جب انہوں نے حضرتِ احمدؑ کے توسط سے حضرتِ محمدؐ کی تعریف کر کے اُس عظیم ہستی کی خوبیوں کو اپنے وجود میں اُتارا، اُس کے پرستار کہلائے۔ آئیں دیکھیں! کہ ایک احمدی کے اندر وہ کون سی خصوصیات اور خوبیاں ہونی چاہئیں جن کو اپنا کر وہ سچّا احمدی بن سکتا ہے یا ایک احمدی ماں کو اپنی اولاد کو سچّا احمدی بنانے کے لئے کن باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے۔ اِن میں

اوّل۔ اللہ تعالیٰ کی محبت، اُس کی تعلیمات سے محبت اور احکامِ خداوندی سے محبت اور اِن پر تعمیل کروانے کی کماحقّہ کوشش کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی صفَت "الحقّ" کا یہ تقاضا ہے کہ اُس واحد و یگانہ خدا تعالیٰ کی تمام

صفات کو اپنے اندر اُتارے اور الحق کے پیشِ نظر ایک احمدی کو سچّا احمدی بننے کے لئے سچ کو قبول کرے اور سچائی کے مقابل پر دنیا کی ہر چیز کو خیر باد کہہ دے۔

دوم۔ گو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ذکر نمبر اوّل میں کر آیا ہوں۔ قرآنِ کریم کی اہمیت، افادیت اور برکات کے پیشِ نظر اِس کا الگ سے ذکر کر رہا ہوں۔ روزانہ اِس کی تلاوت کرنا، حسبِ توفیق ترجمہ و تفسیر پڑھنا بھی ضروری ہے۔

سوم۔ آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس جیسی محبت و عقیدت جو آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے کرام نے کی۔ آپؐ کے ارشادات اور ہدایات کو حرزِ جان بنا کر زندگی بسر کرنا۔

چہارم۔ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعودؑ کی بتائی ہوئی اسلامی تعلیمات کی تفاسیر اور تفصیلات پر عمل کرنا۔

پنجم۔ خلافت علیٰ منہاجِ النبوۃ پر کامل یقین اور خلفاء کی مکمل اطاعت کرنا۔ اِس کی حفاظت کے لئے ہر وقت نہ صرف کمربستہ رہنا بلکہ اپنی اولاد در اولاد کو اِس مبارک نظام سے باندھ دینا۔

ششم۔ اللہ کی مخلوق جو اُس کی عیال ہے سے حسنِ سلوک کرنا اور ہر اُس حسین اسلامی تعلیم سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر قائم ہونا جو ہم سنتے، پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچّے احمدی بننے کی توفیق دے اور ہماری ماؤں کو ایسی اچھی، نیک، صالح اور سچّی اولاد اپنے پیچھے چھوڑنے والا بنائے جو باقیات صالحات کے زُمرہ میں آئیں۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز زکیہ فردوس کومل۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿37﴾ ﴿مشاہدات۔73﴾

اچھے احمدی کی اچھی ماں۔زندہ باد

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم:7)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا، الم کا، بے بسی کا
یہ ہو مَیں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

میری بہنو! جس موضوع پر مجھے آج لب کشائی کرنی ہے وہ ہے۔ **اچھے احمدی کی اچھی ماں۔زندہ باد**۔اس اہم عنوان کو ہم **"تربیت اولاد میں ایک ماں کا کردار"** کا نام دے سکتے ہیں۔

ماں کو ایک مربی اور معلم کہہ سکتے ہیں۔ماں کو اپنی اولاد کے لیے ایک محسنہ کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔
اچھے احمدی کی اچھی ماں۔زندہ باد عنوان کے تین حصے ہو سکتے ہیں۔
نمبر 1۔اچھا احمدی کون ہے۔نمبر 2۔اچھی ماں کون ہے اور نمبر 3۔احمدی ماں زندہ باد
جہاں تک ایک اچھے احمدی کا تعلق ہے تو یہ بتانا ضروری ہے کہ احمدی اپنے آپ کو اُس حضرتِ احمدؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ تعریف کرنے والا تھا۔ حضرتِ احمدؑ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرتِ محمدؐ کے تمام اوصاف حسنہ اور خوبیوں کو اپنایا اور حضرتِ محمدؐ کا روحانی فرزند، عاشقِ صادق کہلایا۔ حضرتِ احمدؑ پر ایمان لانے والے تمام احمدی "اچھے احمدی" اُس وقت

کہلوائے جب انہوں نے حضرتِ احمدؑ کے توسط سے حضرتِ محمدؐ کی تعریف کر کے اُس عظیم ہستی کی خوبیوں کو اپنے وجود میں اُتارا، اُس کے پرستار کہلائے۔

میری بہنو! ماں وہ مبارک وجود ہے جو دنیا اور دین کی آبادکاری کے لیے بچے جَنتی اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق اُن کی تعلیم و تربیت کرتی ہے۔ جماعت احمدیہ میں ماں وہ عظیم ہستی ہے جو اپنے بچوں کو قرآن واحادیث اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلفاء کے ارشادات و ہدایات کے تیز دھار نشتر سے اپنی اولاد کو تراش خراش کر کے ایسے چمکدار ہیروں میں بدلتی ہے جو جماعت احمدیہ کی انگشتری میں جب جڑے جاتے ہیں تو وہ انگشتری اَور خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ ایک احمدی ماں اِس کا آغاز اُس وقت سے ہی دعاؤں سے کر دیتی ہے جب میاں بیوی کا آپس میں ملاپ ہو رہا ہوتا ہے۔ بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان کو مدنظر رکھ کر وہ ماں اپنی نسبت نیک صالح اور متقی مرد سے کرتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی چار باتوں کو بنیاد بنا کر کی جاتی ہے۔ ایک تو کسی کا حسب نسب دیکھا جاتا ہے یا اُس عورت کا مال و دولت مدنظر رہتا ہے یا لڑکی کی خوبصورتی اور حسن و جمال مگر اے مسلمان! تم دیندار لڑکی تلاش کرو۔ جب ایک احمدی مرد، ایک نیک صالح اور دیندار خاتون تلاش کر کے شادی کرتا ہے تو وہ خاتون ایک ایسے خاندان کی سربراہ بنتی ہے جو زندہ باد کہلاتی ہے۔ کیونکہ اس دیندار خاتون کے والدین بھی زندہ باد ہیں جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مطابق اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ شادی کے بعد وہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَاجَبَلْتَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا جَبَلْتَه (ابوداؤد کتاب النکاح) کی دعا کر کے اس کی بھلائی چاہنے اور شر سے بچنے کی دعا کرتی ہے۔ ہاں ہاں! یہی وہ ماں، زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے جو اپنی اولاد کو مجوسی، نصرانی، یہودی بنانے کی بجائے مسلمان بناتی ہے کیونکہ بچہ تو فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو یہی وہ ماں زندہ رہنے والی اور اپنے نام کو اور خاندان کے نام کو زندہ رکھنے والی ماں ہے۔ جو دوران حمل اپنے حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف مسلسل جُھکتی، دعائیں کرتی اور نیک اولاد کے لئے اپنے اللہ سے التجا کرتی رہتی ہے۔ ہاں ہاں! اس دوران وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتی، کثرت سے اپنے پیارے رسول حضرت محمدؐ پر درود بھیجتی، کثرت کے ساتھ اللہ کی کتاب قرآن کریم کی

تلاوت کرتی، حسب توفیق ترجمہ و تفسیر پڑھتی، احادیث اور کتب حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء کا مطالعہ کرتی اور نیک اولاد کے حصول کے لیے اللہ کے حضور سجدہ ریز رہتی ہے۔

اس کے لیے صدقہ و خیرات کثرت سے کرتی ہے۔ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ (ال عمران:36) اور رَبَّنَا ھَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (الفرقان:75) کی استدعا اپنے اللہ کے حضور کرتی رہتی ہے۔ ہاں یہ وہ ماں زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے جس کے ہاں بچہ یا بچی کی پیدائش پر اس کے نیک اور دیندار خاوند نے بچے کے دونوں کانوں میں اذان اور تکبیر کہلوا کر اللہ کا نام اس نومولود کے اندر ودیعت کیا۔ نیک آدمی کے ہاتھوں گُڑتی دلائی اور نومولود کی جانب سے بلاؤں کی دوری کے لیے صدقہ و خیرات کیا۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں کہ

”یہ اذان ایمان کی قائمقام ہے اور تکبیر عمل کی قائمقام ہے گویا پیدائش کے ساتھ ہی ایمان اور عمل کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔“

میری بہنو! جب اولاد ہو جاتی ہے تو یہ ماں اپنی اولاد کے لیے اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚؕ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الاحقاف:16) کے الفاظ میں اولاد کے صالح ہونے اور اولاد ہونے پر اظہار تشکر کے لیے اپنی طرف سے توبہ کا اظہار کرکے اپنے فرمانبردار ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ نمایاں تیرا
عمر دے، رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفان تیرا

میری بہنو! یہی وہ مقدس مائیں ہیں جن کے بارہ میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلۡجَنَّۃُ تَحۡتَ أَقۡدَامِ الۡاُمَّھَاتِ کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ گویا کہ یہ عظیم زندہ باد ماں ایک اور ماں کی پرورش کا آغاز کرنے جارہی ہے جو آئندہ قوموں میں زندہ باد ماں کہلائے گی۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں:

”اگر مائیں بچپن سے ہی بچوں کی اچھی تربیت کریں اور ان کے اعمال کی نگرانی رکھیں تو وہ ان کو جنت کے راستہ میں ڈال کر ابدالآباد کی نعمتوں کا وارث بنا دیتی ہیں۔“

(ماہنامہ مصباح دسمبر، جنوری 1961-1962ء)

مَیں اپنی بہنوں، ماؤں اور بیٹیوں کو اُن مبارک اور مقدّس ماؤں کے جَلو میں لے جانا چاہتی ہوں جو اچھے بچوں کی اچھی مائیں بنیں اور اپنا نام تاریخ میں رقم کر گئیں۔ میں اس سلسلہ میں آغاز حضرت حاجرہ علیہ السلام کے ذکر سے کرتی ہوں جنہوں نے اپنے بیٹے ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں اور اپنے عملی نمونہ سے ایسی تربیت کی کہ وہ اپنے باپ کو یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (الصافات:103) کہہ کر اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور یہی وہ حضرت اسماعیلؑ ہیں جن کی نسل سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جن کی والدہ حضرت آمنہ گو زیادہ عرصہ حضورؐ کی تربیت نہ کر سکیں مگر اس نیک پارسا خاتون نے دعاؤں کے ساتھ اس مبارک وجود کی آبیاری کی اور چاند کا ٹکڑا اپنی گود میں گرنے کا خواب بھی دیکھا۔

میری بہنو! پھر آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بطور ماں ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنے تقویٰ، نیکی اور صالحیت کی بنا پر اپنی اولاد کی نیک تربیت دی۔ حضرت عائشہؓ کو دیکھ لیں جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین کا نصف علم حضرت عائشہؓ سے سیکھیں۔ آپؓ نے اپنی مادی اولاد حضرت فاطمہؓ کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ ایک خلیفہ راشد حضرت علیؓ کی زوجہ مطہرہ ٹھہریں۔ اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ و صحابیات براہ راست آپؐ سے روحانی فیض پا کر اپنے اللہ کے پیارے بندے ٹھہرے۔

میری بہنو اور ماؤں! آئیں! آج کے دَور میں اسوہ رسولؐ پر چلنے والی اور آپؐ کی ازواج مطہرات کو نمونہ بنانے والی خواتین کی تلاش کریں تو سب سے پہلے حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ المعروف حضرت اماں جان کا نام آئے گا جنہوں نے اپنی اولاد کی تربیت کے حقوق ادا کیے اور پانچ ہیرے تراش کر جماعت کے حوالے کیے۔ اُن میں سے ایک مصلح موعود کہلایا اور خلافت کے بابرکت منصب پر فائز ہوا۔ اسی پر بس

نہیں اِس مصلح موعودؓ نے اپنی بیگمات کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کر کے اُن میں دینِ اسلام کے ایسے رنگ بھرے کہ دو ازواج سے دو خلفاء اور ایک اپنی بیٹی کے ذریعہ خلیفۃ المسیح جماعت کو عنایت فرمائے۔ جو آج اپنی مادی اولاد کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عالمگیر جماعت کی خواتین کی ایسی تربیت فرمارہے ہیں جن کو اچھی مائیں، بہترین مائیں، وفادار مائیں، اسلامی تعلیم سے آراستہ مائیں اور خلافت سے وابستہ مائیں کہا جاسکتا ہے۔ جو آج بھی زندہ باد ہیں اور آئندہ نہ صرف اپنے نام تاریخ میں زندہ رکھیں گی بلکہ اپنے حِلاوتِ ایمان اور لذّتِ دینی سے تیار ہونے والی مزید ماؤں کو تاابد زندگی بخشتی رہیں گی۔

میری بہنو! یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ اچھی اولاد کے لیے اچھی ماؤں کا ہونا ضروری ہے۔ مَیں اس وقت دو سبق آموز کہاوتیں آپ حاضرات کے سامنے رکھنا چاہوں گی جو اچھی مائیں بننے کی طرف رغبت دلائیں گی۔ ایک مشہور کہاوت یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر کسی بزرگ کے پاس گئی اور عرض کی کہ باباجی! میرا یہ بچہ گُڑ بہت کھاتا ہے۔ آپ بزرگ ہیں اس کو منع فرماویں۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل لے کر آنا۔ وہ اگلے دن جب اپنے بچے کو بزرگ کے پاس لے کر گئی تو بزرگ نے بچے کو مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا! گڑ نہ کھایا کرو۔ ماں نے حیران ہو کر بزرگ سے پوچھا۔ باباجی! یہ بات تو آپ کل بھی کہہ سکتے تھے۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل جب تم میرے پاس آئی تھی اُس وقت مَیں کل کے حصہ کا گڑ کھا چکا تھا۔ جو بات میں خود کر رہا ہوں اس سے کیسے منع کرتا اور میری بات کا بچے پر کیا اثر ہوتا؟ یہ وہ عظیم تعلیم کا عملی نمونہ ہے جو ہماری پیاری کتاب قرآن کریم میں كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:4) میں بیان ہوا ہے۔ جس کے معانی ہیں کہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

میری بہنو! دوسری سبق آموز کہاوت یہ ہے کہ ایک ماں کے بچے کو اس کی غلط حرکتوں کی وجہ سے پھانسی کی سزا دی گئی۔ حسبِ دستور سزا یافتہ بچے سے پوچھا گیا کہ پھانسی کے تختہ پر لٹکنے سے قبل تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ اُس نے اپنی ماں کے کان میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب اُسے اپنی ماں کے پاس لایا گیا تو اُس بدبخت اور ناخلف بچے نے اپنی ماں کا کان یہ کہتے ہوئے کاٹ کھایا کہ جب میری غلط اور ناپاک حرکتوں کی اطلاع لوگ تجھے دیتے تھے تو یہی کان اِن نازیبا حرکتوں کا سُن کر خاموش رہتے تھے لہٰذا انہی کانوں نے آج مجھے تختہ دار تک پہنچایا ہے۔

میری بہنو! یہ کہاوت اچھی ماؤں کو مزید اچھی اور بہترین مائیں بنانے کی طرف رغبت دلانے کے لیے میَں نے سنائی ہے۔ اپنی اولاد کی نیک تربیت کے لیے بچوں کی حرکات وسکنات پر نظر رکھنا اور دوسروں کی آگاہی پر کان کھڑے کرکے تربیت کی طرف مزید توجہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"ماؤں کو اس لیے ضرورت ہے کہ ماؤں کے قبضے میں بچے ہوتے ہیں۔ آپ اگر بچپن میں خدا کی محبت اُن کے دلوں میں پیدا کر سکیں تو سب سے بڑا احسان اپنی اولاد پر آپ کر سکتی ہیں اور خدا کی محبت پیدا کرنے کے لیے آپ کو خدا کی باتیں کرنی ہوں گی۔ خدا کی باتیں کرتے وقت اگر آپ کے دل پر اثر نہ ہوا۔ اگر آپ کی آنکھوں سے آنسو نہ بہے، اگر آپ کا دل موم نہ ہوا تو یہ خیال کرنا کہ بچے اس سے متاثر ہو جائیں گے، یہ جھوٹی کہانی ہے اس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ایسی ماؤں کے بچے خدا سے محبت کیا کرتے ہیں کہ جب وہ خدا کا ذکر کرتی ہیں تو ان کے دل پگھل کر آنسو بن کر بہنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں کے آثار بدل جاتے ہیں۔ بچے حیرت سے دیکھتے کہ اس ماں کو کیا ہو گیا ہے۔ کس بات کی اداسی ہے، کس جذبے نے اس پر قبضہ کر لیا ہے یہ وہ تاثر ہے جو بچے کے اندر ایک پاک اور عظیم تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ انقلاب کی روح ہے اور انقلاب کی جان ہے، ایسی مائیں بننے کے لیے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خدا سے مدد مانگتے ہوئے اس سے حُسن کی تلاش کرنی ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ حُسن آپ پر جلوہ افروز ہو اور آپ کے دلوں میں ایسی محبت بھر دے کہ آپ کا وجود پگھل جائے اور پگھلنے کے بعد ایک نئے وجود میں ڈھالا جائے...... اگر آج آپ مائیں بن چکی ہیں تو آج بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ استعداد بخشی ہے کہ اپنے گردو پیش، اپنے ماحول میں خدا کی محبت کے رنگ بھرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ مائیں نہیں بنیں تو آج وہ پاک تبدیلیاں پیدا کریں کہ جب آپ مائیں بنیں تو اس سے پہلے ہی خدا سے محبت کرنے والی وجود بن چکی ہوں۔ وہ چھوٹی بچیاں اور وہ چھوٹے بچے جو آپ کی گود میں پلتے ہیں، آپ کے ہاتھوں میں کھیلتے ہیں، آپ کے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں یا آپ کے ہاتھوں سے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں اسی زمانہ میں ابتدائی دور میں ان کو خدا کے پیار کی لوریاں دیں، خدا کی محبت کی ان سے باتیں کریں۔ پھر بعد کی منازل آسان ہو جائیں گی۔"

(حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ صفحہ 34-35 طبع دوم 2001ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا

”ایک عورت ماں کے ناطے بچوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھنے والی ہوتی ہے، اس کا زیادہ اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ بچپن میں بچے باپ کی نسبت ماں سے زیادہ attach ہوتے ہیں۔ تو اگر ابتدا سے ہی اپنے عمل سے اور اپنی باتوں سے بچوں کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دیں، بٹھادیں تو نسلاً بعد نسل عبادت گزار پیدا ہوتے چلے جائیں گے اور نتیجتاً احمدیت کے پیغام کو پھیلانے والوں کی ایک کے بعد دوسری فوج تیار ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں اچھے حالات کی وجہ سے پہلے کے گزارے ہوئے تنگی کے دنوں کو زیادہ جلدی بھول جاتی ہیں اور یہ عورت کی فطرت ہے اور اس کی ترجیحات مختلف ہوتی ہیں۔ لیکن ایک احمدی عورت کو چاہیے کہ اپنی ترجیحات کو دنیاداری کی طرف لے جانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے نیچے لائیں۔ اپنے گھروں کو عبادتوں سے ہر وقت سجائے رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ہمیشہ مد نظر رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ پس اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی سے سجائے رکھیں تاکہ آپ کے گھروں میں زندگی کے آثار ہمیشہ نظر آتے رہیں۔“

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2006ء کے موقع پر عورت کے مقام کے حوالہ سے نصائح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”یہ آپ کی تربیت ہی ہے جو آپ کے بچوں کو اس دنیا میں بھی جنت کا وارث بنا سکتی ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ بچوں کے یہ عمل اور آپ کے بچوں کی یہ اعلیٰ تربیت ہی ہے جو ہر وقت بچوں کو خدا سے جوڑے رکھے گی اور بچوں کو بھی آپ کے لئے دعائیں کرنے کی عادت پڑے گی۔ تو بچوں کی جو آپ کے لئے دعائیں ہیں وہ آپ کو بھی اگلے جہان میں جنت کے اعلیٰ درجوں تک لے جانے کا باعث بن رہی ہوں گی۔

پس اگر احمدی بچوں کی مائیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والی بنی رہیں۔ آج اگر آپ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح رنگ میں ادا کرتی رہیں، آپ کے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ آپ کی ہر بات سچ اور صرف سچ پر بنیاد

رکھنے والی بنی رہی تو جماعت احمدیہ کی آئندہ نسلیں ان شاء اللہ، اللہ سے تعلق جوڑنے والی نسلیں رہیں گی۔ پس ہر وقت اپنے ذہنوں میں اپنے اس مقام کو بٹھائے رکھیں اور اپنی عبادتوں اور اپنے عملی نمونے کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ قرآن کریم کے جتنے حکم ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ تمام اعلیٰ اخلاق جن کی طرف ہمیں اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ نیکیاں بجالانے کے ساتھ ساتھ نیکیوں کی تلقین بھی کرتی رہیں۔ برائیوں کو ترک کرنے والی بنیں اور پھر اپنے ماحول میں برائیوں کو روکنے والی بنیں۔ معاشرے میں بھی برائیاں پھیلنے نہ دیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اپنی رنجشوں اور اپنی ناراضگیوں کو بھلا دیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں زیادہ دیر تک اپنی رنجشوں کو دلوں میں بٹھائے رکھتی ہیں۔ اگر آپ کے دل میں بغض و کینہ پلتے رہے تو پھر خدا تعالیٰ تو ایسے دلوں میں نہیں اترتا۔ ایسے دلوں کی عبادت کے معیار وہ نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔"

(جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء خطاب از مستورات)

اللہ تعالیٰ ہم اچھی ماؤں کو ایسی اچھی، نیک، صالح اولاد اپنے پیچھے چھوڑنے والا بنائے جو باقیات صالحات کے زمرہ میں آئیں۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز زکیہ فردوس کومل۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿38﴾ ﴿مشاہدات۔159﴾

آنحضورؐ کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

اے خدا تعالیٰ! ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے

یہ ہو میں دیکھ لوں تقوی سبھی کا
جب آئے وقت میری واپسی کا

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **آنحضورؐ کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم**

معزز بھائیو اور بہنو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جاہلیت کے اُس دور میں ہوئی جب ہر قسم کے انسانی حقوق پامال کئے جا رہے تھے۔ اولاد اور بچوں کے حقوق کا بھی یہ حال تھا۔ بچوں سے دوستی تو در کنار اکثر بچے افلاس کی وجہ سے پیدائش سے قبل ہی قتل کر دیئے جاتے۔ بعض قبائل میں بچیوں کو زندہ در گور کرنے کا رواج عام تھا۔ آپؐ نے تشریف لا کر اولاد کے عزت کے ساتھ زندہ رہنے کا حق قائم کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کی عزت کیا کرو اور ان کی عمدہ تربیت کرو۔ اسی طرح فرمایا کہ والد کا اولاد کے لئے حسن تربیت سے بہت کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے دوستانہ تعلق:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی بچے کو نہیں مارا۔ آپ بچوں کی معمولی تکلیف پر تڑپ جاتے اور کوشش کرتے کہ جلدی جلدی اس تکلیف کو دور کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر پوری توجہ دیتے اور ان سے محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بچے بھی آپ سے مانوس ہو جاتے۔ آپؐ ان کو گود میں اٹھاتے، ان کا منہ چومتے اور سینے سے لگاتے۔ ان کے لئے دعائیں کرتے۔ ان کو دین کی باتیں

سکھاتے۔ بچوں کو بھی آپؐ سے بے پناہ محبت اور لگاؤ تھا۔ بچے جب آپؐ کو بازار یا گلی کوچوں میں دیکھتے، خوشی سے اچھلتے، کودتے، شوق سے بھاگ کر آتے اور آپؐ انہیں باری باری گود میں اٹھا لیتے اور پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ ان سے پاکیزہ مزاح بھی کرتے اور ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی بتاتے جاتے۔ کبھی کبھی بچوں کو سیر کے لئے ساتھ لے جاتے اور ان کے معصوم کھیل میں بھی شریک ہو جاتے۔ غرض بیسیوں ایسے واقعات اور احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں سے حسن سلوک کا کس قدر اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔

حضرت یعقوب علی عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر خصوصاً شفقت فرمایا کرتے تھے اور حضور نے تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں اولاد میں خود داری اور عزتِ نفس پیدا کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ۔ حضرت رسالت پناہ کے اس ارشاد میں تربیتِ اولاد کا بہترین راز مضمر ہے۔ اولاد کی تکریم سے اولاد میں جو احساس اور شعور پیدا ہوتا ہے وہ اسے دنیا میں معزز و محترم بنا دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کو ہم نے پڑھا (ہی) نہیں، خدا کے فضل سے دیکھا ہے اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا کامل نمونہ اور صحیح نقشہ پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد دی اور ایک جماعت کثیر دی جس کے بچوں کو حضرت کے حضور آنے جانے کا موقع ملتا اور حضورؑ کے اس برتاؤ اور تعلق کو ہم نے برائی العین مشاہدہ کیا۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 363)

معزز بھائیو اور بہنو! حضرت مسیح موعودؑ سزا کی بجائے دعا پر یقین رکھتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا:

"جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے، کاش! دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب ٹھہرا لیں۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 309)

تربیت اولاد کے متعلق آپ کا طریق کیا تھا؟ درج ذیل ارشاد سے وضاحت ہوتی ہے۔ فرمایا:

”ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں...... یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے...... ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ: 309)

اکثر والدین اور بچوں میں سچی دوستی قائم ہی نہیں ہو پاتی یعنی دوستی کا فقدان رہتا ہے۔ وہی دوستی حقیقی سمجھی جاسکتی ہے جس میں اور بہت سی خصوصیات کے علاوہ باہمی عزت اور احترام ہو، اعتماد ہو، دیانتداری ہو، ایک دوسرے کو سننے اور سمجھنے کی عادت ہو۔

بچوں کی پرورش میں کسی نہ کسی موڑ پر والدین کے بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا ضروری ہیں۔ یہ جتنی جلد ممکن ہو بہتر ہے اور اس دوستی کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور اس رشتہ میں نکھار آتا چلا جائے گا۔ بعض والدین کا خیال ہے کہ بچپن میں اس کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ بچے کی تربیت کا زمانہ اُس کی پیدائش سے شروع ہو جاتا ہے۔ گو اس وقت بچے کی آنکھیں اور کان پوری طرح کام نہیں کر رہے ہوتے اور بچہ بظاہر سمجھ نہیں سکتا۔

معزز بھائیو اور بہنو! اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن تربیت کے لئے یہ پُر حکمت تعلیم فرمائی کہ پیدائش کے بعد اس کے کان میں اذان اور تکبیر کہی جائے۔ اس ارشاد کے ذریعہ دراصل آپؐ نے یہ پیغام دیا کہ آغاز سے ہی بچوں کے کان میں اللہ رسول کی باتیں پڑنی چاہئیں اور آغاز سے ہی تربیت کا سلسلہ شروع کر دینا چاہئے اور آج 1500 سال بعد موجودہ تحقیق سے سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ انسانوں کے دماغ کا ایک حصہ ایسا ہے کہ بچپن میں بچہ جو سنتا ہے وہ اسی کو اخذ کرتا ہے اور محفوظ بھی کر لیتا ہے اور پھر کبھی وقت آنے پر خود بخود یاد آجاتا ہے۔

یہ ایک نفسیاتی نقطہ بھی ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے ماحول کا اثر قبول کرنا شروع کر دیتا ہے اس لئے ماں باپ اور بڑوں کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کے ماحول کو دوستانہ رکھنا

چاہئے تا کہ بڑے ہو کر بچہ اپنے فارغ اوقات گھر پر گزارنے میں خوشی اور راحت محسوس کرے۔ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پُر سکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ ایک دوستانہ ماحول ہو۔ بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی باتیں بھی کریں۔"

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 148)

پس آغاز سے ہی بچوں کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ان سے دوستی ان کی تربیت میں مثبت کردار ادا کر سکتی ہے۔ بعض والدین اپنے بچوں کی نشو نما میں ان کی حوصلہ افزائی چاہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ان پر احکامات مسلط کئے جائیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ (الروم:31) یعنی یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ "ہر بچہ تو فطرت صحیحہ (یعنی فطرت اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس کے والدین ہی اسے یہودی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔" (بخاری کتاب الجنائز باب از اسلم الصبی) مراد یہی ہے کہ بچہ سب سے پہلے والدین سے ہی سیکھتا ہے اور والدین اس کے سامنے جو عملی نمونہ پیش کرتے ہیں وہ اس کی نقل کرتا ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر کا ماحول جنت نظیر بنائیں۔ اگر والدین حتی المقدور اپنی اولاد کو احسن رنگ میں تربیت دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی اولاد صالح نہ بنے۔

گویا جب بچہ جنم لے کر اس دنیا میں آتا ہے تو وہ صاف سلیٹ یا دھلی ہوئی تختی کی مانند ہوتا ہے اب اس کے والدین جو عبارت اس پر لکھنا چاہیں وہ لکھ دیتے ہیں یا بالفاظ دیگر یہ کہنا بھی بجا ہوگا کہ ایک نومولود گُندھی ہوئی مٹی کی طرح ہوتا ہے اس کے ماں باپ جس سانچہ میں اسے ڈالیں گے وہ وہی شکل اور کردار لے کر معاشرہ میں پروان چڑھے گا۔ اکثر ربانی ہستیوں اور ماہرین نفسیات نے تربیت اولاد کے جو مختلف طریق بتا رکھے ہیں ان میں سے ایک نہایت اہم اور کامیاب گُر **"والدین کا اولاد سے دوستانہ تعلق ہے"**

معزز بھائیو اور بہنو! اس پیارے اور آزمودہ نسخہ کا تذکرہ ہمارے پیارے حضور پر نور ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یوں فرماتے ہیں۔

”اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پُر سکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ ایک دوستانہ ماحول ہو۔ بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی باتیں بھی کر سکیں۔ اس لیے ماں باپ دونوں کو بہرحال قربانی دینی پڑے گی۔ جو عہد اپنے رب سے والدین نے باندھا ہے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے بہرحال والدین نے بھی قربانی دینی ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 148-149)

خوداعتمادی: اس میں شک نہیں کہ بچوں میں بچپن سے ہی نظم وضبط قائم کرنا انتہائی ضروری ہے نیز بچے کی بھلائی اور حفاظت والدین کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے۔ لیکن ایک دفعہ جب انہیں بنیادی سہولیات مہیا کر دی جائیں تو پھر چاہیئے کہ وہ خود اعتمادی سے خود ہی ان مسائل کا حل نکالیں۔ یہ وہ موقع ہے جبکہ والدین کی بچوں کے ساتھ حقیقی دوستی کا تعلق قائم ہونا شروع ہوتا ہے اور بچہ بھی اپنے والدین پر اعتماد کرنا شروع کر دیتا ہے اور وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے والدین میرے خیر خواہ اور سچے ہمدرد ہیں تب ان کے ہر اشارہ پر عمل کرنا اپنی سعادت جانتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ:

”پس نیکی پر خود اعتمادی یہ بہت ضروری ہے۔ پس جن بچوں کو آپ نے سوسائٹی میں بھیجنا ہے ان کو بتائیں کہ تمہاری عزت اور تمہاری اعلیٰ اقدار سچائی سے وابستہ ہیں...... یہ احساس خود اعتمادی گھر میں بچپن میں پیدا کرنا ضروری ہے۔“

(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 576-577)

لیکن بچوں کی پرورش کے دوران ان میں نظم وضبط لانے کے لئے ہر وقت تحکمانہ اور آمرانہ رویہ درست نہیں۔ اس قسم کا رویہ سوائے مشینی ردعمل اور جذبات سے عاری وابستگی کے علاوہ کچھ بھی پیدا نہیں

کر سکتا۔ اس میں کسی قسم کی دوستی کے لئے گنجائش ہی نہیں رہتی۔ جو کہ بچوں کی پرورش میں بعض دفعہ سخت نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے تربیت اولاد کے اسلوب:

معزز بھائیو اور بہنو! خصوصاً جب بچہ ذرا بڑا ہو جائے تو آپس میں دوستانہ تعلقات اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر زندگی کے اہم معاملات پر بات چیت کرنے میں ہچکچاہٹ ہو تو پھر یہ سچی دوستی نہیں کہلا سکتی۔ دوستی کے لئے والدین اور خصوصاً باپ کا اپنے بچوں کے مزاج کا شناسا ہونا نہایت ضروری ہے۔ ہر ماں باپ کی اولاد مختلف مزاج رکھتی ہے۔ پسند اور نا پسند میں بھی فرق ہوتا ہے اور جب تک ہر بچہ کے مزاج کے مطابق اس کی تربیت کا طریق اختیار نہ کیا جائے، خاطر خواہ نتائج کی امید نہیں کی جا سکتی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد مرحوم اس ضمن میں اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس سے حضرت مصلح الموعودؓ کا اپنے بچوں سے دوستانہ تعلق اور مزاج شناسی کا پتہ چلتا ہے۔ جو کہ ہم سب کے لئے تربیتِ اولاد میں یقیناً مشعلِ راہ ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"قادیان کے قریب ہمارا ایک آبائی گاؤں "نواں پنڈ" تھا۔ جہاں ابا جان نے ٹینس کورٹ بنوایا ہوا تھا...... جب میں اس قابل ہوا کہ ٹینس کا ریکٹ پکڑ کر کچھ کھیل سکتا تو ٹینس کھیلنے کے لئے مجھے بھی ساتھ لے کر جانے لگے اور ہمارے بڑے بھائی مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث۔ ناقل) بھی کبھی کبھی کھیلنے ساتھ چلتے تھے۔ ان دنوں انگلستان کا بنا ہوا ایک ریکٹ جس کا نام DOHETRY تھا آپ استعمال فرماتے تھے۔ کچھ سال بعد آپ نے ڈوہرٹی ریکٹ لاہور سے منگوا کر ہمارے بڑے بھائی کو دے دیا۔ مجھے جب اس کا علم ہوا تو میں نے ایک ملازمہ کے ہاتھ ابا جان کو ایک رقعہ لکھ کر بھجوایا کہ آپ نے بھائی کو ریکٹ دیا ہے اور مجھے نہیں دیا اور یہ اسلامی تعلیم کے منافی ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے ایک صحابی کو جس نے اپنے ایک لڑکے کو غلام خرید کر دیا تھا اور دوسروں کو نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر کہ کیا ہر لڑکے کو غلام دیا ہے؟ نفی میں جواب سن کر آپؐ نے ان صحابیؓ کو ارشاد فرمایا کہ اس سے بھی غلام واپس لے لو۔ اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جس میں حضرت النعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم

ہوا تو آپؐ نے بیان فرمایا کہ کیا باقی سب بچوں کو عطیہ دیا ہے؟ کہا نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ۔"

میری اس حرکت کا یہ نتیجہ بھی نکل سکتا تھا کہ میری گوشمالی کی جاتی۔ ناراضگی کا اظہار ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا...... دو تین روز ہی گزرے تھے کہ ایک صبح کے وقت آپ ہاتھ میں ڈوہرٹی ریکٹ پکڑے میرے پاس آئے اور مجھے دے کر فرمایا کہ لو! تمہارا ریکٹ۔ مَیں نے تمہارے لئے لاہور سے منگوایا ہے۔"

دراصل ضروری نہیں کہ ہر بچہ خاموشی سے بات قبول کرلے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بات کو صحیح نہ جانے تو اس کا برملا اظہار کردے۔ اس پر اس سے ناراض ہونے کی بجائے اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تا اس میں مناسب موقع پر سچ بولنے کا حوصلہ پیدا ہو۔

والدین کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ہر وقت کی سختی اچھی نہیں ہوتی۔ اگر والدین ہر وقت بچوں پر چیخیں اور چلائیں تو وہ اپنی قدر کھو دیتے ہیں اور ان کی بات میں وزن نہیں رہتا اور بچے ان کے خیالات کو اہمیت دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ چاہے وہ کتنا ہی دانشمندانہ خیال ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس کی ادائیگی صحیح نہیں تو اس کو تسلیم کرنے میں مشکل ہوگی اس طرح مطلوبہ نتائج کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے۔ سچی دوستی وہ ہے جس میں متوازن اور باہمی احترام کا رشتہ ہو۔ بچوں کو یہ احساس نہیں ہونا چاہئے کہ ان کے خیالات کو اہمیت نہیں دی جارہی۔ چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو یا بچگانہ ہی کیوں نہ ہو۔ ورنہ ڈر ہے کہ پھر وہ والدین کے خیالات اور احساسات کو بھی اہمیت نہیں دیں گے۔ بہرحال یہ بڑوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس باہمی رشتہ میں ہم آہنگی پیدا کریں کیونکہ بچہ تو پھر بچہ ہی ہے۔

اگر بچے نے کوئی اچھا کام کیا ہو تو اس کو بیان کر کے بچے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ کسی امتحان میں کامیابی حاصل کرنے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک صاحب اپنے طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جب انہوں نے مولوی فاضل کے امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی تو نتیجہ کی اطلاع پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس کامیابی پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس خوشی میں سب عملہ اور وہ احباب جماعت جو مختلف شہروں سے آپ کو ملنے کے لئے تشریف لائے ہوئے

تھے اور ملازمین اور گھر والوں کے ساتھ مل کر پکنک کا پروگرام بنایا۔ کھانے کے لئے باورچی کو خود ہدایات دیں بلکہ رات گئے تک کھانا پکانے کی خود ہی نگرانی فرمائی۔

اسی طرح ناکامی پر غم اور غصہ کی بجائے بچے کے ساتھ بیٹھ کر اس کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے سدِّباب کے لئے بچے کی رہنمائی کرنی چاہئے اور اس کو احساس دلوانا چاہئے کہ اس مشکل گھڑی میں وہ اس کے ساتھ ہیں۔

لیکن بچوں سے دوستی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بچہ جو بھی کرے اس کو ہر صورت پسند کیا جائے یا اغماض کیا جائے۔ ہاں اس صورت میں بھی معاملہ فہمی سے کام لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ بچہ آپ سے دور ہو جائے اس طرح اس کی پرورش میں آپ کی وعظ و نصیحت تعمیری اور موٴثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

معزز بھائیو اور بہنو! غیرت دینی کا یہ واقعہ ملاحظہ ہو۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

”ہمارے بڑے بھائی مرزا ناصر احمد صاحب کو قرآن کریم حفظ کروانے کا فیصلہ ابا جان نے کیا۔ ایک حافظ صاحب کو ان کے لئے مقرر فرمایا۔ ہماری رہائش والے مکان کے صحن میں بھائی کھڑے تھے۔ میں برآمدہ میں تھا۔ میں نے ان کو ”او حافظ“ کر کے پکارا۔ ابا جان نے سن لیا۔ سخت غصے میں میرے پاس آئے اور ایک طمانچہ رسید کیا اور فرمانے لگے تمہیں شرم نہیں آتی قرآن کریم حفظ کرنے والے اور پھر بڑے بھائی کو تم نے اس طرح مخاطب کیا۔ اسی وقت پرائیویٹ سیکرٹری کے ایک کارکن کو بلا کر کہا کہ اسی وقت ہائی سکول جا کر اس کا نام وہاں سے کٹوا دو اور کل سے یہ ہائی سکول کی بجائے احمدیہ سکول میں تعلیم حاصل کرے گا۔“

دوستی اپنی جگہ لیکن حفظِ مراتب کا خیال رکھنا بھی بچوں کی تربیت کا حصہ ہے

نسبتاً چھوٹی عمر میں بچے کہانیاں سننے کا شوق رکھتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ بچوں کی تربیت کے لئے دوستانہ ماحول کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ آپؓ نے بچوں کی تربیت کے لئے کہانیاں سنانے کا طریق بھی اپنایا۔ باوجود خلافت کے کاموں کی بے پناہ مصروفیات کے ایک مرتبہ آپ نے ان بچوں کو جو شعور کی عمر کو پہنچ چکے تھے عشاء کی نماز کے بعد ایک کہانی سنانا شروع کی جو تقریباً ایک گھنٹہ روزانہ کئی ہفتے جاری رہی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اپنی یادداشتوں میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ کہانی کسی قصے کہانیوں کی کتابوں سے اخذ نہیں کی گئی تھی بلکہ آپؓ نے ازخود مختلف تربیتی امور سے تعلق رکھنے والی اسلامی تعلیم پر روشنی ڈالنے کے لئے کہانی کا رنگ دے کر اس قدر دلچسپ بنا دیا کہ ہم سارے جو اس مجلس میں جمع ہوتے تھے اگلے دن شام کا انتظار کرتے۔ اس کے علاوہ آپ نے گھر میں درسِ قرآن بھی شروع کیا جو کئی ماہ تک جاری رہا۔

معزز بھائیو اور بہنو!

عملی نمونہ اور کرنے کی باتیں:

دوستانہ تعلق میں عملی نمونہ کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے۔ کسی امر کی وضاحت کے لئے ہمیشہ مثال پیش کی جاتی ہے تاکہ وہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنی تعلم کا صحیح نمونہ پیش کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء کو بھیجتا رہا ہے۔ اس لئے بچوں کے اخلاقی پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے ہمیں اپنی مثال بہترین رنگ میں پیش کرنا ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری نئی پود زبانِ حال سے کہنے لگ جائے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ اس لئے ہمیں پہلے اپنے آپ کو بچوں کے لئے اچھی مثال پیش کرنا ہے۔ ہم اپنی کمزوریوں اور خامیوں کی اصلاح کے بعد ہی بچوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

1۔ نماز باجماعت کے خود سختی سے پابند ہوں گے تو بچوں کو نماز باجماعت کی تلقین کر سکیں گے۔

2۔ ہر مرحلہ میں راست گوئی یعنی حقیقت پسندی کو اپنا کردار بنائیں گے تو بچوں کو سچ بولنے کی عادت ڈالنے میں مددگار ہو سکیں گے۔

3۔ ہر کام وقت پر کرنے کی عادت کا لازمی اثر بچوں پر بھی ہوگا تو وہ بھی وقت کی پابندی سیکھ جائیں گے۔

4۔ خود صاف ستھرا لباس رکھ کر ہی ہم بچوں کو صاف ستھرا دیکھ سکیں گے۔

5۔ عوام کی خدمت پر کمربستہ رہ کر ہی بچوں کو ہم خدمت خلق پر آمادہ کر سکیں گے۔

6۔ ہمسایوں اور دوستوں سے محبت اور احسان کرکے ہی بچوں کے اندر دوسروں سے محبت کا جذبہ پیدا کر سکیں گے۔

7۔ اپنے گھر میں بہترین سلوک کا نمونہ پیش کریں گے تو گھر کے خوشگوار تعلقات بچوں پر خوشگوار اثر ڈالیں گے۔

8۔ لین دین کے معاملات میں دیانتداری کا مظاہرہ بچوں کو دیانتدار بنادے گا۔

9۔ اس کے علاوہ دیانت، محنت کی عادت، غصہ کو ضبط کرنا، عفت، نگاہ و زبان کی پاکیزگی، مستقل مزاجی اور ہمدردی خلائق جیسی صفات کا عملی نمونہ بچوں کے ساتھ پیش کریں گے تو یہ خوبیاں ان میں بھی پیدا ہوں گی۔

10۔ تربیت کا سب سے اہم ذریعہ خلیفہ وقت کے ساتھ عاشقانہ اور خادمانہ تعلق اور نظام سلسلہ کا احترام اور پابندی ہے۔ یہ ایسی بنیادی صفت اور پاک بیج ہے جسے اگر عمل صالح کے پانی سے سیراب کیا جائے تو یہ ایسا ثمر دار شجر بن جاتا ہے جس کے میٹھے پھل والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور جماعت کے لئے لذت و سرور کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر ہم اپنی عزیز اولاد کے دلوں میں خلافتِ حقہ کی اہمیت اور اس کی برکات کو جاگزیں کر سکیں اور ہر حالت عُسر ویُسر میں خلافت اور نظام سلسلہ کے احترام کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے اپنا ایک نمونہ قائم کر کے اپنی اولاد کے دلوں میں راسخ کر سکیں تو باقی تربیت خود بخود آسان ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ اسی نکتہ کو ایک اور زاویہ سے بیان فرماتے ہیں:

”خوب یاد رکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ سے رشتہ نہ ہو اور سچا تعلق اُس کے ساتھ نہ ہو جاوے کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی...... پس وہ کام کرو جو اولاد کے لیے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے اول خود اپنی اصلاح کرو اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیز گار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کرلو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا۔ قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ درج ہے کہ دونوں نے مل کر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ان کا والد صالح تھا۔ یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ کیسے تھے۔ پس اس مقصد کو حاصل کرو اور اولاد کے لیے ہمیشہ اس کی نیکی کی خواہش کرو۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 444-445)

غرضیکہ زندگی کے بے شمار پہلو ہیں جن میں ہم اپنے عملی نمونہ سے بچوں کے اندر خود بخود اچھی اور نیک عادات پیدا کر سکتے ہیں۔ اور وہی نظارے دیکھ سکتے ہیں جب باپ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ (الصافات:103) یعنی اے میرے پیارے بیٹے! یقیناً مَیں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ مَیں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس غور کر تیری کیا رائے ہے۔ تو سعادت مند بیٹا جو کہ اپنے باپ کے ساتھ دوستی کے رنگ میں رنگین تھا جواب دیتا ہے۔ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ (الصافات:103) اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے یقیناً اگر اللہ چاہے تو مجھے تُو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نہایت پیاری اور گہری حکمت کی بات بیان فرمائی ہے کہ جس طرح سکّہ کے دو رُخ ہوتے ہیں اسی طرح دوستی کے بھی دو رُخ ہوتے ہیں ایک تو والدین کا اپنے بچوں سے دوستانہ تعلق اور دوسرا بچوں کا دوسرے بچوں سے دوستی لگانا۔ یہ دونوں رُخ والدین کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

”حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے۔ اس لیے اسے غور کرنا چاہئے کہ وہ کیسے دوست بنا رہا ہے۔ تو والدین کو بھی نگرانی رکھنی چاہئے اور یہ نگرانی سختی سے نہیں رکھنی چاہئے بلکہ بچوں سے بے تکلف ہوں...... اس مغربی معاشرہ میں بلکہ آج کل تو مغرب کا اثر، دجالی قوتوں کا اثر اور شیطان کے حملوں کا اثر، رابطوں میں آسانی اور سہولت کی وجہ سے ہر جگہ ہو چکا ہے۔ تو مَیں یہ کہہ رہا ہوں کہ شیطان کے ان حملوں کا مقابلہ کرنے کے لیے والدین کو اپنے بچوں سے ایک دوستانہ ماحول پیدا کرنا ہو گا اور پیدا کرنا چاہئے۔ خاص طور پر اِن ملکوں میں جو نئے آنے والے ہوتے ہیں وہ شروع میں تو نرمی دکھاتے ہیں اس کے بعد زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ وہ تصور نہیں ہے کہ بچوں سے بھی دوستی پیدا کی جا سکتی ہے۔ تو ان کو پھر یہ احساس دلانا چاہئے۔ یہ ماحول پیدا کر کے اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے۔ بچے کو بچپن سے پتہ لگے اور پھر جوانی میں پتہ لگے۔ ایک عمر میں آ کے والدین خود بچوں سے باتیں کرتے ہوئے جھجکتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ ان کو دین کی طرف لانے کے لیے...... والدین کو دعاؤں کے ساتھ ساتھ بڑی کوشش کرنی چاہئے...... پھر یہ بھی

نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں۔ بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے......ابھی بھی والدین کی یہ شکایات ملتی رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کرکے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے...... تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنے لگتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایسی شکایتیں بھی آئیں کہ بچے ماں باپ سے علیحدہ ہوگئے......اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔ پھر بچوں کو بھی مَیں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں.....دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں اور اللہ سے دور لے جانے والے تو نہیں کیونکہ جو اللہ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے سچے دوست نہیں ہوسکتے......اور ہمیشہ نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کے لیے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں، قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 395-397)

سامعین وسامعات! تربیت اولاد کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا قابل تقلید نمونہ ملاحظہ ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لیے دعا نہیں کرتا.....اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:75) یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 562-563)

۞۞۞۞

﴾39﴿ ﴾مشاہدات۔988﴿

"صحبت۔ خدمت اور صبر"

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ﴿۲۴﴾ وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ﴿ؕ۲۵﴾ (بنی اسرائیل آیت 24-25)

یعنی تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

پیارے بچو! مجھے آج والدین سے محبت، احسان اور حسن سلوک کے حوالے سے گزارشات کرنی ہے۔

لیکن مَیں نے اپنی گزارشات کا عنوان "صحبت، خدمت اور صبر" رکھا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہماری جماعت میں ایک علم دوست شخصیت، محقّق، قرآن کریم کے ترجمہ، تفسیر اور قرآنی الفاظ کے لغت کے مصنّف مکرم پیر صلاح الدین صاحب کے نام سے معروف ہیں۔ آپ حضرت پیر اکبر علی صاحب رضی اللہ عنہ آف فیروز پور کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ کی وفات پر ایک مضمون الفضل میں لکھا۔ جس کے آخر پر آپ تحریر کرتے ہیں کہ

"والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد جب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے ملا تو آپ نے تین لفظوں میں ایک عجیب مضمون ادا کیا۔ فرمایا۔

والدین کے ساتھ تعلق کی تین صورتیں ہیں۔ **"صحبت۔ خدمت۔ صبر"** ایک وقت ان والدین کی صحبت فیض یاب ہونے کا ہوتا ہے۔ پھر خدمت کا۔ پھر صبر کا۔ اے پیارے! تو صبر دے کہ صبر کریں تو اجر ہے نہ کریں تو کوئی چارہ نہیں"

(الفضل 18/ستمبر 1954ء صفحہ 7)

سامعین! ہم اپنے رواج کے مطابق کسی عزیز، رشتہ دار اور جان پہچان رکھنے والے کی وفات پر اُس کے لواحقین اور اقرباء سے تعزیت کرتے، انہیں دلاسہ دیتے اور صبر کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کسی بزرگ کی وفات پر اُس کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے اور اُس کی نصائح کو دہراتے ہیں۔ بالخصوص ایسے بول جو اُس نے دنیا سے رخصت ہوتے بطور نصیحت کے کہے ہوں۔ تعزیت پر آنے والے بھی مختلف الفاظ اور اداؤں کے ساتھ تعزیت کر کے لواحقین کے حوصلے بڑھاتے ہیں۔ جیسے ربوہ بہشتی مقبرہ میں کسی کے والد محترم کی تدفین پر ایک بزرگ نے مرحوم کے بیٹے سے معانقہ کر کے تعزیت کرتے ہوئے مبارکباد دی کہ والد کی وفات پر افسوس تو اپنی جگہ بہشتی مقبرہ میں تدفین اپنی ذات میں مبارکباد کی مستحق ہے۔ اسی طرح ایک نوجوان نے کسی کے والد صاحب کی بہشتی مقبرہ میں تدفین پر تعزیت کرتے ہوئے اس مرحوم کے بیٹے کو کہا کہ

" دروازے کے دو پٹ ہوتے ہیں۔ ایک پٹ بند ہوا ہے دوسرا پٹ (یعنی والدہ کا) ابھی کھلا ہے ان کی خدمت کر کے جتنی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا لے سکتے ہیں لے لیں۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایم اے نے ان تین لفظی تعزیتی پیغام میں نوجوانوں کے لیے بہت گہرا پیام چھوڑا ہے کہ والدین سے اولاد کے تعلق پر تین ادوار آتے ہیں۔ ایک تو صحبت یعنی والدین کے ساتھ ہم نشینی اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ ویسے تو جوائنٹ فیملی سسٹم میں صحبت آخری وقت تک رہتی ہے اور رہنی بھی چاہیے۔ یہ دَور جہاں پیدائش بالخصوص اُس وقت سے جب بچے کو سمجھ بوجھ یا شعور آنا شروع ہوتا ہے اور بچہ لکھ پڑھ کر جب ملازمت کرنے لگتا ہے تو خدمت کا دَور شروع ہوتا ہے جو وفات تک جاری رہتا ہے اور رہنا بھی چاہیے۔ پہلے دَور میں ایک اہم بات بیان کرنی رہ گئی ہے وہ یہ کہ جہاں بچے کو ماں باپ کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے وہاں والدین کو اپنے نیک چلن اور اچھے رویّے

سے بچوں پر اچھا اور عمدہ اثر چھوڑنا ہے۔ یعنی والدین اور بچوں کی یکساں ذمہ داری ہے۔ ایک تاثیر پیدا کرنے والا اور ایک تاثیر لینے والا۔ پھر بچوں پر ایک تیسرا مرحلہ بھی آتا ہے۔ جب دونوں میں سے ایک یا دونوں اللہ کو پیارے ہو جائیں تو صبر کے ساتھ صدمے کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ بین ڈالنا، رونا پیٹنا منع ہے۔ صبر تو انسان کو وقت کے ساتھ آ ہی جاتا ہے مگر کہتے ہیں کہ صبر وہ جو پہلے وقت میں برداشت کر کے کیا جائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ والقَلْبُ يَحْزَنُ، ولَا نَقُولُ إِلَّا مَا يُرْضَى رَبَّنَا، وإِنَّا بِفِرَاقِكَ يا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ

(بخاری کتاب الجنائز)

کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم صرف وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے۔ پھر اپنے مرحوم بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے ابراہیم! تیری جدائی سے یقیناً ہم غمگین ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وقت میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی تاکید فرمائی۔

سامعین! والدین کے ساتھ حسن سلوک برتنے کی تعلیم اُن کی وفات کے بعد صبر کے ساتھ ان معنوں میں جاری رہتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کی وفات کے بعد اُن کے قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا، ان سے پیار و محبت اور عزت و احترام سے پیش آنا دراصل مرحوم والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین الفاظ میں اتنا بڑا سبق دیا ہے جو ایک بچے کی ساری زندگی پر محیط ہے اور اُسے پوری زندگی نیکی اور حسنِ خلق کی دعوت دیتا ہے۔ یہ تین الفاظ ایک حسین معاشرہ کے قیام کے لیے بہت سے پہلو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں نے نوجوان نسل اور ٹین ایجرز کو سمجھانے کے لیے اِن الفاظ کو بالخصوص آج تقریر کا عنوان بنایا ہے۔

آئیں! ذرا قدرے تفصیل سے ان الفاظ کا محاکمہ کریں۔ صحبت صالحین ایک ایسا معرفت کا نقطہ ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں صحابہ کو اپنانے کی ترغیب دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ کے الفاظ کے ساتھ سچوں اور نیکوں کو

دوست بنانے کی تلقین کی ہے۔ والدین بھی صادقین میں شامل ہیں اور اوّلین طور پر شامل ہیں۔ بہت کم والدین ایسے ہوں گے جو اپنے بچوں کے بارے میں اچھانہ سوچتے ہوں۔ ہر والد اور والدہ کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا بیٹا عظیم شخصیت بنے۔ پڑھ لکھ کر خاندان کی اور انسانیت کی خدمت کرے اور والدین اِن نتائج کے لیے اپنی تمام کوششوں اور اپنی تمام جمع پونجی کو خرچ کر دیتے ہیں۔ سمجھدار ذہین وفطین اور عقلمند بچے ماں باپ سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے سب سے پہلے قرآنِ کریم اپنی ماں کے پیٹ میں سنا تھا۔ بچہ نقل کرتا ہے اور جو اُس کے سب سے قریب ہو یعنی والدین۔ اُسے وہ اپنا مطمع نظر بناتا ہے جو والدین کر رہے ہوتے ہیں وہ بھی کرنا سیکھتا ہے۔ ماں باپ کی ہر حرکت کو وہ پڑھتا اور اُسے اپناتا ہے۔ یہیں سے صحبت کا سفر شروع ہوتا ہے۔ اگر والدین نیک، صالح و دیندار ہوں تو وہ بچہ بھی نیک راہوں پر چلتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی سچ فرمایا ہے کہ والدین ہی بچے کو مجوسی، یہودی، عیسائی اور مسلمان بناتے ہیں۔ بچہ جب والدین کو نماز پڑھتا دیکھتا ہے تو نماز شروع کر دیتا ہے۔ والدین جب تلاوت کرتے ہیں تو بچہ بھی تلاوت کرتا ہے۔ والدین جو نیک عادات اپناتے ہیں۔ بچہ اُن کو فالو کرتا ہے اور یوں شیر کا بچہ شیر ہی ہوتا ہے، کے تحت وہ ایک ایسا انسان بنے گا جس کے اندر دو اُنس ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوسرا اُس کی مخلوق سے محبت۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ

(ابوداؤد کتاب الادب)

کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے اور والدین کسی دوست سے کم نہیں ہوتے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

خوشبو رکھنے والا اپنی خوشبو دوسروں کو دے کر ہی دم لیتا ہے خواہ مدّ مقابل اُسے اُس سے نہ ہی خریدے تو والدین اپنی خوشبو اولاد کو ضرور دیں گے اور اولاد اگر نہ بھی لینا چاہے تو وہ اُسے ضرور معطر کر جائے گی۔

پیارے بچو! جہاں تک خدمتِ والدین کا تعلق ہے۔ اس میں بھی عزت و احترام پہلے درجہ پر ہے جو آیت خاکسار تقریر کے آغاز پر تلاوت کر آیا ہے۔ وہ خدمتِ والدین کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں چھ بڑے حکم ہیں۔

نمبر ایک: والدین سے احسان کا سلوک کرو

نمبر دو: اُن کے بڑھاپے میں اُف تک نہ کرو

نمبر تین: ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو

نمبر چار: نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کرو

نمبر پانچ: رحم کے جذبہ کے تحت اُن سے عاجزانہ رویّہ اختیار کرو۔

نمبر چھ: رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيۡ صَغِيۡرًا کی دعا کرتے رہو۔

پھر سورۃ لقمان آیت 15 میں اللہ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکریہ بھی ادا کرتے رہنے ذکر موجود ہے۔ سورۃ البقرہ آیت 216 میں والدین پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ سورۃ المائدہ آیت 111 میں والدین پر ہونے والے انعامات الٰہیہ کا ذکر بکثرت کرنے کی ہدایت ملتی ہے۔ سورۃ الصافات آیت 103 کے مطابق والدین کی اطاعت میں حضرت اسماعیلؑ کا کردار مد نظر رکھنے اور سورۃ مریم آیت 33 کے مطابق ماں سے حسن سلوک کرنے اور سخت گیر و سخت دل نہ ہونے کا ذکر ہے۔

اِسی طرح کی تعلیم احادیث میں بھی ملتی ہے لیکن وقت مجھے اجازت نہیں دے رہا۔

والدین کے ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا، یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کرو جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔ اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن دراصل مرجع کلام امت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور والدہ آپ کی خوردسالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے

والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے۔"

(کتاب لباس التقوی زیر باب والدین سے حسن سلوک)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"پھر والدین کا وجود ہے، یہ ایسا وجود ہے کہ انسان تمام عمر بھی اُن کے احسانوں کا بدلہ نہیں اُتار سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ وہ جو کچھ بھی تمہارے ساتھ سلوک کریں، تمہارے سے سختی کریں، نرمی کریں، تم نے ہر حال میں ان سے نرمی اور محبت کا سلوک کرنا ہے۔ تم نے ان کی کسی بُری لگنے والی بات پر بھی اُف تک نہیں کہنی۔ صبر سے ہر چیز کو برداشت کرنا ہے۔ ہمیشہ ان سے نرمی اور پیار کا معاملہ رکھنا ہے کیونکہ تمہارے بچپن میں ان کی جو تمہارے لئے قربانیاں ہیں تم ان کا احسان نہیں اُتار سکتے اور یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لئے اس طرح دعا کیا کرو کہ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25) کہ اے میرے رب! اِن دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی تھی۔ حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مٹی میں ملے اُس کی ناک، مٹی میں ملے اُس کی ناک۔ یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ دہرائے۔ یعنی ایسا شخص قابل مذمت ہے، بڑا بدبخت اور بدقسمت ہے۔ لوگوں نے عرض کی کونسا شخص؟ تو آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور اُن کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ)"

(خطبہ جمعہ 13ء اکتوبر 2006ء)

(کمپوزڈ: مسز عطیۃُ العلیم۔ ہالینڈ)

۞۞۞۞

﴿40﴾ ﴿مشاہدات۔34﴾

والدین سے حسن سلوک

میری پیاری بچیو اور بچو! مجھے آج آپ کے اپنے محسن والدین سے حسن سلوک پر کچھ کہنا ہے۔

خدا تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف رشتوں میں پرَو دیا ہے، ان میں کسی کو باپ بنایا ہے تو کسی کو ماں کا درجہ دیا ہے اور کسی کو بیٹا بنایا ہے تو کسی کو بیٹی کی پاکیزہ نسبت عطا کی ہے۔ غرض رشتے بنا کر اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق مقرر فرما دیے ہیں، ان حقوق میں سے ہر ایک کا ادا کرنا ضروری ہے، لیکن والدین کے حق کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی بندگی اور اطاعت کے فوراً بعد ذکر فرمایا، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رشتوں میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا o وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا o (بنی اسرائیل:24-25)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی بندگی و اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا ہے کہ میرے علاوہ کسی اور کی بندگی ہرگز مت کرنا، اس کے بعد فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اولاد کو یہ سوچنا چاہیے کہ والدین نہ صرف میرے وجود کا سبب ہیں بلکہ آج میں جو کچھ بھی ہوں، انہیں کی برکت سے ہوں، والدین ہی ہیں جو اولاد کی خاطر نہ صرف ہر طرح کی تکلیف، درد، دکھ اور مشقت کو برداشت کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات اپنا آرام و راحت اپنی خوشی و خواہش کو بھی اولاد کی خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ محنت ومشقت اور تکلیف ماں برداشت کرتی ہے۔

سورۃ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسٰنَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا (الاحقاف:16)

اس ماں نے تکلیف جھیل کر اسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا۔ حمل کے نو ماہ کی تکلیف اور اس سے بڑھ کر وضع حمل کی تکلیف، یہ سب ماں برداشت کرتی ہے۔

احسان کا لفظ حسن سے مشتق ہے اور حسن سے مراد وہ امر ہے جس میں کامل خوبی پائی جائے۔ کمال کا درجہ ہو اور کوئی نقص یا سقم اور خرابی نہ پائی جائے۔ اس لئے والدین سے حسن سلوک میں احسان کا پہلو چمکتے سورج کی مانند ہے۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اب اس کی پرورش کے لیے باپ محنت و مشقت برداشت کرتا ہے، سردی ہو یا گرمی، صحت ہو یا بیماری، وہ اپنی اولاد کی خاطر کسبِ معاش کی صعوبتوں کو برداشت کرتا ہے اور ان کے لیے کما کر لاتا ہے، ان کے اوپر خرچ کرتا ہے، ماں گھر کے اندر بچے کی پرورش کرتی ہے، اس کو دودھ پلاتی ہے، اس کو گرمی و سردی سے بچانے کی خاطر خود گرمی و سردی برداشت کرتی ہے۔ بچہ بیمار ہوتا ہے تو ماں باپ بے چین ہو جاتے ہیں، ان کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں، اس کے علاج و معالجہ کی خاطر ڈاکٹروں کے چکر لگتے ہیں۔ غرض والدین اپنی راحت و آرام کو بچوں کی خاطر قربان کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہیں والدین کی شکر گذاری کا بھی حکم ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان میں فرماتا ہے۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان:15)

کہ میرا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو۔

میرے بچو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی بھی تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ یہ میرا باپ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تَمْشِ وَلَا تَقْعُدْ قَبْلَه وَلَا تَدْعُهُ بِاسْمِهِ وَلَا تَسْتَبَّ لَه

یعنی ان کے آگے مت چلنا، مجلس میں ان سے پہلے مت بیٹھنا، ان کا نام لے کر مت پکارنا، ان کو گالی مت دینا۔

عزیزو! بڑھاپے میں جب والدین کی کوئی بات ناگوار گزرے تو ان سے کیسے گفتگو کی جائے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (بنی اسرائیل:24)

یعنی ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اچھی بات کرنا، لب و لہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر و تکریم کا خیال رکھنا۔ خطاکار اور زر خرید غلام، سخت مزاج اور تُرش رو آقا سے جس طرح بات کرتا ہے، اس طرح بات کرنا قولِ کریم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے وہیں ان کے لیے دعا کرنے کا بھی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25)

کہ اے میرے رب! تو میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں (رحمت و شفقت کے ساتھ) میری پرورش کی ہے۔

ہر نماز کے بعد والدین کے لیے دعا کرنے کا معمول بنالیں۔

پیارے بچو! یہاں میں ایک اور دعا بھی آپ بچو کو سکھلا جاؤں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراھیم:41)

کہ اے میرے پروردگار! روز حساب تو میری، میرے والدین کی اور تمام ایمان والوں کی بخشش فرمانا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو

پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہمّ و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو، چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بڑے بد قسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔ باپ کی رضامندی کو میں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔"

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ، یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔ اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں، ہر بات مانیں، ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں، لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے، عزت سے، احترام سے پیش آنا ہے اور نہ صرف نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنی ہے اور اتنی پیار، محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہو۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 جنوری 2004ء)

میرے عزیز بچو و بچیو! حسن سلوک کا یک اہم پہلو اطاعت و فرمانبرداری کا بھی ہے اطاعت کا حقیقی مفہوم "سمعنا و اطعنا" کے الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ سادہ انداز میں اسے یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

سماجی اور تمدنی زندگی نے حقوق و فرائض کے کے دائرہ ہائے فکر و عمل متعین کر دئے ہیں۔ والدین کے جو حقوق و فرائض ہیں ان کے حقوق کی منصفانہ اور مساویانہ ادائیگی کا نام اطاعت و فرمانبرداری ہے جو اولاد کے فرائض کا دوسرا نام ہے۔

اطاعت والدین میں "نہ کر" (ترک شر) اور "کر" (ایصال خیر) کے دونوں پہلو موجود ہیں ان دونوں باتوں کا لحاظ رکھے بغیر اطاعت والدین کا فریضہ کماحقہٗ ادا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے پوری صراحت و وضاحت سے ان دونوں زاویوں کو اجاگر کیا ہے۔ اس لئے اولاً "نہ کر" کے کردار و عمل کا بحوالہ قرآن کریم ذکر کیا جاتا ہے۔

بڑھاپے میں انسان کا جسم وروح گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ کمزور سے کمزور تر ہوتے جاتے ہیں۔ عدم برداشت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مختلف عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ احساسِ تکلیف بڑھ جاتا ہے۔ اس کے مقابل پر اولاد کے قویٰ توانا اور مضبوط ہوتے ہیں۔ برداشت کا مادہ بڑھا ہوتا ہے ان حالات میں جب والدین کی جانب سے درشتی، سختی اور ناگواری کی بات کا اظہار ہو تو ارشاد خداوندی ہے کہ اولاد "اُف" تک کا اظہار بھی نہ کرے یہ ناپسندیدہ کا کم سے کم اظہار ہے۔ یعنی چہرہ کے اتار چڑھاؤ سے اور لبوں کی حرکت و جنبش سے اپنی ناگواری ظاہر نہ کرے۔

"تنہر" کی صورت کے سامنے بلند آواز، درشت انداز، جھڑکنا اور سختی سے روا رکھے جانے والے بدسلوک رویہ سے روکا گیا ہے۔ "اُف" اور "تنہر" جیسے الفاظ کے ذریعے والدین کے احساسات و جذبات کا تحفظ کیا گیا ہے۔

مشرکانہ امور میں والدین کی اطاعت کو لازم قرار نہیں دیا گیا ہے البتہ دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات جن کو لفظ "معروف" سے تعبیر کیا گیا ہے وہ قائم اور برقرار رکھنے کا ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا (الفرقان:16)

کہ اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک مقرر کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں ہے تو ان دونوں کی بات مت مانیو ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھیو۔

پیارے بچو! اطاعت والدین کے سلسلہ میں عمل سے قبل اندازِ گفتگو آتا ہے۔ ان ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قول کریم سے کام لیں۔ یعنی اس انداز اور طریق پر والدین کو مخاطب کریں کہ ان کی بزرگی، وقار و عظمت اور جلالت کو زک اور ٹھیس نہ پہنچے۔ ان کی کسر شان نہ ہو۔ نہایت ادب و احترام سے گفتگو کریں تاکہ ان کی عزت و تکریم میں اضافہ ہو۔ کمی نہ آئے۔ ان کی وجاہت بر قرار رہے۔ اطاعت کی عملی صورت میں طرزِ عمل عاجزانہ رنگ رکھتا ہو اور اس میں رحم کا جذبہ کار فرما ہو۔

ایک انسان کے مالی وسائل کا فقدان، اثراتِ ماحول اور دیگر قضاء وقدر کے حالات بعض اوقات اطاعت کے معاملہ میں سدّ راہ بن کر اطاعت کی کمی کا باعث بن جاتے ہیں۔ انسان فرائض کی ادائیگی میں مجبور و معذور ہو جاتا ہے اور مقدور بھر خدمت بجالانے سے محروم اور قاصر رہتا ہے۔ ایسے پیش آمدہ حالات کے وارد ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اولاد کو والدین کے لئے ہمیشہ دعا گو رہنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی چادر انسان کی بشری کمزوریوں اور دیگر نامساعد حالات کو ڈھانپے رکھے۔ دعا کرتے وقت اپنی صغر سنی کو مد نظر رکھے کہ ان حالات میں میرے والدین میری پرورش میں ذاتی محبت سے ہمہ وقت لگے رہے۔ خود تکالیف اٹھائیں اور مجھے آرام دیا۔ میری کمزوری کے زمانہ میں سہارا بنے۔ میری پرورش ونگہداشت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

پیارے بچو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ

”خاک آلودہ ہو گئی اس کی ناک جس نے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”اللہ تمام گناہ جو وہ چاہے گا معاف کر دے گا سوائے والدین کی نافرمانی کے۔“

(مشکوٰۃ)

ایک صحابیؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! والدین کا اس کی اولاد پر کیا حق ہے؟

فرمایا:

وہ تیرے لئے جنت ہیں یا دوزخ۔ یعنی اطاعت اور عدم اطاعت جنت اور جہنم کے مترادف ہے۔

(ابن ماجہ)

ایک صحابیؓ نے آنحضورؐ کے دربار میں حاضر ہو کر جہاد میں شریک ہونے کی خواہش اور ارادہ کا اظہار کیا تو حضرت سرور کائناتؐ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی یارسول اللہ! زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی خدمت ہی جہاد ہے۔

ایک موقع پر حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے۔

والدہ کے بلند مقام و مرتبہ کے حوالہ سے حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ غرض کہ اطاعت والدین اجر و ثواب کے اعتبار سے ایک بہت بڑا اُخروی خزانہ ہے جو خدمت والدین کا مرہون منت ہے۔

حضرت نوحؑ کے بیٹے نے اطاعتِ والد سے انحراف کیا۔ نافرمانی کی اور طوفان کا نشانہ بن کر غرق ہوا اور اس کا سبب عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ تھا جس سے عدم اطاعت وقوع پذیر ہوئی۔

دوسری جانب حضرت ابرہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی تابعداری والد کا ذکر قرآن کریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے ان کے سامنے اپنی رویا کا ذکر کیا کہ جس میں وہ اسے ذبح کر رہے ہیں۔ تو بیٹے نے فی الفور عرض کی کہ جو آپ کو حکم خداوندی ملا ہے وہ پورا کریں۔ میں دل و جاں سے حاضر ہوں اور واقعتاً آپؑ قربان ہونے کے لئے عملی رنگ میں تیار بھی ہو گئے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی سیرت طیبہ میں اطاعت والدین کے زریں ابواب ہیں۔ گو حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن یتیمی میں گزرا۔ لیکن آپؐ نے اپنی رضاعی ماؤں کا ہر لحاظ سے واجبی اکرام کو ملحوظ رکھا۔ ثوبیہ جو ابو لہب کی لونڈی تھی اور جس نے محض چند روز ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا آپؐ نے ان کی پوری عمر ان کا خیال رکھا اور مکہ میں مدینہ سے ان کی امداد فرماتے رہے۔

اسی طرح حلیمہ سعدیہ کی عزت و تکریم ہر موقع پر فرماتے رہے اور اس طرح اطاعت والدین کا اسوہ حسنہ امت کے سامنے رکھا۔

حضرت اویس قرنی جن کی نسبت حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یمن سے اللہ کی خوشبو آتی ہے۔ وہ اپنی بوڑھی ضعیفہ والدہ کی خدمت و تیمارداری میں لگے رہے اور ظاہری طور پر آستانہ نبوتؐ پر حاضری کا موقع میسر نہ آیا۔ لیکن اطاعت سے اور عشق رسولؐ سے صحابہؓ کے ہم رنگ ہوئے۔

پیارے اطفال اور پیاری ناصرات! آخر میں آپ سے یہی درخواست ہے کہ جن کے والدین دونوں یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہے تو ان کو اللہ کی بہت بڑی نعمت سمجھ کر ان کی فرمانبرداری کریں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، جتنا ہو سکے ان کی خدمت کریں اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور جن کے والدین دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ ان کی وصیت کو نافذ کریں، ان کے ذمہ اگر کوئی قرض ہو تو اسے ادا کریں، ان کے لیے دعا کریں، اللہ سے ان کے لیے رحمت و مغفرت طلب کریں، ان کی طرف سے صدقہ کریں، والدین کے قریبی رشتہ داروں اور تعلق والوں کے ساتھ حسن سلوک کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

(باتعاون: محمد اشرف کاہلوں)

۞۞۞۞

﴿41﴾ ﴿مشاہدات۔307﴾

اے میرے ربّ! میرے علم میں اضافہ فرما

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ:115)

ترجمہ: یہ کہا کر کہ اے میرے ربّ! مجھے علم میں بڑھا دے۔

الٰہی مجھے سیدھا رستہ دکھا دے
مِری زندگی پاک و طیّب بنا دے
بنوں نیک اور دوسروں کو بناؤں
مجھے دِین کا عِلم اتنا سِکھا دے

میری پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان قرآن کریم میں درج آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے فیصلوں میں الٰہی نُور عطا کرنے کے لیے سکھلائی۔

حصولِ علم اور اضافہ علم کے لیے یہ دُعا اتنی جامع دُعا ہے کہ ہم میں سے ہر بڑے چھوٹے بالخصوص طالب علم کو پڑھتے رہنا چاہیے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔ اس کے علاوہ عِلم کو مہد یعنی پنگھوڑے سے لے کر لحد یعنی قبر تک تعلیم حاصل کرنے کی ہدایت بھی ملتی ہے۔ اس لیے بڑے سے بڑے آدمی، عالم، ہنر مند کو یہ دُعا کرتے رہنا چاہیے۔ کبھی بھی کسی میدان سے تعلق رکھنے والے کو اپنے علم پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے۔ اوّل تو ہر وقت اس دعا کی مدد کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن کسی کام کے آغاز پر تو ضرور اِسے پڑھ لینا چاہیے۔ علم میں اضافہ اور سینہ کو کھولنے اور زبان میں تاثیر پیدا کرنے کے لیے سورۃ طٰہٰ میں ایک اور دُعا کا ذکر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی لیکن حدیث میں آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ

ثبیر پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض کر رہے تھے کہ اے میرے مولیٰ! میں تجھ سے وہی دُعا مانگتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰ نے مانگی۔

(ادعیۃ القرآن از خزینۃ الدُعا صفحہ 18)

میری پیاری بہنو! علم میں اضافہ، انشراحِ صدر اور زبان میں تاثیر پیدا ہونے کے لیے یہ ایک مؤثر دُعا ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ دونوں دُعائیں جو ایک ہی سورۃ طٰہٰ میں آگے پیچھے آئی ہیں، ایک دوسرے کی سپورٹر دعائیں ہیں۔ اِس دُعا کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں آیت 26 تا 29 کے الفاظ میں رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ۔ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ۔ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ یَفۡقَھُوۡا قَوۡلِیۡ۔ اے میرے ربّ! میرا سینہ کھول دے اور جو مجھ پر فرض ڈالا گیا ہے اس کو پورا کرنا میرے لیے آسان کر دے اور اگر میری زبان میں کوئی گرہ ہو تو اُسے بھی کھول دے۔ (حتٰی کہ) لوگ میری بات کو آسانی سے سمجھنے لگیں۔

(خزینۃ الدعا از حافظ مظفر احمد صفحہ 21 ایڈیشن 2014ء)

یہ محولہ بالا دُعا چار مختصر مگر جامع فقروں پر مشتمل ہے۔ سینہ کھلنے، امور میں آسانی پیدا ہونے، زبان کی گرہ کھلنے اور پھر لوگوں کی طرف سے بات سمجھنے کی دُعا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ آیت 30 تا 35 تک ہے جو یہ ہے۔

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَھۡلِیۡ۔ ھٰرُوۡنَ اَخِی۔ اشۡدُدۡ بِہٖۤ اَزۡرِیۡ۔ وَاَشۡرِکۡہُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ۔ کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا۔ وَّنَذۡکُرَکَ کَثِیۡرًا۔

ترجمہ: اور میرے لئے میرے اہل میں سے میرا نائب بنا دے۔ ہارون میرے بھائی کو۔ اس کے ذریعے میری پُشت مضبوط کر۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔ تا کہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں۔

میری بہنو! اِس دُعا سے ہمیں جو سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے علم پر ہی بھروسہ نہ کریں بلکہ اپنے علم کو بڑھانے کے لیے کسی دوسرے کی بھی مدد لیں۔ اُس کے لیے دُعا کریں تا کہ کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا یعنی ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں۔ کیا ہی مبارک نتیجہ نکالا ہے۔ ہم میں سے جو بھی اس نتیجہ کو سامنے رکھتے ہوئے عِلم میں اضافہ اور انشراحِ صدر کی دُعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس میں بے انتہا

برکت بھی رکھ دے گا۔ مجھے یہاں جماعت احمدیہ میں منفرد اور پاکستان کے پہلے نوبل انعام یافتہ مکرم ڈاکٹر عبد السلام مرحوم کا نمونہ یاد آرہا ہے۔ جب آپ نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مِل کر ایک نئی تھیوری ایجاد کی اور اپنے عمل و فعل سے جو مقصد آپ نے عیاں کیا وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید و تذکیر ہی تھا۔ آپ نے آئیٹم کو پھاڑنے اور باریک در باریک ذرّات میں منقسم کرنے کا عندیہ قرآن حکیم سے ہی لیا اور انعام ملنے کے بعد اِس کا اظہار اپنی تقاریر وغیرہ میں کرتے رہے جس سے خدا کا نام اور عَلم بند ہوا۔ ہم جو تقاریر تیار کرتے ہیں اور پھر آپ لوگوں کے سامنے آکر پیش کرتے ہیں تو ہمیں ان ہر دو دُعاؤں کا سہارا لینا چاہیے۔ تقریر کی تیاری کے لیے رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا اور اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کے وقت رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ کا ورد بار بار کرتے رہنا چاہیے۔

میری بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام، اصفیاء و کبریا و مرسَلین جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے رہنمائی پاتے ہیں اور خدا کی ہی تعلیم و ہدایات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو خدا کی رہنمائی کے بغیر کیا گیا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں اور طرزِ عمل کا ذکر ہم سُن آئے ہیں۔ ہمارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا ترمذی کتاب الدعوات میں ملتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے جو علم تُو نے سکھایا ہے اُس کے ذریعہ مجھے نفع دے اور مجھے ایسا علم دے جو مجھے نفع پہنچائے اور زِدۡنِیۡ عِلۡمًا مجھے علم میں بڑھاتا رہے۔ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سورۃ الشعراء میں رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُکۡمًا اور وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ (الشعراء:84-85) کے الفاظ میں ملتی ہے۔

اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"علم و حکمت ایسا خزانہ ہے جو تمام دولتوں سے اشرف ہے۔ دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم و حکمت کو فنا نہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 161)

آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ازدیادِ علم و حصولِ علم کی بعض دعائیں الہاماً سکھائیں جیسے کہ

رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡوَارَکَ الۡکُلِیَّۃَ

اے میرے رب! مجھے اپنے وہ انوار دکھا۔ جو محیط کل ہوں۔

(تذکرہ صفحہ 534)

رَبِّ عَلِّمۡنِیۡ مَاھُوَخَیۡرٌ عِنۡدَکَ

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 106)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے وہ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

رَبِّ اَرِنِیۡ حَقَائِقَ الۡاَشۡیَاءِ

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

(تذکرہ صفحہ 613)

(خزینۃ الدعا از حافظ مظفر احمد صفحہ 227 ایڈیشن 2014ء)

پیاری بہنو! الغرض حصول و طلبِ علم کے لیے جہاں ہمیں اُطۡلُبُوۡا الۡعِلۡمَ وَلَوۡ فِیۡ الصِّیۡن کو مدِ نظر رکھ کر ہمت و کوشش کرنی چاہیے وہاں دینی علم کے لیے بھی سعی کریں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے ایک ایک حدیث کی خاطر ہزاروں میل کا سفر طے کیا، دعائیں بھی کیں اور اللہ سے مدد بھی چاہی جس کی وجہ سے آج ایک ایسا علمی و روحانی خزانہ ہمارے اور ہماری نسلوں کے لیے چھوڑ گئے ہیں جو رہتی دنیا تک مفید ثابت ہو گا۔ قرآن کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ احادیث اور فقہ کی کتب کا مطالعہ بھی مفید ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب، خلفاء کے خطبات و خطابات سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ دنیا میں سینکڑوں علم ہیں ان کو سمجھنے اور اُن سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ سوشل میڈیا اور گوگل سے بھی اس سلسلہ میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

پیاری بہنو! اپنے علم کو بڑھانے کے بارہ میں ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دعا وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا سکھا کر مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ دعا صرف برائے دعا ہی نہیں کہ منہ سے کہہ دیا کہ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ کر اور یہ کہنے سے علم میں اضافے کا عمل شروع ہو جائے گا۔ بلکہ یہ توجہ ہے کہ ہر وقت علم حاصل کرنے کی تلاش میں رہو، علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم یا دعا پر سب سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے، اللہ تعالیٰ تو خود آپؐ کو علم سکھانے والا تھا اور قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب آپ پر نازل فرمائی جس میں کائنات کے سربستہ اور چھپے ہوئے رازوں پر روشنی ڈالی۔ جس کو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شاید سمجھ بھی نہ سکتا ہو۔ گزشتہ تاریخ کا علم دیا، آئندہ کی پیش خبریوں سے اطلاع دی لیکن پھر بھی یہ دعا سکھائی کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ ہر انسان کی استعداد کے مطابق علم سیکھنے کا دائرہ ہے اور وہ راز جو آج سے پندرہ سو سال پہلے قرآن کریم نے بتائے آج تحقیق کے بعد دنیا کے علم میں آرہے ہیں۔

آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے ہیں۔ اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔ اس کے لئے کوشش اور دعا کہ اے میرے اللہ! اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا۔ سب سے پہلے قرآن کریم اور دینی علم حاصل کرنے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بے بہا خزانے مہیا فرمائے ہیں ان کی طرف رجوع کریں، ان پر چل کر ہم دینی علم اور قرآن کے علم میں ترقی کر سکتے ہیں اور پھر اسی قرآنی علم سے دنیاوی علم اور تحقیق کے راستے کھل جاتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 18 جون 2004ء)

ایمان مجھ کو دے دے عرفان مجھ کو دے دے
قربان جاؤں تیرے قرآن مجھ کو دے دے
دل پاک کر دے میرا دنیا کی چاہتوں سے
سُبّوحیّت سے حصہ سبحان مجھ کو دے دے

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿42﴾ ﴿مشاہدات۔971﴾

عِلم کی شمع سے ہو مجھ کو محبّت یاربّ!

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں یہ دعا سکھلاتا ہے۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا(طٰہٰ:115)

کہ اے میرے ربّ! میرے علم کو بڑھاتا چلا جا۔

زندگی ہو میری پروانے کی صورت یاربّ!
عِلم کی شمع سے ہو مجھ کو محبّت یاربّ!

میرے عزیز بھائیو! آج کی میری تقریر کا عنوان ہے "عِلم کی شمع سے ہو مجھ کو محبّت یاربّ!" یہ علّامہ اقبال کی مشہور نظم بعنوان "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنّا میری" کے ایک شعر کا مصرع ہے۔ یہ شاعرِ مشرق کا قوم کے بچوں کے نام دعا اور نصائح پر مشتمل ایک منظوم پیغام ہے۔ اِس نظم نے اتنی شہرت پائی ہے کہ پاکستان بھر کے پرائمری اسکولز کے درسی نصاب میں یہ نظم شامل ہے اور اسکولز کی اسمبلی میں طلبہ اور طالبات اِسے بلند آواز سے خوش الحانی سے پڑھتے دکھلائی دیتے ہیں۔

پیارے بچو! قبل اِس کے کہ مَیں تقریر کے عنوان میں درج اصل موضوع کی طرف آؤں۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ شاعر کی کہی ہوئی پوری نظم کے مضمون کو بطور خلاصہ اپنے بھائیوں کے سامنے رکھوں تا تقریر کے عنوان میں درج مضمون کو سمجھنا آسان ہو۔

شاعر کہتا ہے کہ میری دعا ہے کہ میری زندگی شمّع کی صورت میں ایسی روشن ہو جس سے دنیا کے اندھیرے چھٹ جائیں اور میری چمک سے ہر طرف روشنی ہی روشنی ہو جائے۔ مَیں ایک خوشبودار پھول بن کر وطن کی خوبصورتی کا اِسی طرح باعث بنوں جس طرح پھول چمن کی خوبصورتی کا باعث بنتا ہے اور پروانے کی طرح ہر وقت عِلم کی شمّع کے ارد گرد رہوں اور مَیں ہمیشہ غریبوں کی حمایت کروں اور کمزور،

ضعیف اور نحیف لوگوں سے محبّت کرتا چلا جاؤں۔ اے اللہ! مجھے ہر بُرائی سے بچائے رکھنا اور ہمیشہ نیک بنا کر اچھے کاموں پر چلانا۔

اِس مختصر سے خلاصہ کے بعد مَیں عنوان میں درج مصرع کا پورا شعر پڑھتا ہوں جو یوں ہے۔

زندگی ہو میری پروانے کی صورت یاربّ!
عِلم کی شمع سے ہو مجھ کو محبّت یاربّ!

شاعر نے دعا کرتے ہوئے اپنے اللہ سے کہا ہے کہ اے میرے ربّ! میری زندگی ایک پروانے کی طرح بنا دے جو اپنی زندگی کو شمع کی روشنی پر فنا کر دیتا ہے۔ اِسی طرح مَیں پروانہ بن کا عِلم کی شمع کی روشنی کے اِرد گرد جمع رہوں اور اِس کی روشنی سے فیضیاب ہوتا رہوں۔

پیارے بچو! آئیں! عِلم کے حصول اور اِس کی جُستجُو کے حوالہ سے آپ بچوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دَور میں لے جائیں جہاں ہم حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھتے ہیں جو پروانہ بن کر شمعِ رسولؐ کے اِرد گرد عِلم کے حصول کے لئے جمع رہے۔ لکھا ہے کہ آستانۂ رسولؐ پر آپؓ جب آئے تو آپؓ رسولؐ کی زبانِ مبارک سے جو بھی الفاظ یا فرمان سنتے اُسے اپنے پاس محفوظ رکھتے، دوسرے صحابہؓ سے بیان کرتے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپؓ بہت تھوڑے عرصہ میں سب سے زیادہ روایات بیان کرنے والے صحابی بن گئے۔ آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے باہر بیٹھے رہتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی جاتے آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لیتے۔ عِلم کے حصول کا شوق صحابہؓ میں اِس قدر زیادہ تھا کہ مدینہ کے نواح میں بسنے والے صحابہؓ اپنے عِلم کو بڑھانے کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سننے کے اِس قدر مشّاق تھے کہ انہوں نے بعض صحابہؓ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مختلف نمازیں ادا کرنے کے لئے ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں تا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی تازہ فرمان یا ہدایت سن کر ہم تک پہنچائیں تا ہمارے علم میں اضافہ ہو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حصولِ عِلم کو بہترین صدقہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان عِلم حاصل کر کے آگے دوسرے مسلمان بھائیوں کو سکھلائے۔

(ابن ماجہ)

آپؐ اپنے صحابہؓ کو مختلف انداز اور طریقوں سے حصولِ علم کی ترغیب دلاتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "ریاض الجنة" یعنی جنت کے باغوں میں چَرنے یعنی کھانے پینے کو کہا۔ صحابہؓ کے پوچھنے پر آپؐ نے "ریاض الجنة" کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجالسِ علمی سے بھرپور استفادہ کیا کرو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ کہ عِلم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

پیارے بچو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس فرمان کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ

"مانا کہ طلبِ عِلم ہر مرد و عورت پر فرض ہے جیسا کہ حدیث طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ سے ظاہر ہے مگر اوّل علومِ دینیہ کا حصول فرض ہے۔ جب بچے علومِ دینی سے پورے واقف ہو جاویں اوراِن کو اسلام کی حقیقت اور نور سے پوری اطلاع ہو جاوے تب اِن مروّجہ علوم کے پڑھانے کا کوئی ہرج نہیں"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 393-394)

عزیز دوستو! پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ وَلَوْبِالصِّیْنِ کہ علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔ مَیں اپنی اِس تقریر کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عمل پر ختم کرتا ہوں۔ ایک دفعہ مسجد نبوی میں عبادت کرنے والے صحابہؓ ایک گروہ کی صورت میں بیٹھے تھے جبکہ علم حاصل کرنے والے الگ سے بیٹھے علمی و دینی باتیں کر رہے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے والے صحابہؓ کو فضیلت دیتے ہوئے اِن کا چناؤ کیا اور اِن کے ساتھ بیٹھ گئے۔

پس ہمیں اپنا دینی اور دُنیوی علم بڑھانے کے لئے قرآنی دعا رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کا وِرد کرتے رہنا چاہئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا بھی سکھلائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِیْ حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کی دعا سکھلائی ہے۔

پیارے بچو! ! حصول علم کا ایک لازمی جز علم کو یاد رکھنا بھی ہے۔ اب مَیں اپنی تقریر حضرت امام شافعیؒ کے چند اشعار پر ختم کرتا ہوں۔ ان اشعار میں ذکر ہے کہ آپؒ نے اپنے استاد امام وکیعؒ سے عرض کی مجھے

یاد کی ہوئی چیزیں بھول جاتی ہیں۔ آپ کے استاد نے آپ کو نہایت پیاری نصیحت کی کہ تم گناہ چھوڑ دو۔ علم اللہ کا نور ہے اور اللہ اپنا نور گناہ گار کو عطا نہیں کرتا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

شَكَوْتُ إِلىٰ وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ
فَأَوْصَانِيْ إِلىٰ تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
فَإِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِنْ إِلٰهٖ
وَ نُوْرَ اللّٰهِ لَا يُعْطٰى لِعَاصٖ

اللہ تعالیٰ ہمیں دین و دنیا کے تمام حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ۔ مسز زکیہ فردوس کومل۔ برطانیہ)

﴿43﴾ ﴿مشاہدات۔296﴾

اچھے دوست بنانے کی اہمیت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (العنکبوت:42)

ترجمہ: اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اَور دوست بنائے مکڑی کی طرح ہے اُس نے بھی ایک گھر بنایا اور تمام گھروں میں یقیناً مکڑی ہی کا گھر سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ کاش وہ یہ جانتے۔

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پہ شفقت
سراسر محبت کی پُتلی بنا دے
بنوں نیک اور دوسروں کو بناؤں
مجھے دِین کا عِلم اتنا سِکھا دے
خوشی تیری ہو جائے مقصود میرا
کچھ ایسی لگن دن میں اپنی لگا دے

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے اچھے دوست بنانے کی اہمیت

دُوسْت، س پر جزم کے ساتھ اس لفظ کے معانی یار، محبوب اور پیارے کے ہوتے ہیں۔ فارسی میں مثَل ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ دوست وہ جو مصیبت میں مدد کرے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دوست وہ جو وقت پر کام آئے۔ دوست کا لفظ مذکّر و مونث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہم ناصرات بھی یہ کہہ سکتی ہیں کہ ہمیں اچھے دوست بنانے چاہئیں۔

پیاری بہنو! دوست دو طرح کے ہوتے ہیں ایک روحانی دوست اور دوسرے مادی یا دُنیوی دوست۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا حکم دے کر صحبتِ صالحین اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ آج مَیں وقت کی مناسبت سے روحانی اور مادی دوستوں میں سے روحانی دوست بنانے کی بات کروں گی۔

روحانی دوستوں میں سب سے پہلے نمبر پر تو اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست بنانا ہے۔ جس کا ذکر اُس آیت قرآنی میں موجود ہے جس کی تلاوت مَیں نے تقریر کے آغاز پر کی ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو دوست بناتے ہیں وہ مکڑی کی طرح ہیں جس کا گھر بہت ہی کمزور ہوتا ہے یعنی اللہ کے سوا دوسروں کو دوست بنانے والے ایسے گھروں میں مقیم ہیں جو کسی وقت بھی گر سکتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اِس آیت میں دوستی کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ اِن (مکڑی کے جالوں) میں پھنسنے والوں (یعنی دوستی کرنے والوں) کی مثال بھی اِن احمق مکھیوں کی طرح ہے جو مکڑی کے جالے میں پھنس کر اِس کا شکار ہو جاتی ہیں اور انہیں علم نہیں کہ مکڑی کے جالے سے کمزور تر اور کوئی پھندا نہیں۔

(تعارف سورۃ العنکبوت از ترجمۃ القرآن صفحہ 684)

پیاری بہنو! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ولی کے لفظ کو دو طرفہ بیان کر کے یہ ایک لطیف مضمون سمجھایا ہے کہ جو اللہ کو اپنا دوست بناتا ہے اُس کے لیے وفاداری کے تمام قرینوں کو بروئے کار لاتا ہے۔ اُس کی عبادت کے حق ادا کرتا ہے۔ حقوق اللہ کو حرزِ جان بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کا دوست ہو جاتا ہے۔ اُس کو انعامات اور افضالِ الٰہی سے نوازتا ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو وَاعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰہِ یعنی اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیں گے اُن کو اللہ تعالیٰ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی کے رنگ میں دوستی کا پیغام دیتا ہے۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ الممتحنہ کی پہلی آیت میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اے مومنو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو بھی دوست نہ بناؤ۔

سامعات! اگر ہم میں سے ہر ایک اللہ کو دوست بنائے گا تو خدا ہی اُن کا والی وارث ہو گا اور اُن کو اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (یونس:63) کے الفاظ میں خوف اور حزن یعنی غم نہ چھونے کی بشارت دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے:

"بعض ایسے ہوتے ہیں کہ حقِ دوستی کو وفاداری کے ساتھ پورا ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ وفادار دوست ہے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 63)

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" جو اللہ تعالیٰ کے ولی ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہو جاتا ہے۔ ان کو اس دنیا میں بھی خدا کی طرف سے بشارت ہے اور آخرت میں بھی بشارت ہے۔ پس یہ انعامات کا ایک سلسلہ ہے جس سے خدا تعالیٰ اپنے ولیوں، دوستوں، حقیقی مومنوں کو نوازتا ہے۔ یعنی ایک حقیقی مومن کو خدا تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے، خدا تعالیٰ کے اس کے ساتھ جاری سلوک کی وجہ سے یہ تسلی ہوتی ہے کہ انہیں پریشانیوں اور ابتلاؤں کی وجہ سے کوئی حقیقی نقصان نہیں پہنچے گا۔ خطرات پیدا ہو سکتے ہیں، امتحانوں میں سے گزرنا پڑ سکتا ہے، لیکن ایک حقیقی مومن کو یہ تسلی ہوتی ہے کہ اگر اس دنیا میں کسی قسم کا دنیاوی نقصان ہو بھی گیا تو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اسے پورا فرمائے گا...... لیکن پہلی شرط اللہ تعالیٰ نے یہ لگائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا حق ادا کرنا ہو گا۔ دنیاوی دوستوں کی خاطر تو ہم بعض اوقات بڑی بڑی قربانیاں دے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دوست کہلانے اور بننے کے لئے، اس کا کامل طور پر حق ادا کرنے کے لئے ہر وقت نہ صرف تیار رہنا ہو گا بلکہ ایک محبت کے جذبے سے اس کی ہر بات پر لبیک کہتے ہوئے عمل بھی کرنا ہو گا۔ اور جب یہ بات ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ کے ولی خوف سے باہر ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ 13 نومبر 2009ء)

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کے بعد دوسرے نمبر پر اللہ کے رسول خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمبر آتا ہے جن کے ساتھ روحانی تعلق، رشتہ اور دوستی بہت مبارک ہوتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (صحیح بخاری کتاب الادب) آدمی اُسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم میں سے ہر ایک کو رسولِ خداؐ سے محبت ہے، عشق ہے، عقیدت ہے۔ یہی ہماری آپؐ سے دوستی ہمارے اللہ کو پسند آتی ہے کیونکہ یہ ذات ہمارے اللہ کی محبوب ترین ہستی ہے۔ آپؐ تمام انبیاء کے سردار

ہیں ۔ خاتم الانبیاء ہیں ۔ آپؐ کے اخلاق کے حوالہ سے لکھا ہے کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ (مسند احمد بن حنبل) یعنی آپؐ کے اخلاق تو قرآن کی عملی تفسیر تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

”خدا کے واسطے دوستی ہو تو وہ باقی رہتی ہے وہ ذات پاک قدوس ہے۔ وہی دلوں میں پاکیزگی بھرتا ہے اور سینوں کو کدُورتوں سے صاف کرتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 204)

پیاری بہنو! اچھے اور پاکیزہ دوست بنانے کی فہرست میں مَیں ”الکتاب“ یعنی قرآن کریم کا ذکر کروں گی۔ عرب کے ایک مشہور شاعر مُتَنَبّی نے کہا ہے کہ خَیْرُ الْجَلِیْسِ فِی الزَّمَانِ کِتَابٌ کہ اِس زمانہ میں بہترین ساتھی اور دوست کتاب ہے۔ گو شاعر کا اشارہ قرآن کریم کی طرف نہیں ہے لیکن علم دوست احباب قرآن کریم کو اپنا بہترین ساتھی اور دوست کا درجہ دیتے ہیں۔ اس لیے اس سے بہتر کوئی اور روحانی صحبت نہیں مِل سکتی۔ اس کی تلاوت اور ترجمہ و تفسیر کا مطالعہ ایک مومن میں ایسی نیک تبدیلی پیدا کرتا ہے جو اُس مبارک ہستی جس پر یہ قرآن نازل ہوا اسے ملاقات کرواتا اور محبتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ عشقِ رسولؐ کو بھی بڑھاتا ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحبتِ قرآن اختیار کرتے تھے اور باوجود اِس کے کہ قرآن آپؐ پر نازل ہوا اور آپؐ ہی سب سے زیادہ اس کی تعلیمات اور عرفان و فلسفہ کو سمجھنے والے تھے مگر پھر بھی آپؐ صحابہ رضوان اللہ علیہم کو مخاطب کر کے اُن سے قرآن سُنا کرتے تھے جس کا آپؐ کی طبعیت پر بہت اچھا اثر ہوتا تھا۔ (بخاری باب حسن القرآت) آپؐ نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ۔ (بخاری کتاب الفضائل) تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

سامعات! ہم اوپر سُن آئے ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو دوست بنانے والوں کی مثال مکڑی کے کمزور گھر کی سی ہے۔ قرآن کو دوست بنانے کے حوالے سے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو قرآن کریم کا کچھ حصّہ یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 222)

سامعات! تقریر کے آخری حصہ میں قرآن کریم کی تفسیر و تعلیمات کے آج کے مفسِّرِ قرآن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو دوست بنانے کی درخواست کرنا چاہوں گی جن کے متعلق آپؑ نے خود فرمایا ہے کہ مَیں نہیں بلکہ فرشتے لکھتے ہیں۔ ایک ایک حرف خدا کی طرف سے آتا ہے۔ ایک دستِ غیبی مجھے مدد دے رہا ہوتا ہے اور میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہوتی ہے۔ کوئی اندر سے بول رہا ہے۔ ان کُتب کو آپؑ نے دودھ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جس طرح بچہ ماں سے دودھ حاصل کرنے کے لیے اُسے دوست بناتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے روحانی علم پانے کے لیے اِس دودھ سے دوستی ضروری ہے اور آج کے دَور میں یہ ایک اچھا دوست ثابت ہو رہا ہے۔ اِسی ضمن میں یہ بھی بتادوں کہ ان کتب کی ایک درسگاہ ایم ٹی اے بھی ہے جو اچھا دوست ثابت ہو سکتا ہے۔ نیز وقت کی آواز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات و خطابات ہیں ان کو سننا بھی ایک اچھے دوست کی باتیں سننے کی طرح ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اس زمانے میں جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تفاسیر اور علمِ کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کے لیے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں چند ایک عربی میں بھی ہیں۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اِن تمام امور کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”(ہمیں) اپنی محبت کے اظہار خدا تعالیٰ سے بھی، اس کے رسول سے بھی اور اس کے مسیح سے بھی کرنے چاہئیں۔ اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ اپنی وفاؤں کے معیار اونچے کرنے چاہئیں۔“

(خطبہ جمعہ 26 فروری 2016ء)

خیر اندیشیٔ احباب رہے مد نظر
عیب چینی نہ کرو مفسد و نمام نہ ہو
رغبتِ دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو
امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانیٔ حُکام نہ ہو

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

❁❁❁❁

﴿44﴾　　﴿مشاہدات۔956﴾

کھانے کے آداب

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ

(الاعراف:32)

کہ اے ابنائے آدم! ہر مسجد میں اپنی زینت (یعنی لباسِ تقویٰ) ساتھ لے جایا کرو اور کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

پیارے بچو! مجھے آج آپ بچوں کو کھانے کے آداب اور طریق بتانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا ہے اور پھر اُسے اپنے آپ کو مؤدب بنانے کے لئے قرآن کی تعلیم دی۔ جس میں 700 سے زیادہ احکام ہیں جن پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ تا ایک مؤمن بادب انسان بن کر اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے والا ہو۔ اِن آداب میں سے ایک ادب کا تعلق کھانا کھانے کے وقت سے ہے۔ کسی نے کیا سچ کہا ہے کہ کسی انسان کا باوقار ہونا ڈائننگ ٹیبل پر ظاہر ہوتا ہے۔ ہم بارہا شادی بیاہ کے مواقع پر لوگوں کو کھانے پر ٹوٹ پڑتا دیکھتے ہیں۔ اُن میں سے بعض پڑھے لکھے، سنجیدہ اور باسلیقہ یا مہذّب کہلانے والے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہ تفصیل سے بتایا ہے کہ ایک مؤمن کو کیا کھانا ہے کیا نہیں۔ بعض جانوروں اور دیگر اشیاء میں حلال و حرام چیزیں متعیّن کر دیں اور پھر حلال اشیاء کے ساتھ "طیّب" کا ہونا بھی ضروری قرار دے دیا ہے۔ مثلاً اگر کوئی چیز حلال ہے مگر وہ کسی فرد کے لئے وہ موزوں نہیں ہے تو وہ اُس کے لئے طیّب نہیں ہوگی۔ لہٰذا حلال کے ساتھ طیّب ہونا ضروری ہے۔

پیارے بھائیو! جہاں تک کھانے کے آداب کا تعلق ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل سے ہم بچوں اور بڑوں کو توجہ دلائی ہے۔ ہم بچوں کو اِن آداب کو کھانا کھاتے، پانی پیتے مدّ نظر رکھنا چاہئے۔ سب سے اوّل ادب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا کھاتے اللہ کا نام لے لیا کریں یعنی بسم اللہ پڑھیں اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھ لیں۔

(ترمذی کتاب الاطعمۃ)

اسلام نے ہر چیز کی دُعا سکھلائی ہے۔ اوپر بیان شدہ ارشادِ نبویؐ میں کھانا کھاتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا شروع کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے اور کھانا ختم کرتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ دُعا پڑھنے کی ہدایت ہے۔

(کنز الاعمال)

جس کے معنی ہیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے کھانا کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔ جبکہ کھانے کھانے کی دُعا کا ترجمہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کے نام سے کھانا شروع کرتا ہوں اِس میں اللہ کی برکت چاہتے ہوئے۔

پیارے بچو! کھانا ختم کرنے کی دُعا میں الفاظ کہ اللہ نے مجھے مسلمان بنایا ہے اپنے اندر بہت گہرے اشارے رکھتا ہے کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو یہ بتاتا ہے کہ غذا کا اثر ہماری روح اور عادات پر بھی پڑتا ہے۔ جیسے ایسے جانوروں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا گیا ہے جن کے گوشت کھانے سے اُن کی عادات انسانی جسم میں سرایت کر جاتی ہیں۔ کھانا دائیں ہاتھ کے ساتھ اپنے سامنے سے کھانے کا حکم ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں ایک دفعہ ایک بچے نے کھانا کھاتے وقت دوسرے کی جانب ہاتھ مارنے کی کوشش کی تو آپؐ نے فرمایا۔ کُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بے صبری اور بے قراری کے ساتھ کھانے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ تہذیب کے خلاف ہونے کے علاوہ بے صبری اور افراتفری سے کھانا نظامِ ہضم پر بھی بہت بُری طرح اثر

انداز ہوتا ہے چنانچہ اطباء کمزور معدہ والے مریضوں کو خاص طور پر آہستہ آہستہ چبا کر کھانے کی ہدایت کرتے ہیں۔"

پیارے بچو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا اکھٹے کھایا کرو۔ اِس طرح تمہارے لئے برکت پیدا ہو جائے گی۔

(سنن ابن داؤد)

آپؐ نے کھانے کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کے لئے، دو کا چار آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔

(مسلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ گرم کھانا ٹھنڈا کر لیا کرو۔ زیادہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔

(المستدرك)

کھانا کھاتے وقت پلیٹ کو صاف کرنا چاہئے کیونکہ کھانے کے آخری حصہ میں بھی برکت ہوتی ہے۔

بچو! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"کھانا کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھونے کا حکم آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے سے پہلے اور بعد بھی ہاتھ دھوتے تھے اور کُلی کرتے تھے بلکہ ہر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد کُلی کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد بغیر کُلی کئے نماز پڑھنے کو ناپسند فرماتے تھے۔"

پیارے بچو! کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالتے اور نہ ہی ٹیک لگا کر کھانا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔ کیونکہ اِس طرح پانی پینا انسان کو سیراب کر دیتا ہے اور پیاس کی شدّت کو بجھاتا اور پانی کے مضرّ اثرات سے بچاتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الاشربہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم ایک دم اونٹ کی طرح پانی نہ پیو اور بیٹھ کر پینے کو ترجیح دو۔ نیز صحت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کھانا بھوک رکھ کر کھانا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کے کھانے پینے کے طریق بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر بھی اثر کرتے ہیں۔ اس واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کی اغراض اور خشوع و خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 18-19)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿45﴾ ﴿مشاہدات۔977﴾

اسپورٹس مَین سپِرٹ

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعاً إِنَّ اللّٰهَ عَلىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرہ:149)

کہ ہر ایک کے لئے ایک مطمحِ نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ تُم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تمہیں اکٹھا کرکے لے آئے گا۔

تُم نے دنیا بھی جو کی فتح تو کچھ بھی نہ کیا
نفسِ وحشی و جفا کیش اگر رام نہ ہو
مَنّ و احسان سے اعمال کو کرنا نہ خراب
رشتۂ وصل کہیں قطع سرِ بام نہ ہو

میرے پیارے بھائیو! آج مَیں اپنے بھائیوں سے ایک ایسے ٹاپک پر گفتگو کرنے جارہاہوں جس پر بہت کم لکھا اور بولا گیاہے۔ تاہم "اپنے اندر اسپورٹس مَین سپرٹ پیدا کرو" کا فقرہ بہت دفعہ سُنا جاتاہے۔ گو Sports man spirit کے بول یا الفاظ عمومی طور پر ایک کھلاڑی یا ایتھلیٹ کے لئے بولے جاتے ہیں لیکن اِس کے مفہوم پر اگر غور کریں تو ایک انسان خواہ وہ کھلاڑی ہو یا نہ ہو اُس پر یہ معانی لاگو ہوتے ہیں اور ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اِس کے معنوں کو اپنے اوپر لاگو کرے۔ ہم احمدی مسلمان بچے وہ قوم ہیں جن پر ہر جہت سے اسپورٹس مَین سپرٹ کے معنی لاگو ہوتے ہیں۔ کیونکہ جن امور کو ایک کھلاڑی کھیل کے میدان میں مدّ نظر رکھتاہے وہی امور دین کے میدان میں دینی کاموں میں مدّ نظر رہنے چاہئیں۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی بچے نے غالباً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ذکر کیا کہ کرکٹ کا میچ ہورہاہے آپ بھی جاکے دیکھیں گے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جو میچ میں

کھیل رہا ہوں وہ ساری عمر جاری رہنے والا ہے اور تم لوگ کھیل کے شام کو واپس آ جاؤ گے۔ تو یہ کرکٹ ہے جس کی آپؑ نے رہنمائی فرمادی۔ فرمایا ٹھیک ہے تم کرکٹ تو کھیلو۔ وہ اچھی کھیل ہے لیکن جو اصل مقصد ہے وہ تمہیں نہیں بھولنا چاہئے۔ تو یہی ہمیشہ ہمارے لئے رہنما اصول ہونا چاہئے۔

لہٰذا کرکٹ مادی چیز بھی ہے اور روحانی بھی۔ ہر دو کے اصول وضوابط اور قواعد ایک جیسے ہوں گے۔ ہم چونکہ بچے ہیں اور کھیل کود کرتے ہیں۔ کوئی فٹ بال کھیلتا ہے تو کوئی ہاکی میں رغبت رکھتا ہے۔ کوئی کرکٹ کو پسند کرتا ہے تو کوئی باڑی، میر وڈبہ، سنوکر وغیرہ کی جانب راغب ہے۔ ہم میں سے ہر بچے کو کھیل کے میدان میں اُترنے سے قبل باتمیز، مہذّب، معتدل مزاج، بااخلاق اور بُردبار ہونا ضروری ہے۔ میدان میں موجود تمام کھلاڑی خواہ اُن کا تعلق میدان میں اُترنے والی کسی ٹیم سے ہو یا گراؤنڈ سے باہر بیٹھا کسی کی طرفداری کر رہا ہو اُن سب کو اسپورٹس مَین سپرٹ کا حامِل ہونا ضروری ہے۔

پیارے بچو! اسپورٹس مَین سپرٹ جس کو اردو میں ایک کھلاڑی کا جذبۂ کھیل یا کھلاڑی میں کھیل کی روح کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ایک کھلاڑی کو جن اوصاف سے متَّصِف ہونا چاہئے اُن میں خود پر قابو پانا، صبر واستقامت، ٹیم ورک، ریفری کے فیصلے کو انشراحِ صدر سے قبول کرنا، نتائج کو خوشی سے قبول کرنا، فتح کی صورت میں آپے سے باہر نہ ہونا اور تحمّل بُردباری دکھلانا، شکست کی صورت میں مایوس نہ ہونا، وقار کے ساتھ شکست کو قبول کرنا اور آئندہ نئی ہمت اور تازہ جذبے کے ساتھ فتح کا عزم لئے میدان میں اُترنا، منصفانہ کھیل اور مسابقت کی روح شامل ہیں۔

پیارے ساتھیو! اسپورٹس مَین شِپ کی اہمیت پر جو نوٹس گوگل پر ملتے ہیں اُن میں دیانت داری، دوسرے کو عزت دینا، انسانیت، وقار، دوسروں کو حوصلہ دینا۔ Buck up کرنا، کیریکٹر کی تعمیر اور دوسروں کے لئے رول ماڈل بننا شامل ہے۔

آج دنیا میں ہر طرف جو افراتفری کا عالَم ہے اور تہذیب کو پارہ پارہ کیا جا رہا ہے۔ کوئی اپنے مقابل پر کسی کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اِس میں کھیل کا میدان بھی باہر نہیں رہا۔ ریفری حضرات کو بھی دیانت داری، سچائی اور اخلاقی پہلوؤں کو مدّ نظر رکھنا چاہئے اور کھلاڑیوں کو اُن تمام امور کا اپنے سامنے رکھنا چاہئے جن کا

مَیں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے خلفاء اور آپؐ کے صحابہؓ نے بھی تیر اندازی کے میدان میں سپورٹ مَین سپرٹ کو مدّ نظر رکھا۔

بچو! آپ نے سُنا ہو گا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کے درمیان دوڑ کا مقابلہ ہوا اور حضرت عائشہؓ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت لے گئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی خوشدلی اور بشاشتِ قلبی سے اپنی شکست کو قبول کیا اور مسابقت کی روح کو سامنے رکھ کر دوبارہ مقابلہ کیا اور جیت کر اُس شکست کا بدلہ چکایا۔ سید اسماعیل صاحب شہید نے مسلسل کئی ماہ تک تیراکی سیکھ کر تیر کر دریائے اٹک کو صرف اِس لئے عبور کیا کہ ایک مسلمان بھی سِکھ کے مقابل پر تیر کر دریا قبول کرنے والا ہو۔ آج کے دَور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچوں خلفاء نے کسی نہ کسی رنگ میں کھیلوں میں حصّہ لیا اور اُن تمام آداب، اخلاق اور کھیل کود کے اصول اور قواعد و ضوابط کو مدّ نظر رکھا۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ مسندِ خلافت پر متمکّن ہونے سے قبل طاہر نیشنل کبڈی ٹورنامنٹ اور طاہر نیشنل باسکٹ بال ٹورنامنٹ کروایا کرتے تھے۔ اِن کے جو قواعد و ضوابط ہوا کرتے تھے وہ عین اسلامی تعلیمات کے مطابق تھے اور بڑی سختی سے اِن پر عمل درآمد کروایا جاتا تھا۔ اِسی طرح جماعتِ احمدیہ میں مجلس صحت کے تحت مختلف مقابلہ جات ہوتے ہیں اُن میں بھی اسپورٹس مَین سپرٹ کو مدّ نظر رکھا جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے امسال مؤرخہ 21؍ ستمبر 2025ء کو مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ برطانیہ کے اجتماعات پر مشترکہ اختتامی خطاب میں اسپورٹس مَین سپرٹ کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"ذیلی تنظیموں کے زیر اہتمام کھیلوں اور گیمز کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ممبران جسمانی طاقت اور صحت حاصل کریں کیونکہ یہ چیز انہیں اللہ کے حقوق ادا کرنے اور اپنی دینی و علمی ترقی کے فرائض پورے کرنے میں مدد دیتی ہے۔ بدقسمتی سے آج کے دَور میں بہت سے نوجوان اپنا سارا وقت آن لائن ویڈیوز دیکھنے، ٹی وی پروگرامز دیکھنے یا ویڈیو گیمز کھیلنے میں گزارتے ہیں۔ بجائے اِس کے کہ وہ صحت مند آؤٹ ڈور سرگرمیوں اور کھیلوں میں حصّہ لیں۔ اِسی لئے ہمارے اجتماعات میں کھیل اور گیمز اِس مقصد کے لئے رکھے جاتے ہیں کہ نوجوان باہر کی فضا میں تازہ ہوا لیں، جسمانی صحت بہتر بنائیں اور اپنی فٹنس کو

سنواریں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض اوقات احمدیوں میں بھی ذاتی مفاد یا اَنا غلط رویّوں کو جنم دیتی ہے۔ مثال کے طور پر اِس سال مَیں نے "مسرور کرکٹ ٹورنامنٹ" کو منسوخ کیا تھا کیونکہ کچھ لوگوں کے دل و دماغ میں بھائی چارے کی بجائے ذاتی مفاد اور تکبّر آ گیا تھا۔ بجائے اِس کے کہ یہ ٹورنامنٹ محبّت اور اخوّت کو فروغ دیتا، اِس نے اختلافات اور کینہ پیدا کر دیا۔ جب کوئی چیز کدورت یا دشمنی کو بڑھائے تو بہتر یہی ہے کہ اِسے روک دیا جائے تاکہ مزید جھگڑوں سے بچا جا سکے۔ امید ہے کہ جو لوگ اصل مقاصد سے ہٹ گئے تھے وہ اپنی اصلاح کریں گے اور بہتری کی جانب مائل ہوں گے۔"

پیارے بچو! تسلسل میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"احمدیوں کو چاہئے کہ جب بھی وہ کوئی کھیل کھیلیں تو حقیقی اسپورٹس مَین سپرٹ کا مظاہرہ کریں۔ اعلیٰ اخلاق، برداشت اور دوسروں کے احترام کا ایسا معیار قائم ہونا چاہئے جو احمدی نوجوانوں کو دوسروں سے ممتاز کرے۔ اگر ہم بلند اخلاقی معیار نہ دکھا سکیں تو احمدی ہونے کا کیا فائدہ؟ اِسی لئے مَیں پھر کہتا ہوں کہ ہمارے کھیلوں کے پروگرام اِس مقصد کے لئے ہوتے ہیں کہ خدام اور اطفال کی ذہنی نشوونما ہو تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق، انسانیت کے حقوق اور جماعت کی خدمت بہترین انداز میں کر سکیں"

پیارے بچو! ہم بچوں میں سے بعض مجلس اطفال الاحمدیہ اور بعض مجلس خدام الاحمدیہ کی مجالسِ عاملہ کے ممبر ز ہوں گے اور بعض ہماری بہنیں ناصرات الاحمدیہ میں خدمات بجا لَا رہی ہوں گی۔ اُن تمام کو دینی خدمات بجالاتے ہوئے دوسروں سے نرمی، پیار، اخوّت اور صبر و برداشت سے کا کام لینا ہے۔ کبھی طیش میں نہیں آنا، غصّہ نہیں کرنا، کسی سے جھگڑنا یا اُلجھنا نہیں۔ اِسی طرح دوسروں کو تبلیغ کرتے سخت سے سخت سوال پر بھی تحمّل اور برداشت سے کام لے کر اعلیٰ روایات قائم کرنی ہیں۔ ہم اِسے دینی میدان میں اسپورٹس مَین سپرٹ کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعلیٰ اخلاق و عادات پر کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿46﴾ ﴿مشاہدات۔978﴾

ہمیشہ مسکراتے رہو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡـًٔا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا (النساء:37)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
سرزد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے
احسان و لطف عام رہے سب جہان پر
کرتے رہو ہر اک سے مروت خدا کرے

پیارے بھائیو! آج مَیں نے اپنے پیارے بھائیوں کے لیے جو علمی اور روحانی مائدہ تیار کیا ہے اُسے مَیں نے ”ہمیشہ مسکراتے رہو“ کا عنوان دیا ہے۔

یہ وہ سلوگن یعنی نعرہ ہے جو جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 1974ء میں احبابِ جماعت کو اُس وقت دیا تھا جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے

احمدیوں کو قانونی اور آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا۔ جس کو سُن کر مایوسی پھیلنے کا اندیشہ تھا تو دربار خلافت سے افرادِ جماعت کے حوصلوں کو بلند کرنے اور بلند رکھنے کے لیے جو اقدامات اُٹھائے گئے اُن میں ایک ہدایت یہ تھی کہ ہمیشہ مسکراتے دکھائی دو۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملو۔ یہ تاثر ہرگز نہ ملے کہ آپ کو کسی شکست کا سامنا ہے۔ یہ حکومتیں تو آنی جانی شئے ہیں۔ اصل اور حقیقی مسلمان وہ ہے جو اللہ کے دربار میں مسلمان ہے یا مسلمان وہ ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمان کہہ کر پکارے۔

پیارے بھائیو! مسکراہٹ کا اسلام میں بہت بلند مقام ہے۔ یہ اعلیٰ اخلاق میں سے ہے۔ انسان کے چہرے پر ہر وقت خوشی سکون اور مسکراتا ہوا چہرہ ہونا ضروری ہے۔ بالخصوص آج کے تیز ترین اور ذہنی دباؤ کے حامل معاشرے میں مسکراہٹ ایک نعمت سے کم نہیں جو زندگی کو خوبصورت رنگ دیتی اور مُردہ جسم میں جان ڈال دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنے کی ہی نیکی کیوں نہ ہو۔

(مسلم کتاب الادب)

گویا کہ چہرہ پر بشاشت، کسی کو خندہ پیشانی سے ملنے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی قرار دیا ہے جو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

پھر دوسری طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم و دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو خواہ کھجور کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا دے کر بچو۔ اگر کسی کے پاس یہ نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ معاشرہ میں اپنے بھائیوں سے، اپنے دوستوں سے اور اپنے عزیز و اقارب سے نرمی، خلوص اور اچھی بات سے ہی اُن کے حوصلے بڑھاؤ۔

(بخاری کتاب الادب)

اِس حدیث میں ”حوصلے بڑھانے“ کے الفاظ دراصل آج کی تقریر کی تمہید کی تائید کر رہے ہیں کہ حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے احبابِ جماعت کو غیر مسلم قرار دینے پر حوصلہ بڑھانے کے لیے ہمیشہ مسکراتے رہو کی ہدایت فرمائی تھی۔

اسلام نے "السلام علیکم" کہنے اور مصافحہ کرتے وقت بھی چہرے پر مسکراہٹ رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ دنیا بھر میں بھی بعض قومیں چہرے پر ذرا سی مسکراہٹ لا کر greeting کرتیں یا greeting کا جواب دیتیں ہیں خواہ وہ مسکراہٹ بناوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ ویسے بھی معاشرے میں ہنستا مسکراتا چہرہ ہی پسند کیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو منہ بھر کر ہنسنے کی عادت ہوتی ہے۔ اِن کے باچھیں کِھل جاتی ہیں اور آواز بلند ہوتی ہے۔ اُسے ہم قہقہہ لگانا کہتے ہیں۔ اِسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اِس سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔

پیارے بچو! بعض لوگوں نے ہنسنے اور ہنسانے کو بطور مشغلہ اور پیشہ کے طور پر اپنا لیا ہے۔ وہ لطیفے سنا کر، ٹی وی پر فنّی اور مزاحیہ پروگرامز کر کے جھوٹ کی آمیزش کے ساتھ لوگوں کو ہنساتے ہیں اور ہم میں سے بعض اُنہیں بڑے شوق کے ساتھ گھنٹوں دیکھتے، سُنتے اور اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ یہ فضولیات، لغویات کے زُمرے میں آتی ہیں۔ یہی وہ پروگرامز ہیں جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِن سے دل مُردہ ہو جاتے ہیں۔ یہ جہاں اخلاق سوزی کا کام کرتے ہیں وہاں ہمارے قیمتی وقت کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہامًا بزرگ کہہ کر پکارا ہے اور کہا ہے کہ تو ایسا بزرگ ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ ہم بھی تو اُسی بزرگ کے پیروکار ہیں ہمیں اپنے وقت کی قدر کرنی چاہیے۔ افلاطون نے کہا ہے:

"وقت ایسی زمین ہے جس میں محنت کیے بغیر کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اگر محنت کی جائے تو یہ زمین پھل دیتی ہے اور اگر بیکار چھوڑ دی جائے تو اس میں خاردار جھاڑیاں اُگ آتی ہیں۔"

بچو! گویا کہ یہ فضول پروگرامز ہمارے وقت کی کھیتی میں خاردار جھاڑیاں اور جڑی بوٹیاں ہیں۔ جو ہماری روحانی، علمی اور اخلاقی فصل کو بھی خاردار کر دیتی ہیں۔

پیارے بچو! حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دو سلوگنز یعنی ہمیشہ مسکراتے رہو اور محبت سب سے، نفرت کسی سے نہیں کو ملا کر آج کی گزارشات کے ساتھ دیکھیں تو ہماری زندگیوں کے دو حصے ہیں۔ اوّل۔ ہر خاص و عام، اپنے اور بیگانے سے بشاشتِ قلبی اور مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنا اور دوم۔ یہ کہ ہم نے

غیروں یعنی اپنے مخالفین احمدیت سے ایسے مسکراتے چہرے سے ملنا اور پیش آنا ہے کہ وہ ہماری مسکراہٹوں کو چھیننا بھی چاہیں تو نہ چھین سکیں۔

پیارے بچو! اس دنیا میں ”ہمیشہ مسکراتے رہو“ کے حوالے سے بہترین نمونہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جن میں حسِّ مزاح میں بھی تھا۔ یہ مزاح بچوں اور بڑوں سے برابر کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک سے مسکرا کر بات کرتے۔ طلاقت سے ملتے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سخت گیر شخص آ رہا ہے۔ جب وہ قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پیار اور نرمی سے اس سے گفتگو کی۔ اُس کے جانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپؐ تو کہہ رہے تھے کہ سخت گیر شخص ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے نہایت نرمی سے گفتگو فرمائی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! آپ نے کب مجھے بداخلاق پایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”(رفق اور قولِ حسن) یہ خُلق جس حالت طبعی سے پیدا ہوتا ہے اُس کا نام طلاقت یعنی کشادہ روئی ہے۔ بچہ جب تک کلام کرنے پر قادر نہیں ہوتا بجائے رفق اور قولِ حسن کے طلاقت دکھلاتا ہے۔ یہی دلیل اِس بات پر ہے کہ رفق کی جڑھ کی جہاں سے شاخ پیدا ہوتی ہے طلاقت ہے۔ طلاقت ایک قوّت ہے اور رفق ایک خُلق ہے جو اس قوّت کو محل پر استعمال کرنے سے پیدا ہو جاتا۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 350)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”ہر ایک سے مسکراتے ہوئے ملیں چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ بعض عہدیدار مَیں نے دیکھا ہے بڑی سخت شکل بنا کر دفتر میں بیٹھے ہوتے ہیں یا ملتے ہیں۔ اِن کو ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس اسوہ پر عمل کرنا چاہئے جس کا روایت میں یوں ذکر آتا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے مَیں نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ملاقات سے منع نہیں فرمایا اور جب بھی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے تھے۔ (بخاری کتاب الادب باب التبسم والضحك)۔ تو کوئی پابندی نہیں تھی جب بھی ملتے مسکرا کر ملتے۔"

(خطبہ جمعہ 31 دسمبر 2004ء)

(کمپوزڈ: مسز عطیۃُ العلیم۔ ہالینڈ)

۞۞۞۞

﴾47﴿　﴾مشاہدات۔980﴿

ہمسایوں سے حسن سلوک

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا (النساء:37)

کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

اِک شجر پیار کا ایسا بھی لگایا جائے
جس کا ہمسائے کے آنگن میں بھی سایہ جائے

میرے پیارے بچو ! آج مَیں اپنے پیارے بچوں کے سامنے ہمسایوں سے حسنِ سلوک کے آداب اور فرضیت کے متعلق بیان کروں گا۔

مَیں نے آج یہ عنوان اپنے نَونہالان کے لیے اِس لیے چنا ہے کہ جوں جوں دنیا ترقی کررہی ہے اور ہر بندہ کی مصروفیات میں اضافہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کا خیال رکھنے میں کمی آرہی ہے تو مَیں اپنے احمدی بچوں سے اُن کے گھروں کے ارد گرد رہنے والے باسیوں کے حقوق کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت نمبر 37 میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تاکید کے بعد

بعض عزیز رشتہ داروں دوستوں، ماتحتوں اور ہمسایوں سے پیار و محبت سے پیش آنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہمسایوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

نمبر:1 : وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی یعنی رشتہ دار ہمسائے گویا رشتہ داروں کی تعریف کر دی وہ یہ کہ بعض دفعہ رشتہ دار بھی ہمسائے میں رہتے ہیں جن کی قدر کرنا ضروری ہے اور دوسرے رشتہ دار بھی ہمسائے کے زُمرے میں آتے ہیں خواہ وہ کچھ فاصلہ پر ہی رہتے ہوں۔

نمبر:2 :وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ یعنی غیر رشتہ دار ہمسائے۔ ہم انگریزی میں ان کے لیے neighbors کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اسلام نے ہمسایہ یعنی پڑوسی کی حدود بہت وسیع رکھی ہیں ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر سے چاروں طرف سو سو گھرانے آپ کے ہمسائے کہلاتے ہیں اسی لیے کسی بچے کے پوچھنے پر کہ تحفہ کس پڑوسی کو دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا گھر قریب تر ہے وہی تحفے کا زیادہ مستحق ہے۔

(بخاری کتاب الادب)

پیارے بچو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار مقامات پر پڑوسیوں کے حقوق پر گفتگو فرمائی ہے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل ہمیشہ مجھے پڑوسی سے حسنِ سلوک کی تاکید کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ مجھے خیال آنے لگا کہ کہیں وہ اِسے جائیداد میں حصّہ دار ہی نہ بنا دیں۔

(بخاری کتاب الادب)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کو انسان کی پہچان کا ذریعہ دو طریق پر بنایا۔

نمبر 1: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کس طرح مجھے معلوم ہو کہ مَیں اچھا ہوں یا بُرا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم بہت اچھے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا طرزِ عمل اچھا ہے اور اگر وہ یہ کہے کہ تم بُرے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا رویّہ بُرا ہے۔

(ابن ماجہ ابواب الزھد)

دوسرے نمبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساتھیوں میں سے وہ ساتھی اچھا ہے جو اپنے ساتھیوں کے لیے اچھا ہے اور پڑوسیوں میں سے وہ پڑوسی بہترین ہے جو اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے۔

(ترمذی باب البر)

پیارے بچو! ان دو حدیث سے پڑوسی اور neighbors کی تعیین ہوتی ہے۔ کلاس فیلو اور سیٹ فیلو بھی Neighbors کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک دفتر یا ایک فیکٹری میں کام کرنے والے بھی Neighbors ہیں۔ جن سے حسن سلوک کرنا ضروری ہے کیونکہ پڑوسی سے حسن سلوک کرنا، اُس کے حقوق ادا کرنا واقعتاً فضل الٰہی سے ہی ہے جو انسان کو سچے ایمان کا وارث بنادیتا ہے۔

(ترمذی کتاب الزھد)

اس حدیث کی تائید میں میں ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن مالک رضی اللہ عنہ حج سے فارغ ہو کر حرم میں استراحت فرما رہے تھے کہ خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے نازل ہوئے ہیں جو ایک دوسرے سے ہم کلام تھے کہ اس سال کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا ہے۔ ایک فرشتہ نے جواباً کہا کہ چھ لاکھ لوگوں میں سے کسی کا حج قبول نہیں ہوا۔ ہاں! دمشق میں ایک شخص علی بن موفق جو جوتے مرمت کرتا ہے کا حج قبول ہوا ہے حالانکہ وہ حج پر نہیں آیا حضرت عبد اللہ بن مالکؓ نے اس موچی کے حج قبول کرنے کی وجہ دریافت کرنے کے لیے دمشق کا سفر اختیار کیا۔ ملاقات کے وقت اِس موچی نے بتایا کہ مَیں نے حج کے لیے محنت کر کے 30 ہزار درہم جمع کیے۔ میری بیوی امید سے تھی اُسے ایک دن گوشت کی طلب ہوئی۔ اِسی اثنا میں پڑوسی کے گھر سے گوشت پکنے کی خوشبو پر مَیں نے اس سے تھوڑا سا سالن مانگا۔ اُس نے کہا کہ یہ گوشت تم پر حلال نہیں ہے۔ میرے بچے سات دن سے بھوکے تھے مَیں نے اضطراری حالت میں مُردہ جانور کا گوشت پکایا ہے اس پر مَیں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے لعن طعن کی کہ پڑوسی بھوکا ہے اور تُم حج پر جا رہے ہو۔ مَیں نے وہ 30 ہزار درہم اپنے پڑوسی کو دے دیئے کہ وہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔

(تذکرہ اولیاء باب نمبر 3 صفحہ 135)

پیارے بچو! مجھے محدود وقت میں پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کی اہمیت اور انعامات بتانے ہیں ورنہ اس حوالہ سے بہت کچھ کہا جا سکتا ہے اور اس پر مختلف زاویہ ہائے فکر سے توجہ دلانے کی ضرورت بھی ہے کیونکہ موبائل فونز، واٹس ایپ نے رشتہ داروں اور ہمسایوں کو آپس میں دور کر دیا ہے۔ ان کی طرف آنا جانا ختم ہو گیا حتّٰی کہ تعزیت اور عیادت بھی فون پر ہی رہ گئی ہے۔ مَیں نے اوپر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کچھ پڑوسیوں کے حقوق کے حوالے سے بیان کیے ہیں۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَورِ مبارک میں بعض واقعات بھی ایسے ہیں جو سبق آموز ہیں جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک دفعہ پڑوسیوں کی بکری گھس آئی اور روٹی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تیار کر رکھی تھی لے گئی۔ حضور نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا دیکھو! پڑوسی کو اس کی بکری کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچانا۔ جو لے گی، لے جانے دو کیونکہ حضرت عائشہؓ اس روٹی کی خاطر بکری کے پیچھے بھاگی تھی۔

(الادب المفرد ترمذی حدیث 120)

پیارے بچو! الغرض ہمسایہ بھی انسانی سوسائٹی میں اہم حصہ ہوتے ہیں ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا اچھا انسان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اوپر بیان مضمون جو میں بیان کر آیا ہوں وہ ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ ہمسائے انسان کو انسان بنانے اور ایک اچھا مسلمان بنانے میں کارگر ثابت ہوتے ہیں یہ مضمون اتنا وسیع ہے کہ صرف گھروں تک ہمسائیگی محدود نہیں۔ مَیں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ دفاتر فیکٹریاں اور کلاس رومز میں بھی ہمسائیگی رہتی ہے تاکہ سوسائٹی میں تقسیم ہونے والے محلے اور قوموں اور ملکوں پر فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے ہمسائے ملکوں اور قوموں کے ساتھ اچھا سلوک کریں تاکہ دنیا میں امن قائم ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اس کے لئے اپنے مال کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبر گیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو

شوربہ زیادہ کرلو تاکہ اُسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے، اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہو۔ بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں خواہ وہ سو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 215)

حضرت خلیفۃ المسیح خامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قدر تلقین کی گئی، اس قدر تواتر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرف توجہ دلائی گئی کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید اب ہمسائے ہماری وراثت میں بھی حصہ دار بن جائیں گے۔ تو ہمسائے کی یہ اہمیت، یہ احساس دلانے کے لئے ہے کہ اس کا خیال رکھنا، اس سے حسن سلوک کرنا، اس کی ضروریات کو پورا کرنا بہت اہم ہے۔ کیونکہ یہ بھی ہمسائے ہیں جو گھر کی چاردیواری سے باہر قریب ترین لوگ ہیں۔ اگر یہ ایک دوسرے سے حسن سلوک نہ کریں، ایک دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث بنیں، تو جس گلی میں یہ گھر ہوں گے جہاں حسن سلوک نہیں ہو رہا ہوگا تو وہ گلی ہی فساد کی جڑ بن جائے گی۔ اس گلی میں پھر سلامتی کی خوشبو نہیں پھیل سکتی۔ گھر سے باہر نکلتے ہی سب سے زیادہ آمنا سامنا ہمسایوں سے ہوتا ہے۔ ان کو اگر دل کی گہرائیوں سے سلامتی کا پیغام پہنچائیں گے تو وہ بھی آپ کے لئے سلامتی بن جائیں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جون 2007ء)

(کمپوزڈ: نصیر احمد چوہدری)

﴿48﴾ ﴿مشاہدات۔53﴾

واقفین نو کو اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ)

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے **"واقفین نو کو اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی"**

پیارے واقفین نو بچیو اور بچو! حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 10 جولائی 2022ء کو عید الاضحی کے روز مسجد مبارک اسلام آباد ٹلفورڈ میں ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد اسی خطبہ کے آخر پر واقفین نو کو اور ان کے والدین کو مخاطب ہو کر چند نصائح فرمائیں۔ اس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"واقفین نو جو اس وقت جماعتی خدمات میں آ گئے ہیں انہیں اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی۔ تبھی اللہ تعالیٰ ان کے لئے ہمیشہ بھلائی اور بہتری کے راستے کھولتا رہے گا۔"

بہت سی اسماعیلی صفات کا تذکرہ حضور نے اپنے اس خطبہ میں ہی فرما دیا تھا ان کے مطابق

قرآن میں مذکور اسماعیلی صفات

سب سے اول قرآن پاک کو دیکھتے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ کا ذکر گیارہ آیات میں ملتا ہے۔ جن میں درج ذیل صفات کا ذکر ہے۔

1۔ اسماعیلؑ حلیم تھے۔ حلیم بمعنی بردبار (الصافات:102)

2۔ اسماعیلؑ صبر کرنے والے تھے (الانبیاء:86)(الصافات:103)

3۔ اسماعیلؑ محسن تھے (الصافات:106)

4۔ اسماعیلؑ صادق الوعد یعنی وعدہ پورے کرنے والے تھے (مریم:55)

5۔ اسماعیلؑ الاخیار یعنی بہترین خوبیوں والے اور چنیدہ لوگوں میں سے تھے (ص:49)

6۔ اسماعیلؑ اپنے اہل کو نماز اور زکواۃ کی ادائیگی کا حکم دینے والے تھے (مریم:56)

7۔ اسماعیلؑ اللہ کے حضور مرضیًّا (پسندیدہ شخصیت) تھے (مریم:56)

8۔اللہ کے گھر کی تعمیر میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ شرکت اور اللہ کا گھر تعمیر کرتے وقت رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ کی دعا کرنا (البقرہ:128)

9۔ ہم نے اسماعیلؑ پر وحی نازل کی (النساء:164)

10۔ اسماعیلؑ کو تمام جہانوں پر فضیلت عنایت کی (الانعام:87)

11۔اسماعیلؑ کا قول افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ یعنی اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ یعنی کامل تسلیم رضا اور اطاعت (الصافات:103)

12۔ آپؑ ذبح عظیم تھے (الصافات:108)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ترجمہ قرآن کے فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے کہ ذبح عظیم سے مراد خدا کی راہ میں قربان ہونے والے سب انبیاء کرام سے بڑھ کر عظیم وجود یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کا آنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بچ جانے پر موقوف تھا۔

13۔ صاحب علم تھے۔ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (الحجر:54)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ اس پیشگوئی میں اگرچہ حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ وغیرہ کا بھی ذکر ہے لیکن اول طور پر یہ پیشگوئی حضرت اسماعیلؑ پر چسپاں ہوتی ہے جن کی جسمانی اور روحانی ذرّیت میں سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہونا تھا۔

(تعارف سورۃ الحجر از ترجمہ قرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 424)

پیارے واقفین نو! حضرت اسماعیلؑ کی قرآنی صفات بیان کرنے کے بعد ان احادیث میں بیان مناقب اسماعیل بیان کرتا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امام حسن اور حسین علیہما السلام کے لئے ان ہی دعائیہ الفاظ میں دم کرتے تھے جن الفاظ میں حضرت ابراہیمؑ اپنے دونوں بیٹوں حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام کے لئے دم کرتے تھے۔

وہ الفاظ یہ ہیں۔

اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ، وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ

(بخاری کتاب الانبیاء)

کہ میں اللہ کے کامل و مکمل کلمات کی پناہ طلب کرتا ہوں موذی شیطان اور جانور (بلا) اور ہر نظر بد سے۔

المستدرك للحاكم میں حضرت کعبؓ سے ایک روایت مروی ہے۔ جس میں حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی درج ذیل صفات کا ذکر ہے۔

1۔ وہ ایسے نبی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے صادق الوعد کا نام دیا

2۔ ایسے شخص تھے جن میں حق کے معاملہ میں سختی پائی جاتی تھی

3۔ آپؑ اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے اور اللہ آپؑ کو فتح و نصرت عطا کرتا

4۔ آپؑ کفار کے خلاف بہت زیادہ لڑائی کرنے والے تھے

5۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے

6۔ آپؑ بہت زیادہ طاقتور اور کفار پر بہت زیادہ سخت تھے

7۔ آپؑ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے

8۔ آپؑ اپنے رب کے ہاں محبوب تھے

9۔ آپؑ کی زکوٰۃ اپنے اہل کے اموال میں سے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے تھی

10۔ آپؑ کسی شخص سے کسی چیز کا وعدہ نہیں فرماتے تھے مگر یہ کہ آپؑ اس وعدہ کو ضرور پورا کرتے

11۔ آپؑ اللہ کے سچے رسول اور نبی تھے (الحاکم فی المستدرک 603/2 ارقم 4033)

اسماعیلی صفات از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر پانی روکا نہ جاتا تو تمام دنیا میں بہہ نکلتا۔ اس قصہ کے بیان سے یہ مطلب ہے کہ اگرچہ ایسی جگہ ہو جہاں دانہ پانی نہ ہو۔ جبھی خدا تعالیٰ اپنی قدرت کے

کرشمہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ پہلا کرشمہ یہ پانی تھا۔ اور اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ وہ پانی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھیلایا۔ اس کی شان یہ ہے کہ اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا (الحدید: 18)۔ اس پانی سے تو اسماعیل زندہ ہوا تھا اور اس سے دنیا زندہ ہوئی۔ مدعا یہ ہے کہ جہاں ظاہری تجویز نہ تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے بچاؤ کی ایک راہ نکال دی۔ اور اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتا ہے کہ اس کے امر سے زمین و آسمان رہ سکتے ہیں۔ وہ دیکھو وہ جنگل جہاں اسقدر گرمی پڑتی ہے اور ایک انسان نہ تھا اس کو خدا نے کیسا بنا دیا کہ کروڑہا مخلوق وہاں جاتی ہے اور ہر ایک جگہ سے لوگ جاتے ہیں۔ وہ میدان جہاں حج کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ وہی ہے جہاں نہ دانہ تھا نہ پانی۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 241 ایڈیشن 2016ء)

پھر فرمایا:

"چونکہ اسحاقؑ اور اسماعیلؑ دونوں بھائی تھے اور دونوں میں برکات کی تقسیم مساوی تھیں۔ تصفیہ تقسیم تب ہی ہوتا کہ دونوں سلسلوں میں باہم مطابقت اور عین موافقت ہوتی۔ اسماعیلؑ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نبی مبعوث فرمایا۔ جس کی امت کو کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ (آل عمران: 111) کہا کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو۔ کیونکہ وہ لوگ جن کو شریعت قصہ کے رنگ میں ملی تھی وہ دماغی علوم کی کتاب و شریعت کے ماننے والوں کے کب برابر ہو سکتے ہیں۔ پہلے صرف قصص پر راضی ہو گئے۔ اور ان کے دماغ اس قابل نہ تھے کہ حقائق و معارف کو سمجھ سکتے۔ مگر اس امت کے دماغ اعلیٰ درجہ کے تھے اس لئے شریعت اور کتاب علوم کا خزانہ ہے جو علوم قرآن مجید لے کر آیا ہے وہ دنیا کی کسی کتاب میں پائے نہیں جاتے۔ اور جیسے شریعت کے نزول کے وقت وہ اعلیٰ درجہ کے حقائق و معارف سے لبریز تھی ویسے ہی ضروری تھا کہ ترقی علوم۔ وفنون اسی زمانہ میں ہوتا۔ بلکہ کمال انسانیت بھی اسی میں پورا ہوا۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 42 ایڈیشن 2016ء)

واقفین بچو! آئیں! اب خلفاء کی نظر میں اسماعیلی صفات دیکھتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا:

"سو برس کے قریب کا بڈھا، ایک ہی بیٹا، اپنی ساری عزت، ناموری، مال، جاہ و جلال اور امیدیں اسی کے ساتھ وابستہ۔ دیکھو! متقی کا کیا کام ہے۔ اس اچھے چلتے پھرتے جوان لڑکے سے کہا۔ میں خواب دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کروں۔ بیٹا بھی کیسا فرمانبردار بیٹا ہے۔

قَالَ يٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ (الصافات :103)

ابا جی! وہ کام ضرور کرو جس کا حکم جناب الٰہی سے ہوا ہے۔ میں بفضلہٖ تعالیٰ صبر کے ساتھ اسے برداشت کروں گا۔ یہ ہے تقویٰ کی حقیقت۔ یہ ہے قربانی۔ قربانی بھی کیسی قربانی کہ اس ایک ہی قربانی میں سب ناموں، امیدوں، ناموریوں کی قربانی آگئی۔"

(خطبات نور صفحہ 274)

پھر فرمایا:

"پھر بیٹا بھی ایسا بیٹا تھا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ (الصافات:103) تو وہ خدا کی راہ میں جان دینے کو تیار ہو گیا۔ غرض باپ بیٹے نے ایسی فرمان برداری دکھائی کہ کوئی عزت، کوئی آرام، کوئی دولت اور کوئی امید باقی نہ رکھی۔ یہ آج ہماری قربانیاں اسی پاک قربانی کا نمونہ ہیں۔"

(خطبات نور صفحہ 26)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا۔

"حضرت اسماعیلؑ اور حضرت حاجرہ نے ساری دنیا کو خدا تعالیٰ کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ساری دنیا اسماعیل کی نسلوں کے قدموں میں ڈال دی۔"

(خطبات محمود جلد 2 صفحہ 192)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے خطبہ عید الاضحیہ 2 اپریل 1966ء میں فرمایا:

”ہمارے بچے اور نوجوان خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نظر رکھیں۔ جس نے چودہ سال کی عمر میں بشاشت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کی رضا کی خاطر ایسے بیابان میں زندگی گزارنے کو قبول کر لیا تھا۔ جہاں بظاہر حالات زندہ رہنا ممکن نہیں تھا۔ جب تک یہ روح ہمارے بڑوں میں ہماری عورتوں میں اور ہمارے نوجوانوں میں پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک غلبہ اسلام کے دن نزدیک تر نہیں آسکتے۔“

(خطبات ناصر جلد دہم صفحہ 123)

پھر فرمایا:

”ایک لمبے عرصہ تک حضرت حاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تکلیف برداشت کی۔ ایسے حال میں والدہ کا ہر وقت موت کو اپنے سامنے دیکھنا اور بچے کے دل میں یہ احساس پیدا ہونا کہ کوئی اس کا وارث ہے یا نہیں اور یہ بھی کہ اسے اس تکلیف سے کوئی بچانے والا ہے یا نہیں۔ یہ ایک ایسی قربانی ہے جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ ایسی حالت میں ان کا توکل صرف اللہ تعالیٰ پر تھا اور خدا تعالیٰ کا سلوک ان پر یہ ظاہر کرتا تھا کہ انسانوں سے زیادہ پیار کرنے والا ہمارا پیدا کرنے والا رب ہے وہ تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری ان تکالیف کو دور کر کے ایک قوم یہاں بنادے گا اور سب دنیا کی نعمتیں یہاں اکٹھی کر دے گا۔“

(خطبہ عید الاضحیہ 12 نومبر 1978ء از خطبات ناصر جلد دہم صفحہ 207-208)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

”اس نے بہت پہلے ایک رؤیا میں دیکھا تھا کہ وہ اس بیٹے کو خدا کی خاطر ذبح کر رہا ہے۔ جب یہ بات حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے سے بیان فرمائی تو دو آیات ظاہر ہوئیں۔ ایک ابراہیمؑ کا خدا کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہونا اور تیار رہنا دوسرا اس کے بیٹے کا خدا کی محبت میں اسی طرح ابراہیمؑ، اپنے پیارے باپ کے قدم پر قدم مارنا۔ یہ ایک حیرت انگیز نشان ہے جس کی مثال دنیا کے پردے پر کہیں اور دکھائی نہیں دے گی۔ دنیا کے کسی مذہب کی تاریخ میں آپ کو ایسی اور ادائیں پیار اور محبت اور عشق کی

دکھائی نہیں دیں گی کہ باپ بھی خدا کا عاشق و صادق اور بیٹا بھی خدا کا عاشق و صادق اور دونوں کی اداؤں میں سر مو فرق دکھائی نہیں دیتا۔“

(خطبات عیدین، عید الاضحیہ 12 جون 1992ء)

آپؒ مزید فرماتے ہیں:

”جب بعد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تُو تو ہر پہلو سے اس رؤیا کو پورا کر گیا ہے۔ ایک وہ وقت تھا جب تو نے ہجرت کی اس وقت بھی تو نے رؤیا کو پورا کر دیا اور ایک اب وقت ہے جب ظاہری طور پر تُو بھی تیار ہوا اور تیرا بیٹا بھی اس قربانی کے لئے تیار ہوا۔ تو کامل شان کے ساتھ اپنے ہر پہلو کے ساتھ تو نے اس رؤیا کو پورا کر دیا لیکن یہ تو محض ایک آزمائش تھی۔ میں تیرے بچے کو بھی اس آزمائش میں شامل کرنا چاہتا تھا تا کہ ہمیشہ کے لئے زمین۔ وآسمان گواہ رہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ دونوں ہی تسلیم و رضا میں درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔“

(خطبات عیدین، عید الاضحیہ یکم جون 1993ء)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضور انور فرماتے ہیں:

”ہر نوجوان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نمونے اپنانے کے لیے تیار ہو گا تو پھر اللہ۔ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہو گی۔ پھر حقیقی قربانی اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا ادراک اور تجربہ بھی ہو گا۔ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس غلام صادق کو ہم نے مانا ہے تا کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں حصہ دار بن سکیں اسے بھی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے۔ چنانچہ کئی مواقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً ابراہیم کہہ کر مخاطب فرمایا۔ (تذکرہ صفحہ 82 ایڈیشن چہارم)

(خطبہ عید الاضحیہ 31 جولائی 2020ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ عید الاضحیٰ مورخہ 10 ر جولائی 2022ء میں اسماعیلی صفات کا یوں فرمایا۔

”حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانیاں بھی پھل لائی تھیں لیکن اُنہوں نے صبر اور دعا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے آنے والے عظیم رسول اور اُن کے صحابہ کی قربانیاں بھی اپنے وقت پر رنگ لائیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے پورے فرمائے۔ پس کیا آج وہ سچے وعدوں والا خدا ہمیں چھوڑ دے گا؟ یقیناً نہیں!“

پھر اسی خطبہ میں آگے چل کر حضور فرماتے ہیں:

”انہیں (واقفین نو کو) یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وقف ایک قربانی چاہتا ہے اور اس قربانی کا معیار کیا ہے؟ یہ وہ معیار ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پیش کیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں نے تجھے خواب میں گلے پر چھری پھیرتے دیکھا ہے تو اس نے بیٹے سے پوچھا کہ اے اسماعیل! بتا تیرا کیا ارادہ ہے؟ تو بیٹے نے جس کی تربیت بزرگ اور تقویٰ میں بڑھے ہوئے ماں باپ نے کی تھی فوراً جواب دیا کہ اے میرے باپ! تو اپنی رؤیا پوری کر تو مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں اور قربانی کرنے والوں میں سے پائے گا۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسماعیلی صفات اپنے اندر پیدا کرنے والا بنائے۔ آمین

۞۞۞۞

﴾49﴿ ﴾مشاہدات۔304﴿

ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق کیسے مضبوط کر سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں انسان کی پیدائش کی علتِ غائی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰریات:57)

کہ میں نے جنّ و انس کو صرف اس غرض کے لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

کبھی نُصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وُہی اُس کے مقرّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اُس کی عالی بارگہ تک خُود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قُربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جَلاؤ سب کمنُدوں کو

میرے واقفینِ نَو بھائیو بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق کیسے مضبوط کر سکتے ہیں؟**

سب سے پہلے تعلق کے معانی کو سمجھنا ہو گا۔ لغات میں لفظِ تَعَلُّق کے تحت لکھا ہے۔ محبت، واسطہ، میلان، لگاؤ اور رشتہ داری کے ہیں۔ اِس مضمون کو آسانی سے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ ذہن میں رہے کہ انسان اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اُسی کی طرف لَوٹ کر جانا ہے اِس لئے اپنے اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط رکھنے کے لئے ساری عمر سعی کرتے رہنا چاہیئے۔

تعلق باللہ کے مضمون کو مزید سمجھنے کے لیے بیٹے اور ماں باپ کے پیار بھرے اور مطیع و مطاع کے تعلق کو جاننا ضروری ہے۔ ہم اپنے والدین سے اطاعت اور محبت کا سلوک کرتے ہیں اور ہمارے ماں باپ اس کے مقابل پر انعامات اور احسانات کی بارش کرتے ہیں اور یوں یہ تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔

ماں باپ میں سے ماں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مماثلت بھی دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ اپنی عیال یعنی مخلوق سے، ماں سے کہیں بڑھ کر پیار محبت کا تعلق رکھتا ہے۔ اِس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح ہم اپنی ماؤں سے پیار بھری اداؤں اور لاڈ سے اپنی باتیں منوانے کی کوشش کرتے ہیں اِسی طرح بلکہ اِس سے بڑھ کر ہم اپنے خالق سے پیار کی پینگیں ڈال کر، نِت نئی اداؤں سے اُسے منانے اور راضی کرنے کے کوشش میں لگے رہیں۔ جس طرح آپ کی اداؤں سے ماں کا دل پسیج جاتا ہے اور وہ ہماری ہر ضرورت پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے اِسی طرح ہم اپنے خدا کی طرف چل کر جاتے ہیں تو ہمارا خدا ہماری طرف دوڑ کر آتا ہے اور ہمارے سے پیار کرتا اور ہماری ضروریات پوری کرتا ہے۔

پیارے بھائیو اور بہنو! والدین ہی کی مثال میں دوسرا طریق مَیں یہ بیان کرنا چاہوں گا کہ اِس سے یہ ہرگز مطلب نہ لیا جائے کہ ماں اور خدا برابر ہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اِس کا کوئی ثانی نہیں یہ پختہ خیال اپنی ذات میں اللہ سے تعلق مضبوط کرنے کا ذریعہ ہے۔ ایک مومن جس حد تک اپنے خالق، اللہ کی عبادت کا حق ادا کرے گا۔ خدا تعالیٰ سے حقیقی محبت رکھے گا۔ ایسی محبت جو کسی سے نہ کی ہو نہ اپنے والد سے، نہ اپنی ماں سے، نہ اپنے بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب میں سے بھی کسی سے نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس مومن پر بے انتہا انعامات نازل کرے گا۔ اُسے سچی خوابیں آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ اس سے مکالمہ مخاطبہ کرے گا۔ اُس کی دعائیں سنی جائیں گی اور وہ دربار الٰہی میں مُسْتَجَابُ الدعوات تصور کیا جائے گا تو یہ تعلق حقیقی تعلق کہلائے گا جو وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس ضمن میں مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ایمان افروز واقعہ اپنی بہنو اور بھائیو کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا جس سے یہ بخوبی عیاں ہو گا کہ آپؑ کو اللہ کی عبادت ہر دوسرے فعل سے فوقیت رکھتی تھی۔ ایک دفعہ آپؑ بٹالہ کی عدالت میں ایک مقدمہ کا سامنا کرنے کے لیے موجود تھے کہ نماز کا وقت جا رہا تھا۔ آپؑ نے نماز پڑھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ آپؑ کو وکلاء نے روکا کہ اگر اس دوران عدالت میں پیشی کے لیے آواز لگ جائے اور آپ موجود نہ ہوں تو مقدمہ ہمارے خلاف جا سکتا ہے۔ مگر آپؑ نے اللہ کے حق کو مقدم رکھا اور آپؑ انسانی مقصد حیات یعنی عبادت کے لیے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے اس

فعل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور مقدمہ میں نہ صرف آواز نہیں لگی بلکہ جج نے فیصلہ بھی آپؐ کے حق میں کر دیا۔

واقفینِ نو بچو اور بچیو! اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے جہاں خداوند کریم سے محبت ضروری ہے وہاں قرآنی حکم "صبغۃ اللہ" کے تحت اللہ کے رنگ میں رنگین ہونا، اس کی پاک صفات سے متصف ہونا بھی ضروری ہے۔ کسی قسم کے شرک کی ملونی نہ ہو اور خداوند کریم کو اَحَد اور وحدہٗ لاشریک تصور کیا جائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ سے اتصال اور اس کے قرب کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنے اندر صفات الٰہیہ پیدا کرے اور اس کی محبت کو اپنے اندر جذب کرے پھر جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اسی طرح محبت الٰہی اسے خدا تعالیٰ کی طرف کھینچنے لگ جاتی ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 250-251)

سامعین! تعلق باللہ کے سلسلہ میں اللہ سے تعلق کو مربوط کرنے کے لیے ایک ذریعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ: (اے محمد) تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ اور سیرت کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ کہ حضورؐ کے اخلاق و اطوار عین قرآن کی تعلیمات کے مطابق تھے۔ اگر ہم بھی قرآن کو فالو کریں گے تو اللہ ہم سے پیار کرے گا اور ہمارا اپنے اللہ سے تعلق بھی مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔

بھائیو اور بہنو! ہم میں سے ہر ایک کو اللہ سے اپنے تعلق کو استوار رکھنے اور مزید مضبوط کرنے کے سفر کو باحسن طریق جاری و ساری رکھنے کے لیے اپنی سعی کو آخری مقام تک پہنچانا ہے تا اللہ کی زیارت ہو جس کے لیے ذاتی محبت اور ذاتی تعلق بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (الانشقاق:7)

ترجمہ: اے انسان! تجھے ضرور اپنے ربّ کی طرف سخت مشقّت کرنے والا بننا ہو گا۔ پس (بہر حال) تُو اُسے رُوبرو ملنے والا ہے۔

اِس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"مجھ سے خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے اور مجھ سے ہی نہیں جو شخص میری اتباع کرے گا اور میرے نقش قدم پر چلے گا اور میری تعلیم کو مانے گا اور میری ہدایت قبول کرے گا خدا تعالیٰ اس سے باتیں کرے گا"

پھر فرمایا۔

"لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہو گا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے اور یہ سب کچھ مسیح موعودؑ کی روحانیت کا پرتَو ہو گا۔"

(ضرورۃ الامام از روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 475)

آپ واقفینِ نو بچے اور بچیاں کس قدر خوش قسمت ہیں کہ مندرج بالا ارشاد میں اُن بچوں کا بھی ذکر ہے جو اپنی کوششوں سے اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو اِس حد تک مضبوط کریں گے کہ اُن کو الہام ہوں گے اور روح القدس سے مدد پائیں گے۔

میرے بھائیو اور بہنو! اللہ کے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ خلافت کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کر کے دربارِ خلافت سے اُٹھنے والی ہر آواز پر لبیک کہنا ہے۔ یہ سیڑھی ہے یہ زینہ ہے اللہ سے ملاپ کا، اللہ سے تعلق قائم کرنے کا۔ آپ کے والدین نے خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبیک کہہ کر آپ کو اسلام احمدیت کی اشاعت کے لئے وقف کیا۔ اِس لئے ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ خلیفہ وقت سے اپنا تعلق بنائے اور اِس مبارک زینہ کو استعمال کر کے اللہ سے اپنا تعلق جوڑے۔

اپنی تقریر کے آخر پر حدیث میں بیان ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ جس سے تعلق باللہ کا گُر پتہ چلتا ہے۔ لکھا ہے بدر کے مقام پر ایک عورت اپنے گمشدہ بچے کو تلاش کرتے دوسروں کے بچوں کو چومتی چاٹتی اپنے سینے سے لگاتی اور پھر چھوڑ دیتی۔ کچھ دیر بعد جب اسے اپنا گمشدہ بچہ مل گیا تو وہ سکون میں آگئی اور بچے سے پیار کرنے لگی، دودھ پلانے میں لگ گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے

صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو محبت کا نظارہ تم نے اس عورت میں اپنے بچے کے ساتھ دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس سے بھی بڑھ کر محبت کرتا ہے اور یہی اس تعلق کا نتیجہ ہے جو ایک مومن اپنے اللہ سے کرتا ہے اور پھر اپنے اللہ سے انعامات بھی پاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور سچا تعلق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان پورا وفادار اور مخلص ہو جو شخص وفادار نہیں اگر وہ ہر روز اس قدر روتا رہے کہ اس کے آنسوؤں کا ایک چھپڑ لگ جاوے تو بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں ہے اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ تمہارا تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل وفاداری کا نمونہ ہو۔"

`(ملفوظات جلد 7 صفحہ 401 ایڈیشن 1984ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں اپنے رب سے اپنے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

﴿50﴾ ﴿مشاہدات۔646﴾

ہم واقفینِ / واقفاتِ نو اچھے مقرر کیسے بن سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ o وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ o وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ o یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ o (طٰہٰ:26-29)

اے میرے رب! میرا سینہ میرے لئے کشادہ کر دے۔ اور میرا معاملہ مجھ پر آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔

ہیں اور بھی دنیا میں سُخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اَندازِ بیاں اور

معزز سامعین! آج مَیں "ہم واقفینِ / واقفاتِ نو اچھے مقرر کیسے بن سکتے ہیں؟" پر تقریر کرنے جارہاہوں۔

خیالات کے اظہار کے لئے قدرت نے انسان کو فصاحت و بیان کا ملکہ عطا فرمارکھاہے۔
سامعین کو اپنے خیالات سے متاثر کر کے اُن کے دلوں پر فتح پانے کا نام تقریر ہے۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلرَّحۡمٰنُ o عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ o خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ o عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ o (الرحمٰن:2-5)

کہ وہ رحمن (خدا) ہی ہے جس نے قرآن سکھایا۔ اُس نے انسان کو پیدا کیا اور اُسے فصاحت و بیان بخشا۔
حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

اِنَّ مِنَ الشِّعۡرِ لَحِکۡمَةً وَّاِنَّ مِنَ الۡبَیَانِ لَسِحۡرًا

(الامر بالمعروف والنھی عن المنکر باب ما یقراء من الھجاء والرقیق من الشعر)

کہ بعض شعر نہایت پُر حکمت ہوتے ہیں اور بعض بیان تو سراسر جادو ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"عمدہ تقریر خوش الحانی سے کی جائے تو اس کا بھی اثر ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 50)

اِس دَورِ آخرین میں الٰہی منشاء کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی عالمگیر اشاعت کے لیے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ جس کی ترویج قلم و تحریر اور بیان و تقریر جیسے اہم ترین ذرائع سے بآسانی ہو سکتی ہے اور اِن کی مدد سے ہم اسلام کی حسین تعلیمات کو دنیا بھر میں پھیلانے کے مشن میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات اور دین کے کمالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر کے فن میں بھی کمال حاصل کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے... سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔"

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409-410)

پیارے واقفینِ نو بچو! حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو قوم سٹیج پر قابض ہو جاتی ہے، دنیا میں غلبہ پاتی ہے۔

تقریر کرنا ایک فن ہے اور ہر ایک کے اندر یہ جوہر ضرور ہوتا ہے، کم ہو یا زیادہ۔ اچھا مقرر ہونا خداداد صلاحیت ہے لیکن جس طرح اچھا ڈاکٹر، سائنسدان، کھلاڑی یا ہنر مند بننے کے لئے قدرتی صلاحیت کے باوجود محنت کرنی پڑتی ہے اِسی طرح اچھا مقرر بننے کے لئے بہت محنت اور کوشش درکار ہوتی ہے۔ پس محنت سے فنِ تقریر میں کمال حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اپنے اندر سچی لگن، جوش اور جذبہ پیدا کریں، کسی مرحلہ پر بھی نہ گھبرائیں، قدم بقدم بڑھتے جائیں، کسی کے مذاق یا تمسخُر سے دل چھوٹا نہ کریں۔ انسان

آہستہ آہستہ ہی ترقی کرتا ہے، یہی لوگ بعد میں آپ کو داد دیں گے، یاد رکھیں اپنے وقت کے بڑے بڑے مقررین بھی شروع میں گھبراہٹ کا شکار ہوتے تھے، یقیناً مشق اور محنت سے آپ اچھے مقرر بن سکتے ہیں۔ تقریر ایک قسم کی گفتگو ہے، جس طرح گفتگو کرتے ہوئے آدمی گھبراتا نہیں اسی طرح مقرر اگر یہ سمجھے کہ مَیں گفتگو کر رہا ہوں، ایک موضوع پر بات ہو رہی ہے، تسلسل قائم ہو اور توازن سے بولتا جائے تو یہی تقریر ہے، زنجیر اور تقریر ایک سی حالت رکھتی ہیں۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
مَیں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اپنی خامیاں دور کرنے کے لئے اچھے مقررین کو سنیں، ان کے لب و لہجے، آواز کے اُتار چڑھاؤ کو سمجھیں، مواد، آغاز، استدلال، اختتام اور انداز پر غور کریں۔ لیکن یاد رکھیں نقل کرنے کی کوشش نہ کریں ہر مقرر کا اپنا اندازِ بیان ہوتا ہے۔ آپ اپنا علیحدہ انداز اپنائیں۔

ہیں اور بھی دنیا میں سُخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اَندازِ بیاں اور

کامیابی کے لئے دعا کرنا

حضرات! تقریر کی کامیابی کے لئے جہاں غور و فکر، مواد اکٹھا کر کے اُس کو بہترین ترتیب دینا اور مناسب تیاری ضروری ہے وہاں دعا کو اختیار کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ قرآن کریم نے زبان میں تاثیر پیدا ہونے کی دعا یہ سکھلائی ہے۔ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۔ وَیَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ ۔ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ ۔ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ (طٰہٰ:26-29) کہ اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے اور جو فرض مجھ پر ڈالا گیا ہے اس کو پورا کرنا میرے لئے آسان کر دے اور اگر میری زبان میں کوئی گرہ ہو تو اُسے بھی کھول دے۔ (حتیٰ کہ) لوگ میری بات آسانی سے سمجھنے لگیں۔ اِس دعا میں جہاں مقرر اپنے لئے انشراحِ صدر اور زبان کی گرہ کھُلنے

کے لئے دعا کرتا ہے وہاں یَفْقَهُوْا قَوْلِيْ میں مدّ مقابل حاضرین کے لئے دعا کرنے کو کہا گیا ہے کہ وہ میری گزارشات کو بآسانی سمجھ بھی لیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"تقریر کے لئے اثر پیدا کرنا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

(الحکم 7 فروری 1910 صفحہ 7)

تقریر تیار کرنے کا طریق

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مرحومہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتی ہیں:

"تقریر کرنا آپ (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) نے خود سکھایا۔ جب آپ نے مجھ سے جلسہ سالانہ پر تقریر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو مَیں نے عرض کیا کہ آپ لکھ دیں مَیں پڑھ دوں گی۔ فرمایا اس طرح تمہیں کبھی تقریر کرنی نہیں آئے گی۔ اس موضوع پر مَیں تمہارے سامنے تقریر کرتا ہوں تم غور سے سنو، ضروری حوالہ جات وغیرہ نوٹ کرو، پھر انہی کی مدد سے تقریر کرو، مَیں سنوں گا۔"

(الفضل 25 مارچ 1966ء صفحہ 3)

اے فضل عمر! تیرے اَوصاف کریمانہ
یاد آ کے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ
ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں! تیرا اندازِ خطیبانہ

سامعین! محمد سعید احمد صاحب انجینئر لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ اور شفیق استاد کی تحریک کہ "احمدی بچوں کو اچھا مقرر بننا چاہئے" پر مَیں نے جماعت کے اجل بزرگ اور نامور مقرر مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کی خدمت میں حاضر ہو کر تقریر لکھنے کی درخواست کی تو آنمحترم نے جواب دیا کہ تقریر تم خود لکھو خواہ دس سطریں ہی لکھو، مَیں ضرورت کے مطابق تصحیح کر دوں گا مگر تقریر تم خود لکھو گے۔ لکھتے ہیں کہ مولانا

صاحب نے یہ بات اِس وقار، جذبہ اور محبت سے کہی کہ مَیں بظاہر ناکام لوٹا، مگر ساری زندگی کے لئے نصیحت ہوگئی۔ بعد میں خاکسار نے بے شمار تقریریں کیں مگر کسی سے لکھوانے کی ضرورت نہ پڑی۔

(گمنام و بے ہنر صفحہ 12)

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

تقریر کی تیاری کرنا

اے واقفینِ نو بچو و بچیو! سب سے پہلے تقریر کا انتخاب کرلیں تو حاضرین کی سمجھ، عمر اور تقریر کے وقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تقریر تیار کریں اور کوشش کریں کہ تقریر کو زبانی یاد کرلیں یا بچوں کو زبانی یاد کروادیں۔ اس کے لئے تقریر کو موبائل وغیرہ میں ریکارڈ کرکے بچے سے کہیں کہ اِسے بار بار سن کر دہرائے، اس طرح ان شاء اللہ چند روز کی مشق سے بچہ کو درست تلفظ سے تقریر زبانی یاد ہو جائے گی۔ اس کے بعد بچہ اہلِ خانہ کے سامنے تقریر کی مشق کرے۔ مشق کرتے ہوئے ذہن میں یہ تصور رکھیں کہ آپ واقعی سامعین سے خطاب کر رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے آپ کو حقیقی سامعین کے سامنے تقریر کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ کہتے ہیں کہ تقریری مقابلہ میں اول آنے والے مقرر کو جب مبارک باد دی گئی تو مقرر نے بتایا کہ مَیں نے تقریر گو کسی سے لکھوائی تھی لیکن تقریر کی تیاری کرتے ہوئے مَیں نے اِسے چالیس سے زائد مرتبہ خود لکھا اور اس میں مناسب تبدیلیاں کیں اور یوں یہ انعام یافتہ تقریر وجود میں آئی۔ ایک مربّی صاحب نے کہا کہ یقیناً متاثر کن تقریر وہی ہوتی ہے جو مقرر کی ذاتی تخلیق ہو۔

خود اعتمادی مقرر کا بہترین ہتھیار اور وصف ہے۔ مقرر جتنا خود اعتمادی سے اپنی بات کا اظہار کرے گا سننے والے اتنے ہی زیادہ متاثر ہوں گے۔ توجہ اور محنت سے ہر شخص اپنے اندر یہ خوبی پیدا کر سکتا ہے۔ خوف کو دور کرنا اور خود اعتمادی کو پیدا کرنا صرف مشق سے ہی ممکن ہے۔ گھر میں بڑے آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر مشق کرنا بہتر ہوگا، کھلی جگہوں یا کھیتوں میں جاکر درختوں یا چیزوں کو سامعین سمجھتے ہوئے بلند آواز

میں تقریر کی مشق کریں۔ تقریر کے مضمون کو بار بار دہرائیں، الفاظ کے متبادل استعمال کریں اس طرح الفاظ اور مضمون پر گرفت کرنی آجائے گی۔

اپنی تقریر کو اقتباسات اور اقوال سے مزیّن کر لیا کریں۔ اگر موضوع کی مناسبت سے واقعات مل جائے تو بہت اچھا ہے یہ دلوں پر اثر کرتے کرتے ہیں۔ واقعہ کا نتیجہ بھی مختصر بیان کریں۔

سامعین! تقریر میں تمہید بہت ہی مختصر رکھا کریں، فوری طور پر اپنے موضوع کے اندر اُتر جائیں، وقت کے لحاظ سے مضمون کو پھیلائیں، تقریر کو غیر ضروری طور پر لمبا نہ کریں، تقریر سادہ اور عام فہم ہو، اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ زمانہ سہولت اور آسانی کی طرف مائل ہو رہا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَكَلَّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ

لوگوں سے ان کی عقل اور فہم کے مطابق کلام کیا کرو۔ (حدیث)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو وعظ و نصیحت کرنے میں ناغہ کرتے تاکہ وہ اُکتا نہ جائیں۔ آپؐ کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ، دلکش اور جوش سے بھری ہوتی تھی۔ بعض دفعہ خطبہ میں یہ جوش و جلال بھی دیکھا گیا کہ آنکھیں سرخ ہیں اور آواز بلند۔ جیسے کسی حملہ آور لشکر سے ڈرا رہے ہوں جو صبح یا شام حملہ آور ہونے والا ہے۔ ایک دفعہ صفاتِ الٰہیہ کے بیان کے وقت منبر آپؐ کے جوش کے باعث لرز رہا تھا۔

(مسلم کتاب الجمعہ باب الصلوۃ)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ اور نماز میں میانہ روی اور اعتدال ہوتا تھا۔

(مسلم)

آپؐ ضروری اور اہم کو بار بار دہرایا بھی کرتے تھے تا سامعین کو بات بآسانی سمجھ آجائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”منطقیانہ طریق چھوڑ کر عارفانہ طریق کا پہلو اختیار کرنا چاہئے۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 425)

پھر فرمایا۔

"کلام کی عمدگی یہی ہے کہ وہ ہر قسم کے لوگوں کے مطابقِ حال ہو۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 304)

تقریر کا آغاز

سامعین! تقریر کے آغاز میں۔ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھا جائے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر قابلِ قدر اور اہم کام اگر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ بے برکت اور ناقص رہتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ہر قابلِ قدر گفتگو (تقریر) اگر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بغیر شروع کی جائے تو وہ برکت سے خالی اور بے اثر ہوتی ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 20 صفحہ 43)

مقابلہ جات کی تقاریر کا وقت چونکہ کم ہوتا ہے اس لئے صرف بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر بھی تقریر شروع کر سکتے ہیں۔

صدرِ محترم اور میرے عزیز بھائیو یا صدرِ ذی وقار اور حاضرینِ کرام، صدرِ محترم اور معزز سامعین موضوعِ سخن ہے یا آج مجھے اِس پُر وقار مجلس میں عنوان بتا کر یا فلاں موضوع پر تقریر کرنے کی سعادت مل رہی ہے۔ تقریر کے شروع میں عنوان ضرور بتائیں۔

تقریر کا آغاز دھیمے لہجے سے کیا جائے۔ آہستہ آہستہ آواز بلند کی جائے اور مناسب مقام پر جا کر جوشِ خطابت پیدا کیا جائے۔ اچھے مقرر کے لئے ضروری ہے کہ وہ تقریر کرتے ہوئے آواز کے اُتار چڑھاؤ کا خاص خیال رکھے اور بلا وجہ ہر فقرے کو بہت زیادہ بلند آواز سے اور جوش سے ادا نہ کرے۔ موضوع کے تقاضے کو پیش نظر رکھیں۔ بعض مقرر بہت تیز بولتے ہیں، بولتے وقت مناسب وقفہ ہو، دو جملوں کے دوران لمحے بھر کا وقفہ ہونا چاہئے۔ لہجہ فن تقریر میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ بناوٹ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ تقریر کرتے وقت چاروں طرف حاضرین پر نظر ڈالنی چاہئے۔ مقرر کے الفاظ اور انداز کا آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔ سامعین پر مقرر کے بولنے کے انداز اور حرکات و سکنات کا بہت اثر ہوتا اس لیے

غیر ضروری اشاروں سے گریز کریں۔ صدرِ مجلس، مہمانانِ گرامی یا سامعین کو غیر ضروری طور پر یعنی بار بار مخاطب کرنے سے اجتناب برتیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

سیف اندازِ بیاں بات بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

ان امور کا بھی خیال رکھیں

تقریر کے وقت کا خیال رکھیں، تقریر میں مستند حوالہ جات کا ہونا ضروری ہے۔ تلفظ کی درستی کا خیال رکھا جائے۔ تلفظ تقریر کی جان ہے۔ الفاظ کو اچھے انداز سے ادا کرنا سیکھیں۔ تقریر میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کریں جس کے تلفظ کی ادائیگی میں آپ کو دقت محسوس ہو۔ اچھے اشعار تقریر کو پُر جوش اور پُر اثر بنا کر چار چاند لگا دیتے ہیں، شعر کا ایک قدرتی حسن ہوتا ہے، کسی صاحبِ علم سے شعر کو شعر کی طرح پڑھنا سیکھ لیں تاکہ آپ سننے والوں کو مسرور اور سحر زدہ کر سکیں۔

اثر بھانے کا پیارے ترے بیاں میں ہے
کسی کی آنکھ میں جادو تری زباں میں ہے

تقریر کرتے ہوئے سیدھا کھڑا ہونا چاہئے اور گردن کو بھی بالکل سیدھا رکھیں۔ اگر لکھی ہوئی تقریر پڑھنی ہو تو تقریر آدھے صفحہ پر لکھیں تاکہ پڑھتے ہوئے گردن نہ جھکانی پڑے۔ تقریر کے دوران اگر بھول جائیں تو پریشان نہ ہوں۔ کوئی دوسرا پوائنٹ لے کر بات جاری رکھیں۔

آواز اور گلے کو صاف رکھنے کے لئے سادہ اُبلے ہوئے نیم گرم پانی میں ایک یا دو چمچ خالص شہد ملا مفید ثابت ہو گا اور گھبراہٹ دور کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”جن میں خود اعتمادی کی کمی ہو یا پبلک میں تقریر کرنے کا خوف ہو اُنہیں لائیکو پوڈیم 200 (LYCOPODIUM) استعمال کرنی چاہئے۔“

(علاج بالمثل صفحہ 867)

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات
سرِ منبر وہ خوابوں کے مَحَل تعمیر کرتے ہیں
علاج غم نہیں کرتے، فقط تقریر کرتے ہیں
جب کبھی آیا ہے گاتے ہوئے جھرنوں کا خیال
بات پھر آپ کے اَندازِ بیاں تک پہنچی
بیاں کس منہ سے ہووہ یار کی شیریں کلامی کا
زباں پر اپنی اب تک لذتِ تقریر پھرتی ہے

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم حافظ عبد الحمید صاحب کے ایک مضمون سے استفادہ کیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)